مجھ میں وہ تابِ ضبط شکایت کہاں ہے اب
چھیڑو نہ مجھ کو میرے بھی منہ میں زباں ہے اب

دست و گریباں جلد ۲

کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مؤلف
انجینئر محمد مختار تیمور قادری

ناشر
ماتریدی ریسرچ سینٹر
مالیگاؤں (الہند)

گئے حجاب کے دن آؤ سامنے بیٹھو
نقاب رخ سے ہٹاؤ بہار آئی ہے

دست وگریباں جلد ۲
کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مؤلف
محمد ممتاز تیمور

ناشر:
ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں
رابطہ:9867934085

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دست وگریباں جلد ۲ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ممتاز تیمور

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ شہباز انجم قادری

وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ محمد وقار امینی نقشبندی

صفحات:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔221

سنہ اشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1447ھ/2025ء

باہتمام

ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں

خیبر شکن کے نام

ابتدا
ایک شبہ کا ازالہ
قاسم نانوتوی
احتشام الحق تھانوی
ظفر احمد تھانوی
قاری طیب
ایک اور شبہ کا اِزالہ
تناقض کی شرائط اور الزامی جواب
معتبر، غیر معتبر کی بحث
اہلِ سنّت اور تقدیس حرمین
الشہاب الثاقب کی تائید
المہند اور محمد بن عبدالوہاب نجدی
دیگر علمائے دیوبند کی تنقید
اکابر وہابیہ اپنے افکار و اعمال کے آئینے میں
شانِ نبوت میں گستاخی
روضۂ رسول کے سامنے ہاون دستہ کوٹنا
روضۂ اکبر کو صنم قرار دینا
توسّل و شفاعت کا انکار
حضور مر کر مٹی میں مل گئے
حیات النبی کا انکار

قتال وتکفیر مسلمین	41
تقلید کا انکار	42
حج کے ساقط ہونے کا الزام	43
تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے	44
یزید کی حکومت	45
مدینہ منورہ میں صحابی کا بے دردی سے قتل	46
اہلِ تشیع کی حکومت	47
پابندی والے اعتراض کا جواب	49
کچھ ہماری طرف سے	54
رجوع کی کہانی اور دیوبندی پریشانی	56
پیر کرم شاہ اور تحذیر الناس	59
تصدیقات کا جواب	75
مخالفت حسام الحرمین	75
خلیل احمد سہارن پوری	76
حسین احمد مدنی	77
ابنِ شیر خدا کی حقیقت	81
قاسم نانوتوی اور معنی خاتم النبیین	82
تاویلات کا ازالہ	88
المہند اور تحذیر الناس	94
انوار الباری کی تائید	96
تحفظ ختم نبوت اور علمائے اہلِ سنّت	97
اشرف سیالوی صاحب کا عقیدۂ نبوت	100

مخالفت تحقیقات کا حکم
قادری صاحب کی پیش کردہ عبارات پہ ایک نظر
سیالوی صاحب پہ حکم
مسئلہ ہذا کی نوعیت
پیش کردہ جرح کا جواب
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تحقیقات کی تصدیق
تحقیقات کس کی تصنیف؟
لمحۂ فکریہ!
مخالف تحقیقات کا حکم
مناظر اسلام پروفیسر سعید احمد اسد
محمد حسین شائق کی جرح کا جواب
درودِ ابراہیمی کے حوالے سے اعتراض
نبوتِ مصطفیٰ ہر آن، ہر لحظہ
دیوبندی دست و گریباں
مناظرہ جھنگ پر اعتراضات کے جوابات
مناظرہ جھنگ حقائق کے آئینے میں
منصفین پہ اعتراض
الزامی جواب
سیالوی صاحب پر اعتراضات کا جواب
شرک کی تعریف
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کون؟
پیش کردہ حوالہ جات پہ ایک نظر

بحث ایمان ابی طالب	139
ایمان ابوطالب اور اکابرین ملتِ اسلامیہ	145
اویسی صاحب کی عبارت کا جواب	146
ایمان والدین مصطفیٰ	150
رشید احمد گنگوہی اور ایمانِ والدین مصطفیٰ	152
ملّا علی قاری	156
حکایت قدم غوث کا تحقیقی جائزہ	157
نفس مسئلہ کی نوعیت	158
پیر مہر علی شاہ صاحب کا نسب	159
ایسی صاحب کی عبارت	162
حدائق بخشش حصہ سوم	165
شرعی استفتا اور پیر نصیر الدین صاحب پہ تنقید	166
کیا پیر مہر علی شاہ وہابی تھے؟	167
ایک اعتراض	168
سیالوی صاحب کی ایک عبارت پر اعتراض	169
سیّد کا نکاح غیر سیّد سے؟	170
پیر نصیر صاحب اور مسئلہ تکفیر	171
تکفیر اُمت اور علمائے اہلِ سنّت	171
غلام علی مہر صاحب	173
علامہ غلام رسول سعیدی	175
بددعا کی نسبت پہ اعتراض	176
جامعہ انوار العلوم کے فتویٰ کی وضاحت	177
کرنل انور مدنی	177

التصدیقات پر اعتراضات کا جائزہ	177
جاء الحق اور التصدیقات میں تقابل	178
علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	178
ایمان ابوین شریفین	178
مسئلہ آزر	179
لفظ بد دعا	179
سیفی حضرات کا تعارف	180
قصہ ہدایۃ السالکین کا	183
طاہر القادری	184
مسئلہ ایمان ابی طالب	184
آیت تقبلك فی الساجدین	186
گوہر شاہی فتنہ	186
چند الزامات کے جواب میں	192
دعوتِ اسلامی اور مسلک اہل سنت	197
سپاہِ صحابہ	198
سپاہِ صحابہ کا نعرہ اور علمائے دیوبند	199
حق نبی کہو یا سنو چپ رہو	200
محل نزاع کا تعین	200
اختلاف کی نوعیت	201
مفتی شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی	203
فروعی اختلاف مذموم نہیں	203
مرتب کی نقل کردہ عبارت	206
مسئلۂ فضیلت ابوبکر صدیق اور حق چار یار	206

سیدنا صدیق اکبر وعمر فاروق کی افضلیت قطعی ہے	209
اجماعِ اُمت بر تفضیل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	210
منکر کا شرعی حکم	211
تفضیلی حضرات کی نشان دہی	214
عبدالقادر شاہ تفضیلی ہے	215
نعرۂ حق چار یار اور دیوبندی خانہ جنگی	217
حضور غزالی زماں اور علامہ ابوداؤد صادق کے اختلافات کی حقیقت	217
پیر جماعت علی شاہ صاحب پر الزامات کی حقیقت	218
کلموں پر خانہ جنگی کا الزام	219
خوابوں کے متعلق تبصرہ	220

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْد

قارئین! کچھ عرصہ سے اہل سنت کے خلاف ایک مخصوص گروہ کی جانب سے مسلسل کتب کا اجرا کیا جارہا تھا، ان میں سے ایک کتاب ''دست وگریباں'' کے عنوان سے شائع ہوئی، اس کتاب پہ دیوبندی حضرات کچھ زیادہ ہی نازاں تھے۔ الحمدللہ! بندۂ ناچیز نے اس کتاب کی پہلی جلد کا دندان شکن جواب ''دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' ہدیۂ قارئین کیا تو اسے بہت پسند کیا گیا، اندرون وبیرون ملک سے بہت حضرات نے نہ صرف رابطے کیے بلکہ کتاب مذکورہ پر مبارکباد اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ اللہ رب العزت ان تمام حضرات کی دعاؤں کو میرے حق میں قبول فرمائے۔ اس سلسلے کی اب دوسری جلد پیش خدمت ہے، مگر کتاب سے قبل چند اہم گزارشات پیش کرنا ضروری ہیں۔ سب سے اوّل تو ہم اس راز سے پردہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ ''دست و گریباں'' مرتب کرنے کا شرف جناب ابوایوب صاحب کو نہیں بلکہ یہ کسی اور صاحب کی تالیف ہے، مفتی حماد لکھتے ہیں:۔

> ''کسی نے تفصیل دیکھنی ہو تو بندہ کے ہونہار شاگرد سفیان قادری کی کتاب ''دست وگریباں'' کا مطالعہ کرے۔ بریلویوں کی باہمی خانہ جنگی پر اس سے بہترین کتاب ابھی تک نہیں لکھی گئی۔'' (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، ص ۷۹)

اس حوالہ حقیقت سے نقاب اُلٹ گیا کہ مرتب صاحب جو بزعم خود مناظر بن کر اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی سعی نامشکور کرتے پائے جاتے ہیں۔ ان میں اتنی قابلیت نہیں کہ وہ اس قسم کی کاوش سرانجام دے سکیں، پھر خود لکھتے ہیں:۔

> ''یہ اس کی دوسری جلد ہے ہم نے اس کی تیاری میں اپنے اکابر کی بالخصوص متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ کی کتب سے اور رئیس المناظرین حضرت الاستاذ مولانا منیر احمد اختر صاحب کی توجہات اور افادات سے کافی فائدہ اٹھایا ہے۔'' (دست وگریبان، ج ۲ ص ۷)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

"ہم نے اس کتاب کی تیاری کے لیے پیر و مرشد متکلم السلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید معالیہ المبارکہ کی کتب سے بہت سارا استفادہ کیا ہے اور دیگر اکابر کی کتب سے حسب ضرورت مواد لیا ہے۔"

(دست و گریباں ج ۲ ص ۱۰)

مزید لکھتے ہیں:۔

"تفصیلی کلام اگر دیکھنا ہو تو متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مرشدنا کے توحید و سنت اسباق میں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے جس سے ہم نے بھی استفادہ کیا ہے اور علمی و عوامی انداز سے بھرپور ہے۔"

(دست و گریباں ج ۳ ص ۲۰۵)

نیز:۔

"اس طرح کے کئی جھوٹ ہم اور بھی دکھا سکتے ہیں تفصیل کے استاذ یم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کی حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ پڑھیں، ہم نے بھی اسی سے چند باتیں نقل کر دی ہیں۔"

(دست و گریباں ج ۳ ص ۲۸۸)

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کتاب مذکورہ میں کچھ نیا مواد پیش نہیں کیا گیا، بلکہ وہی چبائے ہوئے چنے پیش کرنے کا ہی شرف حاصل کیا گیا ہے جن کا جواب بھی صفحہ ہستی پر وجود پا چکا ہے۔

(نوٹ: حسام الحرمین پر تحقیقی جائزہ کا جواب مفتی انس صاحب کے قلم سے "حسام الحرمین اور مخالفین" کے عنوان سے منظر عام پر آ چکا ہے)، مگر جناب کی تعلیاں بھی قابل دید ہیں، لکھتے ہیں:۔

"میں نے بریلوی مناظرین سے خود سنا ہے کہ "اس کتاب نے ہمارا جنازہ نکال دیا۔" (دست و گریباں ج ۴ ص ۱۴)

؎ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

موصوف کا یہ خام خیال صرف کھلی آنکھوں کے سپنے کے سوا کچھ نہیں جو حقائق سے بعد رکھتا ہے کیونکہ تضادات، کتر و بیونت، غیر معتبر حوالہ جات اور تفردات پر مشتمل یہ مغلوبہ تو منہ لگانے کے

بھی قابل نہیں، چہ جائیکہ اس سے ایسی امیدیں لگائیں جائیں، پھر موصوف اپنی اس کتاب کی نوعیت کے متعلق کچھ یوں گویا ہیں:۔

''ہم نے اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی اور اس کے احسان وامتنان سے ایک سلسلہ شروع کیا تھا کہ اہل بدعت آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل میں مصروف ہیں اور یہ بات زیر قلم لانی اس لیے بھی ضروری تھی کہ دنیا سمجھ لے کہ جو لوگ کل تک اکابر دیوبند کو کافر کہنے والے تھے وہ آج اپنے بڑے چھوٹوں سب کو ہی کفر کے گھاٹ اُتار چکے ہیں۔۔یہ بعد کی بات ہے مگر اکابر دیوبند کی طرف رخ کرنے کی اب انہیں ضرورت ہی نہیں رہے گی۔''

(دست وگریبان ج ۳ ص ۹)

لیکن موصوف کا یہ دعویٰ نرا دعویٰ ہی ہے، جناب کے اکثر پیش کردہ حوالہ جات سے تکفیر لازم ہی نہیں آتی۔ پھر دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ موصوف نے گوھر شاہی جیسے شخص کو بھی بریلوی بنا کر پیش کیا ہے، جب اس کے نظریات نہ صرف اہل سنت بلکہ اہل اسلام سے ہی منافی ہیں، اور اس کی اجماعی تکفیر بھی ثابت ہے، مگر جناب اسے بریلوی ثابت کرنے پر مصر ہیں، لیکن اگر معاصرانہ چپقلش سے بقول جناب کے کسی کی تکفیر کالعدم ہوجائے گی، تو اس طرح کسی کو بھی کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جو اعتراض موصوف آج کر رہے ہیں، اس قسم کے اعتراضات مرزائی وشیعہ حضرات نے ان سے قبل کر چکے ہیں، کہ اہل اسلام خود ایک دوسرے پر فتویٰ بازی پر مشغول ہیں، اللہ وسایا لکھتے ہیں:

''قادیانی اپنے کفر بواح سے توجہ ہٹانے کے لیے مغالطہ دیتے ہیں کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں، وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا۔'' (آئینہ قادیانیت ص 223)

ان حضرات کو جو جواب ہمارے معاندین کی جانب سے دیا گیا تھا وہی پیش خدمت ہے کہ آپس کی فتویٰ بازی کے باوجود یہ سب آپ کے کفر پر متفق ہیں، اسی طرح بالفرض اہل سنت کے اندر بھی اختلافات ہوں، تو یہ سب آپ کی تکفیر پر متفق نظر آتے ہیں، جس کا اقرار خود مرتب صاحب کو بھی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"ساری دنیا کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنی حضرت تمام بریلوی علماء دیوبند کو کافر کہتے ہیں۔" (پانچ سو باادب سوالات، ص9)

اگر اس کے باوجود بھی موصوف مصر ہوں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس طرح کسی کی بھی تکفیر ممکن نہیں، کیونکہ معاصرانہ چپقلش سے تو صحابہ تک محفوظ نہ تھے۔ ثاقب رسالپوری لکھتے ہیں:۔

"ملک صاحب نے اصحاب صفین کے بارے میں عمار بن یاسرؓ کا ایک قول بھی نقل کیا ہے کہ:۔ "یہ نہ کہو کہ اہلِ شام نے کفر کیا، لیکن یہ کہو کہ انہوں نے فسق یا ظلم کیا" لیکن اول تو صحابہ کرام کے باہمی منازعات میں انہی کا ایک دوسرے کے بارے میں تبصرے کو محل استدلال بنانا ہی درست نہیں۔"

(حضرت امیر معاویہ اور تاریخی روایات ص ۱۷۶)

اس حوالہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت عمارؓ نے حضرت معاویہؓ کو فاسق کہا، مگر کیونکہ یہ معاصرانہ چپقلش تھی اس لیے حجت نہیں۔ کیا دیوبندی حضرات محض اس بنا پر صحابہ کو دست وگریباں قرار دینے کے لیے تیار ہیں؟ ان کے درمیان ہونی والی جنگیں کیا دست وگریباں نہیں کہلائیں گی؟ اگر لفظی جنگ دست وگریباں گردانی جاسکتی ہے تو تیر وتلوار کے ساتھ باہم لڑائی دست وگریباں کیوں نہیں؟ کیا اس جنگ کی بنیاد پر مسیلمہ کذاب سے لڑی جانے والی بھی بے فائدہ قرار پائے گی؟ کیا کوئی مرزائی کل کو یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ صحابہ کیونکہ آپس میں دست وگریباں تھے اس لیے ان کا مسیلمہ سے جہاد دلیل نہیں بن سکتا۔ پھر بات بات پر چیلنج کرنے والے حضرات کو ہمارا ابھی چیلنج ہے کہ حضرت عمارؓ کا رجوع ثابت کریں؟ اگر نہ کرسکیں تو کیا یہ حضرات محض اس بناء حضرت معاویہؓ فاسق کے لفظ سے منسوب کریں گے؟ پھر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔

"یوہیں صحابہ وتابعین وتبع تابعینؒ کے کلمات ہم چشمیوں کا ایک دوسرے پر طعن کرنا بہت سا مذکور ہے۔ جس کی طرف ایک عالم نے بھی التفات نہ کیا نہ اس کا خیال کیا کیونکہ وہ بھی بشر ہیں۔ آپس میں کبھی ایک دوسرے سے خوش رہتے ہیں۔ اور کبھی ناراض ہوتے ہیں اور رضامندی کے وقت کی بات اور ہوتی ہے۔ اور ناراضی کے وقت کی دوسری۔ تو جو شخص علماء میں سے ایک کا طعن دوسرے پر

قبول کرے۔ اس کو چاہئے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک کی تشنیع دوسرے کے حق میں قبول کرے۔ اور یوہیں تابعین و تبع تابعین وائمہ مسلمین ؒ میں بھی بعضوں کا اعتراض بعضوں کے حق میں مان لے اگر ایسا کوئی کرے گا تو غایت درجہ گمراہ اور نہایت ہی نقصان میں ہوگا۔'' (الخیرات الحسان ص ۱۸۱)

اس کتاب کا ترجمہ خود دیوبندی حضرات کی طرف سے عبدالغنی طارق صاحب کے قلم سے معرض وجود میں آچکا ہے، جسے سرتاج محدثین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور کتاب اپنے آغاز میں امین صفدر صاحب کے مقدمہ سے مزین ہے، اس کے صفحہ نمبر ۲۷۰ پر یہی عبارت موجود ہے اور ہماری طرف سے یہ حوالہ الزامی طور پر ہی پیش کیا جارہا ہے، اس لیے اسی مقام پر حوالہ کی صراحت کردی گئی ہے۔ اس عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ معاصرانہ چپقلش صحابہ کے دور سے جاری ہے، اگر اس بنا پر دست وگریباں وگمراہیت کے فتاویٰ جات لگانے کا شوق ہے تو سب سے پہلے صحابہ کرام اس کی زد میں آتے ہیں، اور اہل اسلام دست وگریباں قرار پاتے ہیں، اس لیے موصوف کی کتاب کی بنیاد ہی غلط ہے اور اگر اسے تسلیم کیا جائے تو صحابہ کے ایک دوسرے کے متعلق الفاظ کو تسلیم کرنا پڑے گا، جس کے متعلق محض ایک مثال ہم عرض کر چکے ہیں، مزید عرض کرنے سے بوجہ تحفظات احتراز برتتے ہیں، خیر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر موصوف اس پر قائم رہیں تو کیا حضرت امام ابوحنیفہ ؒ پر ان کے معاصرین کی جانب سے تنقید نہیں کی گئی؟ عبدالقدوس قارن لکھتے ہیں:۔

''حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ ؒ المتوفی ۲۳۵ھ نے ایک سو پچیس مسائل کا ذکر کیا کہ ان میں امام ابوحنیفہ نے حدیث کی مخالفت کی ہے۔''

(امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۴۴)

اس کے علاوہ خطیب بغدادی نے جو کچھ آپ ؒ کے متعلق نقل کیا، اس سے رجوع قیامت تک نہیں دکھلایا جاسکتا، کیا امام غزالی ؒ اور امام الحرمین ؒ کی تکفیر کا فریضہ ابن تیمیہ نے سرانجام نہیں دیا؟ کیا علامہ علی قاری کے قلم نے ابن عربی ؒ کو یہود ونصاریٰ سے بدتر نہیں لکھا؟ کیا مولانا روم پر فتویٰ نہیں لگا؟ کیا شیخ مجدد الف ثانی کی تکفیر نہیں کی گئی؟ کیا علامہ آلوسی نے علی قاری پر سخت تنقید نہیں کی؟ کیا شاہ ولی اللہ ؒ اس کا شکار نہیں ہوئے؟

(نوٹ:۔ان سب کا تذکرہ دیوبندی کتب میں موجود ہے) جب یہ سب کچھ موجود ہے، تو کیا اسے دست و گریباں قرار دیا جائے گا؟ اگر یہ دست و گریباں نہیں تو علماء اہل سنت کی تنقید بھی دست و گریباں نہیں۔ایسے ہی اسماء الرجال کی کتب میں روات کے متعلق مختلف بیانات موجود ہیں، امین صفدر کے افادات میں ہے:۔

''اس حدیث کا راوی محمد بن اسحق ہے، جس کے بارے میں محدثین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔امام شعبہ تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں امیر المومنین فی الحدیث۔امام مالک، امام ہشام بن عروہ، سلیمان تیمی، امام احمدؒ اس کو دجال اور کذاب فرماتے ہیں۔'' (انوارات صفدر ص 106)

کیا موصوف اسے بھی دست و گریباں اور گمراہیت سے تعبیر کریں گے، ہمارے نزدیک تو موصوف کو ان کتب کا ترجمہ فرما کر اسلامی دست و گریباں کے نام سے سلسلہ شروع کرنا ہے جس سے سو سے بھی زائد جلدیں معرض وجود میں آجائیں گی۔پھر مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''جب آپ حضرت عثمان کے دشمن ہیں اور صحابہ کے بھی دشمن ہیں تو وہ باہم صلح کریں یا لڑیں آپ کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

(معراج صحابیت ص 155)

لہٰذا موصوف کو بھی ان کے اپنے اُصول سے ہمارے اختلافات میں دخل دینے کا حق حاصل نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

جناب لکھتے ہیں:۔

''جہاں تک دفاع کی بات ہے تو ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرز تھوڑا سا تبدیل کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔''

(دفاع اہل السنۃ ج 1 ص 18)

اوراق سابقہ میں جس قدر وضاحت ہو چکی ہے، اس کی بدولت مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں! مگر لاتوں کے بھوت کیوں کہ باتوں سے نہیں مانتے، اس لیے ان کی زیافت طبع کے لیے کچھ اور چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ موصوف کے ممدوح لکھتے ہیں:۔

''ملا علی قاری حنفی شرح فقہ الاکبر میں لکھتے ہیں کہ۔۔۔ ہمارے نبی کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے۔'' (تذکیر شرح تحویر ص ۴۰)

اب یہی ملا علی قاری رقم طراز ہیں:۔

''پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف گروہ کی گمراہی میں توقف نہ کرو، پھر اگر تم پوچھو، کیا انہیں سلام کہنے کی ابتدا کی جا سکتی ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے بلکہ انہیں وعلیکم کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ یہودیوں اور نصرانیوں سے زیادہ برے ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے۔''

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ص 165)

کیا ابن عربی کی تکفیر کرنے کی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ کالعدم قرار پائے گا؟ کیا مرزائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب پہلے آپسی تکفیر کا معاملہ طے فرمائیں، پھر ہمارے متعلق کچھ عرض کیجئے گا؟ ایسے ہی گستاخِ رسول کے متعلق ابن تیمیہ کا فتویٰ نقل کیا جاتا ہے، جب کہ انہی سے امام غزالی کی تکفیر منقول ہے۔ اب کیا گستاخ رسول یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک آپسی تکفیر کو نہیں سلجھاتے، ہم پر کوئی فتویٰ نہیں۔ اب جو جواب ابوایوب صاحب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھا جائے۔ اس طرح تو دیوبندی حضرات کے فتاویٰ جات شیعہ و مرزائیہ پر کالعدم قرار پائیں گے کیونکہ یہ خود ایک دوسرے پر فتویٰ بازی میں مشغول ہیں، کچھ جھلک ہم نے پہلی جلد میں دیکھائی ہے، مزید معروضات یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

قاسم نانوتوی

محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں:۔

''مختلف اقتباسات آپ کی کتب سے ناظرین دیکھ چکے ہیں مفصل بحث حضرت

کی کتب سے دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے کوئی معنی لے رہے ہیں اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا۔'' (ندائے حق ص 575)

نیز لکھتے ہیں:۔

''مگر انبیاء کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص واشارات کے خلاف جمال قاسمی ص 15 پر فرماتے ہیں۔'' (ندائے حق ج 1 ص 721)

ایسے ہی سرفراز صاحب کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں:۔

''اور بانی دیوبند کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں پھر آپ پکے دیوبندی! یہ منطق ہماری سمجھ میں کیا آئے گی، کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آسکتی، خصوصا جبکہ بانی دیوبند کا قول محترم جناب مولانا کی تحریر کی روشنی میں قرآن وحدیث کی نصوص و اشارات کے بھی سراسر خلاف ہو۔'' (ندائے حق ج 1 ص 722)

ایسے ہی لکھا:۔

''لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔'' (ندائے حق ص ج 1 ص 636)

احتشام الحق تھانوی

''حد تو یہ ہے کہ تحریک کو ظلماً، کچل دینے والا وہ شخص تھا جو چکن کی مایہ دار ٹوپی، سیاہ چہرے، موٹی اور اکڑی ہوئی گردن والا اور ایجنسیوں کا آلہ کار تھا، جس نے تحریک کے رہنماؤں کے خلاف خواجہ ناظم الدین کو جا کر یہ تاثر دیا کہ یہ صرف احرار کی یورش ہے، علما اس کے ساتھ نہیں۔ یہ راز اُس وقت کھلا جب خواجہ ناظم الدین سے عدالت نے پوچھا کہ ایک اسلامی مطالبہ کے آئینی حل کے لیے آپ نے کوشش کیوں نہیں کی؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ میری حکومت دنیائے اسلام کے مقتدر علماء کو بلا کر یہ مسئلہ حل کرنا چاہتی تھی مگر ہمیں ایک عالم

ین نے مشورہ دیا کہ یہ صرف احرار کی شورش ہے، اسے دبا دیا جائے۔ وکیل نے پوچھا وہ کون عالم دین تھے؟ عدالت نے جواب میں کہا وہ۔۔۔تھا؟ تو خواجہ ناظم الدین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہی وہ پاک باز مخبر تھا جس نے اس زمانہ میں ظفر اللہ قادیانی کے ساتھ ایک نکاح میں ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہ کی۔"

(ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 23-24)

ید لکھتا ہے:۔

"یہ وہ ذات شریفہ تھی جو ہر چڑھتے سورج کا پجاری اور ہر ڈھلتے سورج پر تھوکنے والا ابن الوقت تھا، جو خواجہ ناظم الدین، ایوب خان، بھٹو سب کے دربار کا دربارہ، ٹوپی ہلا ہلا کر سریں لگانے والا، گویا لومڑی سے زیادہ مکار اور فریبی، تحریک ختم نبوت کی ابتدا میں شامل ہو کر بعد میں حکومت کو راز پہنچانے والا، تحریک کے خلاف حکومت کو اُکسا کر ہزاروں مجاہدین ختم نبوت کو خاک و خون میں تڑپانے والا، ناعاقبت اندیش، شرعی دُنبہ تھا۔ ناظم الدین کے زمانہ میں قادیانی ظفر اللہ کے ساتھ، ایوب خان کے زمانہ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن ملحد کے ساتھ مل کر حکومت کے دروازے پر سجدہ ریز ہونے میں جسے عار محسوس نہ ہو، آج اگر اُس کے پیروکار اسعد مدنی اور دوسرے اکابر کے خلاف بدزبانی و الزام تراشی کا وطیرہ اختیار کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہی فتنہ پرور، دل کا اندھا جاگیرداروں کی محبت میں دُھت ہو کر نام نہاد سوشلزم کے خلاف توئی بازی کرنے میں پیش پیش تھا۔ کراچی سے خیبر تک بڑے چمک دمک سے مسلح ہو کر سوشلزم کے خلاف اپنے فن کی اداکاری کرتا رہا اور جب سوشلزم کا نعرہ لگانے والے جناب بھٹو صاحب برسر اقتدار آ گئے تو اس کا حقہ بھرنے لگا۔ اس کی وڈی وخوشامدی کی مہارت دیکھئے کہ جب نظام مصطفیٰ کی تحریک چل رہی تھی تو یہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کے خلاف بدزبانی میں حکومتی آواز میں آواز ملا کر اشتراکیت کے بول بول رہا تھا۔ پھر اس کی تلون مزاجی دیکھئے کہ جس

بھٹو کے خلاف فتویٰ بازی کی اُس کے ساتھ نہ صرف خود شریک رہا بلکہ اقتدار کے مزے لوٹے۔ خود رویت ہلالی کمیٹیوں میں گیا اور اپنے جانشین کو بمعہ اس کی ٹوپی و داڑھی کے پیپلز پارٹی میں داخل کرا گیا، جو آج تک بالواسطہ یا بلا واسطہ پیپلز پارٹی کا نفس امارہ ہے۔ وہ کون شخص ہے؟ مدیر ذی احتشام سمجھ گئے ہوں گے، ہم اگر عرض کریں گے تو شکات ہوگی۔''

(ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 24-25)

ایسے ہی لکھا:۔

''جس کے بڑے زکام کا بہانہ بنا کر کے وعدہ خلافی کے عادی تھے، جنہوں نے اپنے قائم کردہ دارالعلوم سے مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبدلرحمان کامل پوری، مولانا محمد یوسف بنوری کو نکال باہر کیا اور آج اس کی انانیت وفرعونیت کی نحوست نے مدرسہ کی عمارت میں چمگادڑوں کی شکل کر کے دارالعلوم کو کسی کافر کی قبر کی طرح ویران کر دیا ہے۔'' (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 26)

اب اس سے کون مراد ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے دیوبندی مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''ان سطور میں اس حرام الدہر احراری کے منہ کے راستے اجابت کا روایتی انداز اور وہ ہذیان گوئی اور بکواس جو حکیم الامت حضرت تھانوی کے بھانجے اور شیخ الاسلام علامہ عثمانی کے سیاسی جانشین مولانا احتشام الحق تھانوی کی شانِ اقدس میں کی گئی۔'' (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 24)

سیاح الدین کا کاخیل کے حوالے سے احتشام الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

''آپ کے خط کے بہت سے بے جوڑ اجزاء ہیں مگر انہیں سمیٹنے سے دو باتیں اصل مدعا معلوم ہوتی ہیں۔ ایک بھٹو کی حمایت پر ملامت، دوسری قومی اتحاد کی مخالفت پر سوء خاتمہ کا اندیشہ۔'' (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 35)

ظفر احمد عثمانی

دیوبندی مصنف اپنے دیوبندی بھائی سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:۔

''یہ تو تم ہی ناعاقبت اندیش اور خوفِ خدا اور فکر آخرت سے عاری لوگ ہو جنہوں نے صاحب اعلاء السنن ۔۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ کو ابوالمرتد اور ابن المرتد کہا اور سن 1970ء میں کوثر نیازی کے ساتھ پیپلز پارٹی (جو اُس وقت خالص سوشلزم کا نعرہ لگانے والی تھی) اس اسلام دشمن پارٹی کے مشترکہ اسٹیج پر مولانا ضیاء القاسمی نے دارالعلوم کراچی کے دروازہ کے سامنے بھرے جلسہ میں کہا تھا کہ بھٹو کا پیشاب مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی (رحمہم اللہ) کی داڑھیوں سے زیادہ مقدس اور پاک ہے۔''

(ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص43)

قاری طیب

انظر شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''ایک بے سروپا نہیں بلکہ فحش داستان متعفن لب و لہجے میں بعنوان امریکہ میں مولانا محمد طیب کی عشق بازیاں اپنے اخبار میں شقاوتِ ازلی کا مظاہرہ کیا۔''

(مقالات حکیم الاسلام ص22)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

''ان کے سب سے بڑے حریف نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ ڈالا کہ: مجھے اندیشہ ہے کہ مہتمم صاحب کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔''

(مقالاتِ حکیم الاسلام،23)

نیز:۔

''اسی حریف کو بنگلہ دیش میں عام و خاص نے گھیر کر پوچھا کہ مہتمم صاحب جیسے دیرینہ خادم کو دارالعلوم سے کیوں جدا کیا؟ تو ظالم کا جواب تھا کہ: مہتمم صاحب دارالعلوم سے نکالنا دینی فرض ہو گیا تھا چونکہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔''

(مقالات حکیم الاسلام ص24)

ایسے ہی ناقل ہیں:۔

''تیسرے دارالعلوم کے خزانے سے ایک لاکھ چھتیس ہزار روپے کی چوری کے

(مقالات حکیم الاسلام ص 24)

مرتکب خود مہتمم صاحب تھے۔''

اگر دیوبندیوں کی آپس میں یہ چیزیں قبول نہیں تو ہم موصوف کے اُصول سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یا شیعوں کے خلاف بھی ان کے فتاویٰ جات کالعدم قرار پائیں گے۔ خیر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، مزید تفصیل اگلی جلد کے لیے مؤخر کرتے ہیں۔

ایک اور شبہ کا اِزالہ

موصوف کے اس سلسلے کی جلد چہارم دیکھنے کا اتفاق ہوا، مقدمہ میں یوں تو کئی باتیں قابلِ تبصرہ ہیں، جن پر تفصیل اپنے مقام پر ہدیۂ قارئین کی جائے گی، سر دست ہم ان کے ایک شبہ کا ازالہ کیے دیتے ہیں۔ موصوف کہتے ہیں کہ ان کی کتاب الزامی ہے اور جن کتب کے جواب میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے اُن میں فروعی مسائل کو چھیڑا گیا ہے، اس لیے اگر انہوں نے بھی چھیڑ لیا ہے تو اتنا واویلا کیوں؟ عرض ہے کہ موصوف غصّے کو تھوک دیں، اور تھوڑا تحمل سے غور کریں تو ان کے اس مغالطہ کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔ اس لیے کہ کیا ان کتب میں فروعی مسائل کو دست وگریباں سے تعبیر کیا گیا ہے؟ اور گمراہیت کا فتویٰ داغا گیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر موصوف کا یہ دعویٰ محض دعویٰ ہی ہے کہ ان کی کتاب الزامی ہے، کیونکہ ان کتب میں فروعی مسائل کی بحث ضرور ہے، مگر اسے دست وگریباں سے تعبیر نہیں کیا گیا، اس لیے ان حضرات کا فروعی مسائل کو زیر بحث لانا موصوف کو مفید اور ہمیں مضر نہیں۔

تناقض کی شرائط اور الزامی جواب

قبلہ علامہ ابو حامد رضوی صاحب نے اپنی شاندار کتاب ''یہ آئینہ انہی کے لیے'' ہے، میں دیوبندی حضرات کی کتب سے تناقص کی چند شرائط پیش کی تھیں، جس سے موصوف کافی جز بجز ہوئے، اور یہ کہنے لگے:۔

> ''اس سے یہ بات بھی ختم ہو جاتی ہے کہ جی تناقض کی شرائط دست وگریباں میں نہیں پائی جاتی؟ کیونکہ زلزلہ، لطائف دیوبند، علمائے دیوبند کی کرامات وغیرہ میں کیا یہ شرائط ملحوظ رکھی گئی ہیں؟؟ چونکہ ہم نے تو الزامی جواب دیا ہے۔''

(دست وگریباں، ج4 ص16)

موصوف کا اپنی کتاب کو الزامی جواب قرار دینا درست نہیں، اس پر ہماری چند معروضات ملاحظہ ہوں۔ جناب نے اپنے تئیں اپنی اس جسارت سراپا شرارت کو الزامی جواب قرار دیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ زلزلہ

2۔ علمائے دیوبند کی کرامات

3۔ سفید وسیاہ

4۔ دیوبند سے بریلی

5۔ دیوبندی مذہب

6۔ کلمۂ حق

7۔ تعارف علمائے دیوبند

8۔ لطائف دیوبند

9۔ آئینۂ دیوبند (دست وگریباں ج1 ص20)

اب پہلی دلیل ہماری اس سلسلے میں یہ ہے کہ موصوف کی کتاب کے تقریظ نگار نے یہ رقم کیا کہ گمراہی کا پہلا زینہ آپسی مذموم اختلافات ہیں اور انہیں کو ''دست وگریباں'' میں عوام کے سامنے لایا گیا ہے۔ موصوف کی متعین کردہ کتب اس دعویٰ سے خالی ہیں۔ ان میں سے کسی کتاب میں صاحبِ کتاب نے یہ ہرگز نہیں رقم کیا کہ گمراہی کا پہلا زینہ آپسی اختلافات ہیں، اس لیے یہ الزامی جواب ہرگز نہیں۔

پھر بقول اسی مقرظ صاحب کے کہ دست وگریباں میں مذموم اختلافات کی نشاندہی ہے اور جناب نے اس میں فروعی اختلافات پر بحث کی ہے اور انہیں اپنے تئیں مذموم اختلاف قرار دیا ہے، جبکہ ان کتب کے مصنفین نے کہیں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپسی فروعی اختلافات مذموم اور گمراہی کا سبب ہیں۔ اس لیے اس رو سے بھی موصوف کی کتاب کو محض اہلسنت کے اُصولوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ تیسری دلیل اس سلسلے میں یہ ہے کہ موصوف نے آپسی تکفیر سے یہ استدلال کیا:۔

''ہم نے اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی اور اس کے احسان وامتنان سے ایک

سلسلہ شروع کیا تھا کہ اہلِ بدعت آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل میں مصروف ہیں اور یہ بات زیر قلم لانی اس لیے بھی ضروری تھی کہ دنیا سمجھ لے کہ جو لوگ کل تک اکابر دیوبند کا کفر کہنے والے تھے، وہ آج اپنے بڑے چھوٹوں سب کو ہی کفر کے گھاٹ اُتار چکے ہیں۔۔ یہ بعد کی بات ہے مگر اکابر دیوبند کی طرف رخ کرنے کی اب انہیں ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"

(دست وگریبان ج ۳ ص ۹)

یعنی جناب کے نزدیک آپسی تکفیر سے دیگر فرقوں کی تکفیر کالعدم قرار پاتی ہے، جبکہ یہ دعویٰ بھی موصوف کی متعین کردہ کتب میں مفقود ہے۔ اس لیے جناب کا بار بار یہ راگ الاپنا کہ ہماری کتاب الزامی ہے، درست نہیں۔ اب جب یہ ثابت ہوا کہ جناب کی کتاب الزامی نہیں، اس لیے علامہ ابو حامد کے پیش کردہ حوالہ جات درست ٹھہرے اور موصوف ان کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:۔

کوکب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"ہندو کی ہولی، دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے (مگر فاتحہ ونیاز کا تبرک ناجائز ہے)۔۔۔۔۔۔ اہلِ بدعت سے ہمارا سوال ہے کہ کیا تناقض کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں؟ اگر نہیں! تو آپ نے اپنے مولویوں کو طعن وتشنیع کیوں نہیں کیا، کیا یہی دیانت داری ہے؟" (دست وگریباں ج 4 ص 16)

ہمارے قارئین! ایک دفعہ پھر موصوف کی اس عبارت کو ذرا تعمق کے ساتھ مکرر ملاحظہ کریں، موصوف کی بوکھلاہٹ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ علمائے اہلسنت بالخصوص علامہ اختر رضا خان مصباحی، علامہ ابو حامد اور بندۂ ناچیز کے دلائل سے جو ضربیں لگی ہیں ان سے موصوف کے ذہن کو کافی صدمہ پہنچا ہے، جس سے جناب کی حالت قابلِ رحم ہے۔ موصوف فرمارہے ہیں کہ کوکب صاحب نے تو تناقض کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا تو ان پر طعن کیوں نہیں؟ تو بھلے مانس انہوں نے تناقض کا دعویٰ ہی کب کیا ہے؟ انہوں نے تو ان سب عبارات کو آپ کے عقائد کے تحت نقل کیا ہے، اور آخر میں رقم طراز ہیں:۔

''اس طرح کی اور بہت سی بکواسات اور ایمان شکن باتوں سے ان دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔'' (دیوبند سے بریلی ص 27)

لہٰذا جب تناقض کا دعویٰ ہی نہیں تو اس کی شرائط کو ملحوظ خاطر کیوں رکھ جائے؟ اس لیے موصوف کے اس قسم کے شگوفے دیکھ کر ہم تو یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ شاید زاغ کے شور بے نے کچھ زیادہ ہی اثر دکھادیا ہے جو جناب ہوش وحواس سے بیگانہ ہوکر کچھ بھی لکھتے جارہے ہیں، بقول شاعر

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

معتبر، غیر معتبر کی بحث

اس حوالے سے بھی جناب کی تلملاہٹ کافی دیدنی ہے، موصوف لکھتے ہیں:۔

''تو جب اہلِ بدعت نے معتبر اور غیر معتبر کا فرق نہیں کیا، اس وقت تمہاری زبانیں گنگ کیوں تھیں؟ کیا تم گیارہویں کی کھیر چاٹنے میں یا قبروں کی مٹی چاٹنے میں مصروف تھے اور جب ہماری باری آئی تو شور شروع کردیا۔''

(دست وگریباں، ج 4 ص 18)

اس جگہ موصوف نے اس بات کا واضح اقرار کرلیا ہے کہ انہوں نے غیر معتبر کتب کے حوالہ جات دیئے ہیں، ہاں یہ کہنا کہ الزاماً دیئے ہیں، تو اس پر ہم عرض کریں گے کہ:۔

یہاں تک آپہنچے ہو باتوں ہی باتوں میں
اور مان جاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

اب موصوف کا یہ کہنا کہ الزاماً پیش کیے ہیں، یہ بھی درست نہیں کیونکہ موصوف کے پیش کردہ دلائل دعویٰ کے مطابق نہیں۔ موصوف نے پہلی دلیل ''بلغۃ الحیران'' کے حوالے سے پیش کی اور کہا کہ یہ کتاب غیر معتبر ہے اور علمائے اہلسنت نے اس کتاب سے استدلال کیا ہے۔ اس پر عرض ہے کہ موصوف کا یہ قول ان کے اپنے اکابر کے اقوال کی روشنی میں درست نہیں۔ اس لیے کہ جس عبارت پر اوکاڑوی صاحب نے نقد وارد کیا ہے اس پر خود علمائے دیوبند کا دفاع منقول ہے۔ حوالہ جات کے لیے ہماری کتاب ''ردِ اعتراضات مخبث'' کی طرف رجوع کیا جائے، لہٰذا موصوف اس سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ پھر اس کتاب کو علمائے دیوبند کی تفسیری خدمات میں شمار کیا گیا ہے، اور

الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''اگر یہ کتابیں آپ کی نہیں ہیں تو پھر ان کتابوں کی تعریف علمی خدمات کے عنوان سے ابو یحییٰ امام خان نوشہروی اور عبد الرشید عراقی اسحاق بھٹی وغیرہ میں کیوں موجود ہے؟'' (المہند اور اعتراضات کا جائزہ ص255)

ایسے ہی جواہر القرآن کو بھی علمی خدمات میں شمار کیا گیا اور اس کے متعلق موجود ہے:۔

''نہایت عمدہ اور بیش بہا علمی فوائد پر مشتمل ہے۔'' (مقالات حبیب ج1 ص75)

اب جہاں تک بات مودودی صاحب کی ہے تو کئی علمائے دیوبند ان کے ممدوح ہیں۔ جناب نے خود عامر عثمانی کو مودودی کا مداح قرار دیا ہے جبکہ سرفراز نے باوجود اس موافقت کے اسے دیوبندی تسلیم کیا ہے (اہلِ سنت کی پہچان) ایسے ہی مفتی محمد یوسف اور عدنان کاکا خیل بھی مودودی کی زلفوں کے اسیر تھے، اس لیے اگر غیر معتبر ہیں تو ایسے جان نہیں چھوٹے گی کیونکہ بقول نور محمد ترنڈی:۔

''جوہر صاحب! صرف ان کو متروک کہہ کر آپ جان نہیں چھڑا سکتے جس طرح علمائے دیوبند کا نام لیکر شرک و کفر کی فتویٰ زنی کی ہے، یہاں بھی علمائے اہل حدیث کا نام لیکر کہو وحید الزماں مشرک ہے۔'' (سوال گندم جواب چنا ص36)

لہٰذا جناب مرتب دست و گریبان صاحب! صرف غیر معتبر کہنے سے جان نہیں چھوٹے گی۔ ان سب پر بھی وہی فتویٰ لگانا ہوگا جو آپ مودودی پر لگاتے ہیں۔ [یہ گفتگو خالصتاً موصوف کے مسلمات کی روشنی میں ہے]

اہلِ سنت اور تقدیس حرمین

قارئین! اہلِ حرمین سے محبت یہ اہلِ اسلام کے قلوب میں شامل ہے، اور ان سے محبت کا درس احادیثِ نبویہ میں موجود ہے، لیکن موجودہ دور کی حکومت نجدی حضرات کی ہے، جن کی مذمت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی، امین صفدر اوکاڑوی رقم طراز ہیں:۔

''چھٹی حدیث پیغمبر ﷺ کا معجزہ ہے جو کہ بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''یعنی اے اللہ! برکت دے ہمارے ملک شام میں اور ملک یمن میں۔ وہاں کچھ نجد کے لوگ تھے، سوانہوں نے عرض کیا: و فی نجدنا۔ یعنی ملک نجد کے واسطے بھی دعا فرمایئے۔ مگر آپ ﷺ پھر بھی دعائے برکت شام و یمن کی فرمائی، پھر انہوں نے باصرار واسطے دعائے برکت نجد کے عرض کیا، تو آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ اس کے حق میں هناك الزلازل و الفتن وبها يطلع قرن الشيطن۔ یعنی ملک نجد میں زلزلے ہوں گے اور فتنے اُٹھیں گے اور اس سے نکلے گی اُمت شیطان کی۔

سو موافق اس خبر مخبر صادق ﷺ کے گروہِ وہابیہ نے جو محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار ہیں 1221ھ میں جب دیکھا کہ روم کی سلطنت کے انتظامی اُمور میں کچھ خرابی واقع ہوگئی ہے، محمد بن عبدالوہاب کے صلاح و مشورہ سے حرمین کی جانب چڑھائی کی اور ایک نیا مذہب آزادی اسلام کے پردے میں بغرض ملک گیری ظاہر کیا، اور بذریعہ اعلان عمل بالسنۃ کے تمام مقابر شہداء و مزاراتِ اولیاء کو منہدم کر کے ان مسلمانوں پر جہاد کا حکم جاری کر دیا جو حرمین میں رہائش پذیر تھے، اور ان کے مال کی لوٹ اور قتل کو جائز رکھا اور ان پر بڑا ظلم کیا۔''

(انوارات صفدر، ص 115)

جب ان کے مظالم کا علم سلطان ترکی کو ہوا تو انہوں نے اپنی فوج کے ذریعے اس فتنہ کا قلع قمع کیا، مگر انگریز کی ایما پر ایک بار پھر ان حضرات نے سلطنت عثمانیہ کی وحدت کو پارہ کرنے کے لیے حرمین پر دوبارہ قبضہ کیا۔ ان واقعات کی تفصیل کے لیے ''تاریخ نجد و حجاز'' کا مطالعہ کریں۔ اور اگر اس بات کی تفصیل مطلوب ہو کہ کس طرح ان حضرات کو انگریز نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا، تو لارنس آف عربیہ کا مطالعہ کریں۔ خیر اِن حضرات نے دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد پھر بہت سے مظالم ڈھائے، مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے ساتھ مقدس مقامات کو بھی گرا ڈالا۔ ان دل خراش واقعات کی تفصیل جہاں ''تاریخ نجد و حجاز'' میں منقول ہے، وہاں بڑے دل سوز انداز میں ''خاک حجاز کے نگہبان'' میں بھی اس کا تذکرہ مرقوم ہے اور شورش کاشمیری دیوبندی نے بھی

اپنی کتاب ''شب جائے کہ من بودم'' میں تفصیل سے ان مظالم کا ذکر کیا، جس کا تذکرہ ہمارے مقالات میں موجود ہے۔ خیر اِن نجدی قبضہ گروپ کو علمائے حرمین میں شمار کرنا درست نہیں، جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُمتِ شیطان قرار دیا ہے۔ اس لیے جن احادیث میں عرب کی محبت کا ذکر ہے، اس کا مصداق یہ حضرات نہیں، اور ان کے دیگر عقائد و اعمال سے قطع نظر، اُمت مسلمہ کی اکثریت کو مشرک قرار دینا ان کی سب سے بڑی جسارت ہے۔ تو مسلمان کو کافر کہنے کے سبب بمطابق حدیث فتویٰ لوٹتا ہے، اس لیے یہ ہمارے نزدیک بطور احتیاط ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اس کے علاوہ حجاز پر مختلف مکتبۂ خیال کے حضرات حکومت کر چکے ہیں، جن میں فاطمی شیعہ، عثمانی ترک جو کہ مسلکاً صوفی بریلوی تھے اور موجودہ نجدی ہیں، اس لیے اگر محض حکومت کی بنا پر اگر کسی کے عقائد کو درست قرار دینا ہے تو ان سب کے نظریات درست قرار پاتے ہیں۔ اگر اس سے معاندین کو اتفاق نہ ہو، تو پھر ان کا اُصول باطل ہے۔ اب ہم مرتب صاحب کے اُٹھائے ہوئے شبہات پر تبصرہ کیے دیتے ہیں۔ مرتب صاحب رقم طراز ہیں:۔

''بریلوی علماء ائمہ حرمین اور علمائے دیوبند کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔'' (دست وگریباں ج ۲ ص ۸)

محترم قارئین! علمائے دیوبند کے متعلق آخر یہ سخت موقف کیوں ہے، اس کی تفصیلات ہم جلد اوّل میں درج کر چکے ہیں، یہاں اعادہ کی حاجت نہیں اور جہاں تک علمائے حرمین کی بابت گفتگو ہے تو عرض ہے کہ فتویٰ نجدی علماء پر ہے، جو اس وقت حرمین شریفین پر قابض ہیں۔ منظور نعمانی لکھتے ہیں:۔

''نجد و حجاز کی موجودہ سعودی حکومت بھی آلِ سعود کی اسی حکومت کی گویا وارث اور جانشین ہے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اُسی طرح اپنا دینی رہنما اور امام سمجھتی ہے جس طرح ان کے پیشرو سمجھتے تھے۔''

(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص: ۲۰۱)

اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں:۔

''عبدالعزیز ابن سعود نے موجودہ امیر نجد نے مکہ معظمہ پر قابض ہونے کے

بعد اپنے مخصوص عقائد کے پروپیگنڈہ کے سلسلہ میں کتاب ''مجموعۃ التوحید'' کو شائع کر کے گزشتہ حج کے موقع پر مفت تقسیم کیا۔''

(فتنہ نجدیت کے ڈھول کا پول، ص ۱۳)

اوران نجدی وہابی حضرات کو حرمین پر قبضہ انگریزوں کی چاپلوسی کی بدولت ملا۔ مشہور دیوبندی مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی ''وہابیت'' کو انگریز کا کاشتہ پودا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقسیم ہند تک مسلمانانِ ہند کا اس بات پر اتفاق رہا کہ فرقہ وہابیہ، انگریز کا کاشت کردہ پودا ہے، جس کی آبیاری اس نے نہایت ہوشیاری سے کی اور اس سے پورا فائدہ اُٹھایا۔'' (مقدمہ حیات سید احمد ص ۲۶)

بہاء الحق قاسمی وہابیوں نجدیوں کے بارے میں کہتے ہیں:۔

''ہم پہلے ہی اس کے قائل ہیں کہ نجدی [وہابی] انگریزوں اور نصرانیوں کے ممدوح ہیں..... نجدی [وہابی] انگریزوں کے صرف ممدوح ہی نہیں بلکہ دام افتادہ غلام بھی ہیں۔'' (نجدی تحریک پر ایک نظر صفحہ ۳)

ان حضرات پر تنقید خود دیوبندی حضرات نے بھی کی ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالاتِ فاسدہ اور عقائدِ باطلہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہلِ سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی

وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے، نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے، نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔" (شہاب الثاقب، ص ۱۲۲)

مزید لکھتے ہیں:۔

"شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسولِ مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسّل دعا میں آپ کی ذات سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ نقل کفر نقل نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"

(الشہاب الثاقب ص 189)

مزید پڑھیے:

"آیا یہی طریقہ وہابیہ کا ہے، کیا یہی خیال مجددیہ کا ہے ہرگز نہیں، جس کا جی چاہے ان کے الفاظ ان کے کلمات زبانی یا تحریری سے سنے کہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی ان کی گفتگو میں پائی جاتی ہے۔" (الشہاب ثاقب ص ۹۲۲)

اسی طرح اسی کتاب میں محمد بن عبد الوہاب اور اس کے اتباع کو وہابی، خارجی اور نبوت کا

اس لیے اس کتاب کی تائید پیش خدمت ہے۔

الشہاب الثاقب کی تائید

مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک کتاب لکھی ''الشہاب الثاقب'' اس میں بہت سے مسائل لکھے کہ ہمارا اِن سے (وہابیوں) اختلاف ہے ان مسائل میں لہٰذا ہم کو ان کی طرف منسوب کرنا ٹھیک نہیں غلط ہے۔''

(مسلک علمائے دیوبند اور حبِ رسول ص 67)

سیّد احمد رضا بجنوری کے خراجِ عقیدت کا انداز کچھ اس طرح کا ہے:۔

''ہمارے اُستاذ شیخ الاسلام حضرت مدنی نے ''الشہاب'' لکھ کر وہابیہ نجدیہ اور فرقہ رضاخانیہ واہلِ بدعت کا بھی مکمل ومدلل رَد کر دیا ہے۔ ساتھ ہی اکابر دیوبند کے عقائد حقہ کا احقاق بھی بایدوشد پر فرما دیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء''

(انوار الباری ج 16 ص 457)

مزید لکھتے ہیں کہ:

''عقائد کے سلسلہ میں آپ کی مشہور معروف کتاب ''الشہاب'' بار بار شائع ہو چکی ہے، جس میں آپ نے عقائد اہل سنت اکابر دیوبند وغیرہ اور عقائد فرقہ نجدیہ وہابیہ کو تفصیل وتشریح کو الگ الگ مدون کر دیا ہے۔''

(انوار الباری ج 16 ص 452)

نیز:

''حضرت شیخ الاسلام استاذنا العلام مولانا حسین احمد مدنی نے علامہ ابن تیمیہ کی تالیفات قلمی ومطبوعہ کا مطالعہ فرمایا تھا، اس لیے علیٰ وجہ البصیرت نقد فرمایا کرتے تھے اور ''الشہاب'' تو نہایت تحقیقی تالیف ہے۔''

(انوار الباری ج 18 ص 311)

المہند اور محمد بن عبدالوہاب نجدی

سوال:- ''محمد بن عبدالوہاب حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے؟

جواب:- ''ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحبِ درمختار نے فرمایا اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے، اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں، ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے، اگرچہ باطل ہی سہی۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے ''جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے، اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو اِن کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلِ سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں، نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں، نہ تصوف میں۔'' (المہند علی المفند ص ۵۳ تا ۷۳)

نیز یہ بھی دیکھیے کہ اس کتاب پر دستخط کرنے والے علما کس مقام کے حامل ہیں۔ احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ان جوابات پر (مع دیگر جوابات کے) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صدر الاساتذہ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا احمد حسن امروہی۔ حضرت مولانا مفتی

عزیز الرحمٰن صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند وسہارنپور، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اور دوسرے ۲۲۱/اکابر دیوبند وسہارنپور کے تصدیقی دستخط ہیں، پھر ان جوابات پر تصدیقی و تائیدی بیانات اور دستخط بڑی تعداد میں اکابر علماء حرمین شریفین کے۔ پھر علما از ہر مصر وحضرات علماء شام کے ہیں (کل تعداد ستر ہے)۔"

(انوار الباری ج18 ص238)

مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

"اکابر اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کی متفقہ عقائدی اور مسلکی دستاویز کتاب "المہند" میں جو عقائد درج ہیں وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے عین مطابق اور اہل سنت والجماعت کی کتب میں صدیوں سے موجود ہیں۔"

(اکابر دیوبند اور عشق رسول ص ۵۱)

ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدّث سہارنپوری نے علمائے حرمین کو صورتحال سے آگاہ کیا تو ان حضرات نے حسام الحرمین کے الزامات کی سخت تردید فرمائی اور علمائے دیوبند کے حق میں فتویٰ اور دستخط فرمائے۔ حضرت محدّث سہارنپوری کی اس تصنیف کا نام المہند علی المہند ہے جو بارہا چھپ چکی ہے۔"

(مطالعہ بریلویت، ج ۱ ص ۲۷۴)

مزید لکھا:۔

"المہند علی المفتند مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے مولانا احمد رضا خان کی تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے جواب میں ۱۳۲۵ھ میں ہنگامی حالات میں لکھی، اس میں علمائے حرمین کے اُٹھائے ہوئے چھبیس سوالات کے بڑے واضح جوابات ہیں۔" (مطالعہ بریلویت ج ۸ ص ۲۷۷)

یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

''المہند علی المفند'' پر دورِ ثانی کے تمام اکابر (دیوبند) کے دستخط ہیں، یہی عقائد دورِ اوّل کے اکابر کے تھے اور انہی پر دورِ ثالث اور دورِ رابع کے اکابر چلے آئے ہیں۔ اس لیے ''المہند'' میں درج شدہ عقائد پر تمام اکابرین [دیوبند] کا اجماع ہے، کسی دیوبندی کو ان سے انحراف کی گنجائش نہیں، اور جو ان سے انحراف کرے، وہ دیوبندی کہلانے کا مستحق نہیں۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد دوم، ص ۶۰۱)

سید عبدالشکور ترمذی لکھتے ہیں:۔

''اس لیے یہ مجموعہ علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور ان کے عقائد معلوم کرنے کے لیے ایک تحریری دستاویز اور متفقہ مسلکی وثیقہ ہے اور مسلک دیوبند کے دیکھنے اور جانچنے کے لیے بمنزلہ اور کسوٹی کے لیے ہے، اور ساتھ ہی یہ ہر اُس شخص کا جواب بھی ہے جو علماء دیوبند کی طرف کسی بھی عقیدہ اور مسلک و مشرب کو غلط طور پر منسوب کرے۔'' (تحفظ عقائد اہل سنت ص ۶۰۴)

حافظ عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''المہند تو ایک اجماعی دستاویز ہے مشائخ دیوبند کی۔ اور اکابرین کے اس پر دستخط موجود ہیں۔'' (تنبیہ الناس ص ۶۶)

دیگر علمائے دیوبند کی تنقید

بہاء الحق قاسمی دیوبندی بھی کہتے ہیں:۔

''مکہ معظمہ اور طائف شریف پر نجدیوں کا قبضہ کیا ہوا گویا ایک خوابیدہ فتنہ تازہ ہو گیا۔ دبی ہوئی چنگاریوں سے پھر ایک دفعہ شعلے اور شرارے اُٹھنے لگے ..... میں اس اثنا میں ایک مختصر سا ٹریکٹ لکھ چکا ہوں جس میں نجدیوں کی اسلام کش حکمت عملی اور نصاریٰ پرستی کے چند واقعات لکھنے کے بعد ان کے ناقابل برداشت مذہبی تشدد کے بعض ثبوت پیش کیے ہیں۔''

(نجدی تحریک پر ایک نظر، ص ۲)

پھر کہتے ہیں:۔

''میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ وہابی تحریک کا ثمرہ کافر سازی، مشرک گری، اسلامی سلطنتوں کی تباہی و بربادی، مقاماتِ مقدسہ کی توہین اور نصاریٰ کی غلامی کے سوا کچھ نہیں۔'' (نجدی تحریک پر ایک نظر ۷)

عبدالحق حقانی نے شیخ نجد کے خلاف فتویٰ دیا:۔

''محمد بن عبدالوہاب النجدی ایک متشدد قسم کا مذہبی آدمی تھا اور اس کے پیروکار بھی اس کے نظریات کی روشنی میں لوگوں کی تکفیر میں بہت جلد بازی سے کام لیتے ہیں، حضرات علماء دیوبند اس کے عقائد اور نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی اور اس کے پیروکاروں کی تکفیر کے قائل ہیں، عوام الناس کو اس کے عقائد و نظریات سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔''

(فتاوی حقانیہ، جلد ا ص ۳۸۰)

مفتی محمود لکھتے ہیں:۔

''محمد بن عبدالوہاب کو اپنا امام اور پیشوا و مقتدا مسائل فروع مسائل فروع یا اعتقادیات میں تسلیم کرنے والا دیوبندی نہیں ہوسکتا۔ دیوبندی کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ اور خالص حنفی مسلک ہے۔''

(فتاوی مفتی محمود ج ا صفحہ ۳۱۸)

سیّد فردوس علی قصوری جو مرتب مطالعہ کے استاد بھی ہیں، منظور نعمانی سے بغاوت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس قسم کے وہابی لوگ ہمارے نزدیک خارجیوں کی قسم سے ہیں۔ شامی نے کہا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو نجد سے نکلے اور حنبلی مذہب کا بہانہ کرتے تھے حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا وغیرہ علم فقہ، علم حدیث، علم تفسیر، تصوف وغیرہ کسی چیز میں یہ وہابی ہمارے استاد نہیں ہیں اور جب تک کوئی شخص ضروریاتِ دین کا انکار نہ کرے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔'' (چراغ سنت ص ۱۵۸)

مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''ایک شخص گذرا ہے عرب میں، نام اس کا محمد بن عبدالوہاب اس نے ایک تحریک اُٹھائی جس میں ظاہر یہ کیا کہ ہم سنت کا اتباع کریں گے، بدعت کو مٹائیں گے، نافرمانیوں کو ختم کریں گے۔ چنانچہ ان کے ساتھ بہت سارے آدمی ہو گئے، اور جو شخص بھی یہ بات کہے اس کے ساتھ حسن ظن قائم ہو ہی جاتا ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو بھی یہ کہے گا کہ میں بدعتوں کو مٹاؤں گا اور نافرمانیوں کو ختم کروں گا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کروں گا تو آپ کو بھی حسن ظن قائم ہوگا کہ بہت اچھا کام ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اتباع انھوں نے کیا مگر ان کے پاس علم کم تھا۔ انھوں نے پڑھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ انھوں نے کہا میں بھی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کروں گا۔ یہی سنت ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ تھی کہ اتنی دیر تک اونٹنی مسجد میں رہی نہ پیشاب کیا، نہ پاخانہ، نہ اپنا لعاب ڈالا۔ اور انھوں نے جو طواف کیا اپنی اونٹنی پر چڑھ کر، اونٹنی نے پیشاب بھی کر دیا پاخانہ بھی کر دیا، مسجد کو خراب کر دیا۔ تو ان کے پاس علم کم تھا، اتباع سنت کا شوق زیادہ تھا۔ بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ تو حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس زمانے کی حکومت نے ان کو شکست دے دی۔''

(مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص 44)

مفتی فرید دیوبندی رقم طراز ہیں:۔

وہابی محمد بن عبدالوہاب نجدی، ابن قیم، ابن تیمیہ وغیرہ کے اتباع (متبعین) کو کہا جاتا ہے یہ لوگ توسل شرعی، زیارۃ القبور کے لیے سفر، کرامت بعد الممات وغیرہ حقائق سے منکر ہیں یہ لوگ بے ادب با ایمان ہیں ان کے پیچھے بلا ضرورت اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ فرید، ج1 ص278)

''کیونکہ یہ فرقہ سلفیہ وہابیہ خیر القرون کے کسی امام پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور ائمہ نے قرآن وحدیث کی جو تشریح کی ہے یہ فرقہ ناواقف لوگوں کو اس تشریح پر بدظن کرتا ہے اور اپنی تشریح کی طرف دعوت دیتا ہے یہ فرقہ تقلید شخصی کو شرک کہتا ہے اور ائمہ دین کو ارباب من دون اللہ کہتے ہیں اور ناواقف لوگوں کا یہ ذہن بناتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ رائے کو حدیث پر مقدم رکھتے تھے حالانکہ تقلید شخصی کی مشروعیت قرآن وحدیث اور تعامل خیر القرون سے ثابت ہے۔''

(فتاویٰ فریدیہ ج 1 ص 279)

اکابر وہابیہ اپنے افکار واعمال کے آئینے میں

شانِ نبوت میں گستاخی

مصنف الشہاب الثاقب لکھتے ہیں:۔

''شانِ نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ نقل کفر نقل نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۲۶)

ایسے ہی لکھا:۔

''وہابیہ بارگاہ نبوت میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے رہتے ہیں۔'' (نقش حیات،

ج ۱ ص ۱۲۳)

نیز لکھا:۔

''آیا یہی طریقہ وہابیہ کا ہے کیا یہی خیال مجددیہ کا ہے ہرگز نہیں، جس کا جی چاہے ان کے الفاظ ان کے کلمات زبانی یا تحریری سے سنے کہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی ان کی گفتگو میں پائی جاتی ہے'' (الشہاب ثاقب ص ۲۲۹)

اس جگہ مصنف شہاب الثاقب نے واضح لکھا کہ وہابی حضرات شان نبوت میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں، اب گستاخ رسول کے متعلق خود علماء دیوبند کا موقف بھی ہم پیش کیے دیتے ہیں، انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم یا آپ ﷺ کی توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔''

(اکفار الملحدین ص 136)

حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''جو الفاظ موہم تحقیر سرور کائنات ﷺ ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت کی نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے ولا اکافر ہوجاتا ہے۔''

(الشہاب الثاقب ص 20)

دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

''اگر کوئی شخص شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں (العیاذ باللہ) گالی بکے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (نعوذ باللہ) گستاخانہ کلمات کہے مثلاً یہ کہے کہ آپ شہوت پرست تھے وغیرہ، تو شرعاً ایسا شخص مرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کو توبہ، تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔'' (محقق ومدلل جدید مسائل ج 1 ص 61)

الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''قرآن کریم، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، اور اجماع امت کے مطابق گستاخ

رسول کی سزا قتل ہے۔ اسی بنا پر فقہ حنفی میں بھی گستاخ رسول کی سزا موجود ہے اور وہ قتل ہے۔'' (جی ہاں فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے ص 262)

روضۂ رسول کے سامنے ہاون دستہ کوٹنا

ایسے ہی شیخ نجدی کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح اذیت دی گئی، اس دل خراش واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولف انوار لباری لکھتے ہیں:۔

''حضرت شاہ صاحب نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بھی ذکر کیا اور بتلایا کہ انہوں نے اپنے دور تسلط میں ہاون دستہ لے کر روضہ عزاز نبوی کے پاس بیٹھ کر زور زوار سے کوٹا وہ لوگ حافظ ابن تیمیہ کے اتباع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی و بعد وفات میں فرق بتلانے کے لیے ایسا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔''

(انوار الباری ج 13 ص 362)

قارئین! ایک طرف یہ ظلم ملاحظہ کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے کے لیے دانستہ طور پر شور پیدا کیا جارہا ہے، اور دوسری طرف سلطنت عثمانیہ کے عشاق کا طرزِ عمل ہے کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے پتھروں کی کٹائی شہر سے بارہ میل کے فاصلے پر کی گئی جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے کاٹنے کے سبب جو شور پیدا ہوگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائے گا، مگر یہ نجدی حضرات اس عمل قبیح سے بھی باز نہیں آئے۔

روضۂ اکبر کو صنم قرار دینا

منیر احمد منور لکھتے ہیں:۔

''اب ان غیر مقلدوں کا کیا کہنا کہ جس طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی نے آنحضرت کے مزار شریف کو اسی کج فہمی کے سبب صنم اکبر قرار دے کر انہدام کا حکم لگا دیا تھا، یہ بھی ویسا ہی کیا چاہتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ خود حق تعالیٰ مانعین زیارتِ نبوی پر لعنت فرماتا ہے۔'' (شرعی فیصلے ص 654)

یہاں تو علمائے دیوبند کی طرف سے محمد بن عبدالوہاب کے نظریہ کی بظاہر تغلیط ہے، اور مولف مذکور اس عقیدہ پر کافی برہمی کا اظہار فرمارہے ہیں، مگر یہی عقیدہ ان کے اپنے حضرات کا بھی

مہر محمد میانوالوی صاحب اس عقیدہ کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

''سوا دوسال پہلے کے اس حنبلی بزرگ بہادر عالم دین سے ہمیں کئی باتوں میں اختلاف تو ہے اور تعبیر مسئلہ میں ہم اس سے زیادہ مؤدب ہیں۔ مگر نفس مسئلہ تو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔'' (ایمانی دستاویز ص308)

ایسے ہی مملکت سعودیہ کی طرف سے مفت تقسیم کیا جانے والی کتاب میں ہے:۔

''اللہ تعالیٰ مملکت سعودی کو توفیق دے کہ اسے سنت کے مطابق کردیں جیسا کہ یہ عہد صحابہ میں قائم تھے یعنی گنبد خضرا زمین بوس کردیں اور مسجد نبوی شریف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے درمیان فصل کردیں تاکہ اصحاب بدع وخرافات مردوں کو میت مسجد میں دفن کرنے اور قبروں ومزاروں پر قبے، گنبد وغیرہ بنانے پر دلیل نہ پکڑ سکیں۔'' (زیارۃ مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص146)

سل وشفاعت کا انکار

محمد بن عبدالوہاب لکھتا ہے:۔

''پس ہمارے اس دور کے مشرکین ان ولیاء کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور مشرکین عرب ان کو الٰہ کہتے تھے اور واسطہ حقیقت میں الٰہ ہی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا کسی شخص کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا وسیلہ کی نفی ہے۔''

(الجامع الفرید ص ۷۶)

ایسے ہی بہاء الحق قاسمی صاحب نے بھی وہابی حضرات کے انکار توسل وشفاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ (فتنہ نجدیت کے ڈھول کا پول ص ۱۴)

جبکہ ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''اہل السنت والجماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شفاعت وتوسل کا انکار کرے اہلِ سنت ایسوں کو حق پر نہیں مانتے۔''

(حقیقی دستاویز ص ۳۶۰)

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک منکر توسل وشفاعت

اہلِ سنت سے خارج ہے، ایسے ہی وہابی حضرات بھی توسل وشفاعت کا انکار کر کے اہل سنت سے خارج قرار پائے۔

حضور مر کر مٹی میں مل گئے

جناب قاری طیب صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''غرض یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ یہ نجدیوں کا عقیدہ ہے۔ ہمارا عقیدہ نہیں۔'' (خطابت حکیم السلام ۷/ ۹۱)

اب اس عقیدے پر دیوبندی فتاویٰ جات بھی ملاحظہ ہوں۔ جناب اللہ یار خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''ان فرقوں کی تقلید میں آج کل کے اہلسنت والجماعت ہونے کا دعوی کرنے والے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انبیا مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔۔۔ ان لوگوں کا عقیدہ اجماع امت کے مخالف ہے۔ جو شخص اجماع امت کا مخالف ہے وہ درحقیقت امت محمدیہ کا فرد نہیں اس امت سے خارج ہے۔''

(عقائد وکمالات علمائے دیوبند ص ۵۱)

ان کے متعلق مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''عرصہ پہلے وہاں امام اہل سنت مولانا احمد شاہ اجنالوی اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے شاگرد مناظر اسلام بانی سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ مولانا اللہ یار خان صاحب المتوفی 1984ء چکڑالہ ضلع میانوالی پندرہ روزہ رسالہ الفاروق نکالا کرتے تھے۔''

(ایمانی دستاویز ص 45)

ایسے ہی موجود ہے:۔

فاتح اعظم مولانا اللہ یار خان صاحب آف چکڑالہ۔ (مناظرہ باگڑ سرگانہ ص 9)

عبدالجبار سلفی صاحب نے بھی اپنی کتاب تعویذ المسلمین کے صفحہ نمبر 76 موصوف کو رئیس المناظرین تسلیم کیا ہے اور جناب کی مداح کی ہے۔ پھر غلام غوث ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''یہ دیکھو مسلمانوں میرے ہاتھ میں تذکرہ ہے اس میں لکھا ہے کہ رسول اللہ

ﷺ مر کر مٹی ہو گئے۔ کیوں مسلمانوں یہ رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے یا
نہیں سب مسلمانوں نے بیک آواز کہا: توہین ہے توہین ہے۔"
(سوانح غلام غوث ہزاروی ص 199)

...ت النبی کا انکار

...جدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی
...ت تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔
(الشہاب الثاقب ص 187)

عبدالاحد قاسمی صاحب ان کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وہ حیات النبی کے منکر ہیں جبکہ ہم زور شور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس
عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔"
(داستانِ فرار ص 157)

دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

"میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں حیات
جسمانی کے ساتھ حیات ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا
ہے وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔"
(آپ کے مسائل اور ان کا حل)

قتال و تکفیر مسلمین

ان کی قتل و غارت کی کہانی حسین احمد مدنی یوں بیان کرتے ہیں:۔

"محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اس جماعت نے چونکہ اہل مدینہ اور اہل مکہ و حجاز
کے عام باشندوں کو اس مدت اقامت حجاز میں بہت ستایا تھا لوگوں کو قتل کرنا، مار
پیٹ، لوٹنا ذلیل کرنا وغیرہ وغیرہ عمل میں لاتے رہتے تھے جیسا کہ وہاں مشہور
ہے اور صاحب ردالمحتار لکھتا ہے کہ یہ لوگ صرف اپنی جماعت کو مسلمان سمجھتے
تھے اور دوسری جماعتوں کو مشرک اور غیر مسلم کہتے تھے اور ان کے اموال اور

جانوں کو لوٹنا اور ضائع کرنا حلال جانتے تھے اس لیے اہل حرمین کو وہابیوں سے انتہائی عداوت اور نفرت تھی۔"

(نقش حیات ج ا ص ۴۳۲)

ایسے ہی علامہ شامی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"صاحب ردالمحتار لکھتا ہے کہ یہ لوگ صرف اپنی جماعت کو مسلمان سمجھتے تھے اور دوسری جماعتوں کو مشرک اور غیر مسلم کہتے تھے اور ان کے اموال اور جانوں کو لوٹنا اور ضائع کرنا حلال جانتے تھے اس لیے اہل حرمین کو وہابیوں سے انتہائی عداوت اور نفرت تھی۔"

(نقش حیات ج ا ص ۴۳۲)

نیز

"وہابی مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات میں مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے مال اور خون کو مباح جانتے ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے"

(نقش حیات ج ا ص ۱۲۶)

بہاء الحق قاسمی لکھتے ہیں:۔

"نجدی طائفہ مسلمانوں کو کافر بنانے کا جس قدر شوق رکھتا ہے۔ وہ تمام کافر گروں کی جذبات تکفیر سے بڑھ چڑھ کر ہے، ان کے مخترعہ عقائد کی کسوٹی پر نہ صرف بریلوی، نہ صرف دیوبندی، نہ صرف فرنگی محلی، بلکہ ہمارے ہاں کے غیر مقلدین، کارکنان خلافت اور حامیان نجدیہ بھی مسلمان ثابت نہیں ہو سکتے"

(فتنہ وہابیت کے ڈھول کا پول ص ۱۴)

ایسے ہی امام فخر الدین رازی، صاحب قصیدہ بردہؒ اور دیگر اکابر کی تکفیر کا تذکرہ کیا۔

(ایضاً ص ۱۱۵۔۱۶)

تقلید کا انکار

مفتی عبدالحمید حقانی لکھتے ہیں:۔

"عبدالوہاب نجدی تقلید سے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تصنیف الجامع الفرید مجموعہ آٹھ رسائل میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مشرکین نے اپنے مذہب کے کئی

اُصول بنا رکھے تھے جن میں سرفہرست تقلید تھی۔'' (اظہار الحق ص 26)

ایسے ہی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں بے شک فاسق ہیں، سوان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اور ان کو دانستہ امام بنانا حرام ہے۔''

(تذکرۃ الرشید 1/139)

لہٰذا ان فتاویٰ جات سے واضح ہو گیا کہ نجدی حضرات کے پیچھے نماز ہرگز نہیں ہوتی، اب جہاں تک المعتمد المستند کی بات تو وہاں بھی نجدی حضرات کا رد ہے جو علمائے حرمین کے خلاف تھے اور ان کا قتل بلیغ کیا، جیسا کہ المہند کے حوالے سے وضاحت ہو گئی، نجدی گروپ قبضہ گروہ ہے نہ کہ علمائے حرمین، لہٰذا ان کے عقائد کی روشنی میں ان حضرات کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اب تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو، دیوبندی مفتی لکھتا ہے:۔

''ہماری معلومات کے مطابق موجودہ امام کعبہ عقیدتاً حنبلی اہل سنت والجماعت میں سے ہے، لہٰذا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔''

(ارشاد المفتین ج 1 ص ۳۴۳)

اب اس کی بھی تغلیط ملاحظہ ہو، مفتی فرید لکھتے ہیں:۔

''بظاہر یہ شخص سلفی اور نجدی معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر یہ حقیقت ہو تو ایسے شخص کو باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ ہے۔''

(فتاویٰ فریدیہ المعروف فتاویٰ دیوبند پاکستان ج ۲ ص ۱۸۳)

مرتب دست وگریباں کو چاہیے کہ کم از کم اسے بھی دست وگریباں قرار دے، یا پھر اہلِ حق پر اعتراض کرنے سے باز رہیں۔ خیر اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی کہ علماء نجدیہ کے عقائد ونظریات گستاخانہ ہیں، جس کی بدولت ان کے پیچھے نماز ادا کرنا درست نہیں۔

حج کے ساقط ہونے کا الزام

مرتب دست وگریباں تنویر الحج کے حوالے سے حج کے ساقط ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد

''علمائے بریلوی ائمہ حرمین کو اور علمائے دیوبند کو کافر قرار دیتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام قرار دیتے تھے اور حج کے فریضہ کو ختم قرار دیتے ہیں۔''

(دست وگریباں ج ۲ ص ۱۳)

موصوف نے اس جگہ انتہائی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی، حقیقی صورتحال یہ ہے کہ اس دور میں امن وامان مفقود ہونے کے سبب حج کی ممانعت کا فتویٰ دیا گیا تھا، جس اس دور کے مخصوص حالات کے پیش نظر تھا، امین صفدر اوکاڑوی رقم طراز ہیں:۔

''محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے عرب میں قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بہت سے مزارات کو گرایا۔''اور سعود نے قبہ مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس کا مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے اور عثمانیوں کو حج سے مانع ہوا۔اور کئی برس حج سے بہر لوگ محروم رہے اور شام اور عجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا۔ترجمان وہابیہ ص ۳۶۔ اور اس نے عرب کے رہنے والوں خصوصاً حرمین شریفین کے رہنے والوں کو بہت تکالیف دیں۔ص ۴۰۔اس لیے عالم اسلام میں ان کے خلاف کافی برہمی تھی۔''

(تجلیات صفدر جلد پنجم ص ۳۴۷)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ اس دور میں وہابی حضرات نے قتل وغارت کی، اور دیگر عازمین حج کو نقصان پہنچایا کرتے تھے، اسی لیے مذکورہ بالا فتویٰ دیا گیا، مگر یہ بات بھی وہاں موجود تھی کہ:۔

''حج کو جو مسلمان جائے گا اور حج کرے گا تو حج ہو جائے گا'' (تنویر الحجہ ص ۲۵)

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے

جناب نے تصویر کے دوسرے رخ کے حوالے سے جتنے بھی حوالہ جات نقل کیے ان میں سے کسی میں بھی اس بات کی صراحت موجود نہیں کہ وہابیہ نجدیہ کا شمار حرمین طیبین کے علماء میں ہوتا ہے، بلکہ یہ تمامی حضرات نجدی ہیں، جنہوں حرمین شریفین پر بزور شمشیر قبضہ کیا، جیسا کہ اوراق سابقہ پر گزر چکا۔لہٰذا موصوف کے پیش کردہ حوالہ جات ان کو مفید نہیں۔اب جہاں تک ''کرم الدین دبیر صاحب کا حوالہ جس میں حرمین میں فقط اہل سنت کی حکومت کا تذکرہ ہے، تو ان کی مکمل

خود اس اشکال کو حل کیے دیتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

''آیت میں یرث کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لیے وہاں غاضبانہ حکومت قائم کر لے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے دُھتکار کر نکال دیا جائے۔ تو وہ یرث کا مصداق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یزید کا قصبہ غاضبانہ گنتی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخیل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ حکومت کر چکے ہیں، پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اب انہوں نے جو دخل حاصل کیا ہے، میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روز کی بات ہے وہاں سے ی ہلوگ بھی اسی ذلت وخواری کے ساتھ نکال دیئے جائیں گے۔'' (آفتاب صداقت ص ۸۲۔ ۸۳)

بہر حال یہ بات ذہن نشین رہے کہ محض حرمین پر حکومت ہونے کی وجہ سے کسی کا حق ہونا ز ثابت نہیں ہوتا۔

زید کی حکومت

دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

''زید اور بکر دونوں کا قول قابل اصلاح ہے زید کا قول اس لیے قابل اصلاح ہے کیونکہ اس نے یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دیا ہے، جبکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے صحابہ اس کی خلافت کے مخالف تھے، اس کا پورا دور خلافت خونریزی کا دور رہا ہے، اسی کی خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان و اولادوں کے خون کا دریا بہا ہے، اہل بیت کے سینکڑوں افراد کو شہید کیا گیا اس نے چند بچوں کو چھوڑ کر سب کو ذبح کرایا، مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کرائی، سینکڑوں صحابہ اور تابعین کا خون بہایا، اس کی فوج نے مدینہ منورہ کی عورتوں کی ایسی عصمت دری کی ہے کہ مدینہ کی ایسی ایک ہزار لڑکیاں حاملہ ہوگئیں جو بے شوہر

کے تھیں، شوہروں والی کتنی عورتوں کے ساتھ عصمت دری کی گئی اس کا کوئی حساب نہیں ایسی تباہ کن حکومت کو خلافت حقہ کہنا اس زمانہ کے حالات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔'' (فتاوی قاسمیہ ج2 ص401)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''یزید کا دور آیا تو اُس میں اِبتداء میں تو شہادتِ حسین ہے رضی اللہ عنہ اور اُس کا آخری کام جو ہے وہ یہ ہے کہ حرم مدینہ منورہ میں اُس نے بہت ظلم کیا بہت ظلم کیا ہے اُس نے یہ حرہ کا قصہ کہلاتا ہے اور مسلم اِبن عُقبہ مُری اُس کی طرف سے سردار تھا جیش کا، حرہ کی لڑائی تو ایک دِن میں ختم ہوگئی تھی مدینہ منورہ فتح ہوگیا تھا لیکن یزید کو غصہ تھا اُس نے بعد میں یہ حکم دیا تھا کہ تین دِن مدینہ منورہ تمہارے لیے حلال ہے اَمَرَہ اَنْ یَّسْتَبِیْحَ الْمَدِیْنَۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ۔

مدینہ منورہ میں صحابی کا بے دردی سے قتل:

''ایک صحابی کا ذکر ہے میں رات ہی پڑھ رہا تھا یعنی پرانے صحابہ میں بڑی عمر کے صحابی اِسی طرحاں کے لڑکے بھی اور یہ یزید کے دوست بھی تھے اُن کو (مسلم بن عقبہ نے) بلایا کہا کہ بیعت کرو علی اَنکُم خَوَل وَعَبِید لِیَزِیْدَ یہ بیعت کرو کہ تم خادم ہو غلام ہو یزید کے، عجیب بات تھی یہ، اُنہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلے گا اور سنتِ رسولؐ پر چلے گا تو میں اُس کے ساتھ ہوں اِس پر میں بیعت کرتا ہوں اور میں اَمیر المومنین مانتا ہوں۔۔اس نے کہا کہ تو نے نہیں کی بیعت! تو جلاد سے کہا گردن اُڑادو اِس کی۔ یہ مروان (اِس مجلس میں موجود تھا) مدینہ منورہ میں گورنر رہا تھا وہاں کا اَمیر المدینہ رہا تھا وہ جانتا تھا اِن (صحابی) کو، یزید سے اِن کی دوستی تھی یہ بھی جانتا تھا اور بہت اچھی دوستی تھی کَانَ صَدِیْقًا لِّیَزِیْدَ تو مروان صحابی سے چمٹ گیا کھڑے ہو کر اور اُس نے کہا کہ نہیں اِسے نہیں مارو، اِس نے کہا کہ میں ضرور ماروں گا قسم کھالی اور یہ حکم دیا کہ اِسے قتل کرو کیونکہ اِس وقت مروان گورنر تھا نہیں وہ تو

ساتھ تھا مشوروں میں تھا، اَمیرِ جیش جو تھا وہ مسلم اِبن عُقبہ تھا تو حکم اُس کا چل رہا تھا اِس کی تو گزارش چل سکتی تھی اُس نے کہا کہ یا تو یہ اَلگ ہو جائے اُس سے، اَلگ نہیں ہوتا تو دونوں کو مار دو حالانکہ جرم کچھ بھی نہیں نکلا، وہ صحابی کہتے ہیں میں نے بغاوت کی ٹھیک ہے میں اُس سے تائب ہوتا ہوں رُجوع کرتا ہوں اہلِ مدینہ میں سے سب نے کی تھی بغاوت یزید سے بیعت کی اور پھر اِنکار کر دیا کہ ہم اِسے حاکم نہیں مانتے خَلَعُوْا یَزِیْدَ یہ جرم میں نے کیا تھا مگر میں اَب بیعت کر رہا ہوں مگر عَلٰی سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِه، اور یہ کہ وہ اَمیر المومنین رہے میں اُسے مانتا ہوں اَمیر المومنین، لیکن وہ نہیں مانا حتی کہ مروان نے جب سمجھا کہ میں بھی مارا ہی جاؤں گا کیونکہ ایسے تو تھا ہی نہیں سلسلہ کہ وہ حکم دیں اور ذرا دیر لگے، حکم دیا ہے تو بس مارو نہیں مارے گا تو وہ اُسے مارے گا وہ مجرم ہے کورٹ مارشل ہو جائے گا فوراً ہی۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ مروان نے اُنہیں چھوڑ دیا اور وہ مار دیے گئے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اُن کے یعنی عَنْ مَّنْ قُتِلَ صَبْرًا اور "صَبْرًا" کا مطلب یہی ہے کہ اُس کو رسیوں سے باندھ رکھا تھا کَانَ مَکْتُوْفًا اور اِس طرح سے اُن کو شہید کیا۔ یہ کارروائی کر کے اُس نے بہت بڑا ظلم کیا ہے اور بڑی توہین کی ہے مدینہ منورہ کی، اِس بنا پر بعض علما نے تکفیر کی ہے یزید کی۔ بہر حال فسق تو مانا ہی جاتا ہے کہ یہ بہت بڑا فسق ہے۔

(ماہنامہ انوار مدینہ اگست 2014 ص 14۔15)

ل تشیع کی حکومت

علامہ سمہودی لکھتے ہیں:۔

''اس زمانہ میں مسجد نبوی اور مدینہ شریف پر رافضیوں کا قبضہ تھا، قاضی شہر اور مسجد نبوی کے امام و خطیب سب روافض ہی تھے، یہاں تک کہ ابن فرحون کا بیان ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں اہل سنت و جماعت کی کتابوں کو اعلانیہ پڑھ نہیں سکتا تھا۔''

(وفاء الوفا ج 1 ص 429)

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:۔

''دولت فاطمیہ کی سیاسی تاریخ مجمل طور پر یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے ایک شیعی خاندان نے قبل اس کے کہ اسماعیلی داعی اپنا عقیدہ پھیلاتے، حکومت قائم کی۔''

(تاریخ دولت فاطمیہ ص 14)

نیز لکھا:۔

''ان حالات میں بغیر کسی فوج کے بغیر کسی ساز وسامان کے، مختصر سی مدت میں فاطمی حکومت کا نمودار ہونا، قوت حاصل کرنا، بحر و بر پر چھا جانا، آگے بڑھ کر مصر وشام اور حجاز تک حدود مملک کی توسیع کر لینا، اگر اسماعیلیوں کے لیے معجزہ ہے تو ہمارے لیے بھی وہ ایک سیاسی معجزہ ہے۔'' (تاریخ دولت فاطمیہ ص 1)

اب شیعہ کے متعلق دیوبندی آراء بھی پیش خدمت ہیں، عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں:۔

''شیعو! جبکہ تم خود اپنے عقائد فاسدہ کی شہادت اور اپنے ائمہ کے ارشادات اور اپنے مجدد مائۃ حاضرہ کے فتووں کے مطابق آج کے نہیں تیرہ سو برس کے کہنہ مشق کافر و مرتد ہو۔'' (ارتداد شیعہ ص 31)

کیا اب ہمارے معاندین محض حکومت کی بناء ان حضرات کا حق ہونا تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں، تو یہ بات واضح ہوگئی کہ حق ہونے کا فیصلہ حکومت نہیں عقائد کرتے ہیں۔ پھر ابوایوب قادری لکھتے ہیں:۔

''کیا اللہ عاجز آ گیا ہے کہ کافر اس کے گھر حرم پاک میں زمانہ اسلام کے اندر نمازیں اور حج پڑھائیں۔ اگر علمائے حرمین کافر ہیں تو اللہ اپنے گھر کو ان سے پاک کیوں نہیں کرتا؟'' (پانچ سو با ادب سوالات ص 10)

نیز:۔

''احادیث میں یہ بات واضح ہے کہ مدینہ پاک ہمیشہ اسلام کا مرکز رہے گا۔ اور قیامت کے نزدیک اسلام پوری دنیا سے سمیٹ کر مدینہ میں ایسے آجائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں آجاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ بریلوی حضرات نے

ی سلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات غلط تھے؟''
(پانچ سو با ادب سوالات ص 10)

سوالات اب ہماری طرف سے دیوبندیت پر قرض ہیں؟

الے اعتراض کا جواب

رتب صاحب رقم طراز ہیں:۔

''حکومت سعودیہ کی وزارت حج و اوقاف نے کنز الایمان وخزائن العرفان پر پابندی لگاتے ہوئے مذکورہ بالا دونوں حضرات کو مشرک اور بدعتی قرار دیا ہے''

(دست وگریباں ج ۲ ص ۱۸)

قارئین! سعودی عرب کے ان غیر مقلدین نے جو پابندی عائد کی ہے اس کی وجہ بقول یہ ہے کہ ان کے نزدیک ہمارے عقائد شرکیہ ہیں۔ جب کہ یہ لوگ شرک کے معاملے میں تے ہیں، سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''موجودہ زمانے کے نجدی علماء جو اکثر رسومات بدعیہ پر بھی بلا جھجک شرک کا اطلاق کرنے سے نہیں چوکتے۔''
(سماع الموتی ص ۲۹)

لہٰذا ان کا فتویٰ شرک ہم پر حجت نہیں، پھر ان حضرات نے تو شامی و دیگر کتب موئید عقیدہ نت پر بھی فتویٰ شرک چسپاں کیا ہے، سرفراز صاحب المبرد المکی کے حوالے سے سعودی ت کا رویہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''نہایت افسوس ہے کہ سودی حکومت نے، جس پر نجدی خیالات کا غلبہ ہے، جو حافظ ابن تیمیہ کے مسلک کے پیرو ہیں، اس کتاب کا داخلہ ہی حجاز میں ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ شامی جیسی مفید کتاب ممنوع الدخول ہے۔''

(سماع الموتی ص ۱۴۰)

انور شاہ کاشمیری کے ملفوظات میں ''دالائل الخیرات'' کے متعلق یوں مرقوم ہے:۔

''دلائل میں جو "حتی لا یبقی من علمك شئی" ہے اس کی وجہ سے ابن سعود نے اس کا داخلہ حجاز میں بند کر دیا اور کہا کہ یہ شرک و کفر ہے۔ میں کہتا ہوں

اس قسم کے الفاظ دلائل کے درست ہیں۔'' (ملفوظات محدث کاشمیری ص ۲۰۲)

اس حوالے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس چیز کو مجدی حضرات شرک کہتے ہیں، وہ خود علماء دیوبند کے نزدیک شرک نہیں، اس لیے ان کی لگائی گئی پابندی بھی حجت نہیں۔ پھر اگر ان کا پابندی لگانا اتنا ہی معتبر ہے، تو آیئے ذرا ہم ان کو گھر کی سیر کروائیے دیتے ہیں، موجودہ سلفی حضرات عقیدہ توسل کو کفر وشرک گردانتے ہیں، چنانچہ ان کے اس عقیدہ کے متعلق خود علمائے دیوبند لکھتے ہیں:۔

''یہی وہ توسل ہے جسے سلفی علماء شرک قرار دیتے ہیں'' (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۱۴۸) ''لیکن ابن تیمیہ اور سلفیوں کو اس میں تردد ہے اور ان کے نزدیک یہ شرک ہے فتاویٰ حرم مکی میں ہے: جو توسل ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ انسان مخلوق کو وسیلہ بنائے، یہ ناجائز وحرام ہے'' [جلد ا ص ۱۵۰] فتاوی ابن العثیمین میں ہے:۔ ''مردوں سے سوال کرنا اور ان سے وسیلہ پکڑنا حرام اور از قبیل شرک ہے'' [جلد ا ص ۲۴۳]''

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۲۱۸)

''انبیاء اور اولیاء سے انکی زندگی اور وفات کے بعد توسل کے بارے میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر اللہ سے توسل جائز ہے، چاہے وہ نبی ہو یا ولی ہو، زندہ ہو یا مردہ ہو۔ اب آپ ہی بتایئے کہ کیا شیخ ابن عبدالوہاب کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے؟ شیخ ابن عبدالوہاب نے اپنی کتاب ''کتاب التوحید'' میں اس مسئلہ کے بارے میں کلام کیا ہے اور غیر اللہ سے توسل کو انہوں نے امر منکر قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ سلیمان بن عبداللہ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب ''تیسیر العزیز فی شرح کتاب التوحید'' میں اس مسئلہ پر بحث ہے اور توسل لغیر اللہ کے جواب کے قائلین کی انہوں نے گردن کاٹ کر رکھ دی ہے۔ توسل کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ آپ کے سامنے ہے، یہ بات صرف عقیدہ کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس پر ان کا عمل بھی چلا آرہا ہے، یہاں ہم انکے اس عقیدہ پر عمل کے چند نمونے پیش کرتے ہیں،

وہی عقیدہ جو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور تمام سلفیوں کے ہاں شرک اکبر ہے۔''

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۲۲۱)

''اس عبارت میں مولانا نے انبیاء، صلحاء اور مقرب فرشتوں کی ارواح کو وسیلہ بنا کر دعا کی ہے نیز حضرت امام حسن، شیخ عبدالقادر جیلانی، علامہ ابن تیمیہ اور حضرت مجدد الف ثانی کی ارواح کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس طرح کا توسل سلفیوں کے مذہب میں شرک، کفر، بدعت و گمراہی ہے۔''

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۲۲۲)

جبکہ علمائے دیوبند توسل کے قائل ہیں، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں، حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

''یہ مقدس اکابر ہمیشہ اولیاء کرام و انبیاء عظام سے توسل کرتے رہتے ہیں اور اپنے مخلصین کو اس کی ہدایت کرتے رہتے ہیں جس کو وہابیہ مثل شرک ناجائز و حرام جانتے ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصیدہ طویلہ دربارہ توسل مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ تحریر فرمایا ہے''

(الشہاب الثاقب ص ۱۹۹)

نیز لکھتے ہیں:۔

''مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز مترسلین کو ہمیشہ توسل اولیاء طریقت کا ارشاد فرماتے رہے اور شجرہ طیبہ خاندان چشتیہ قدوسیہ امدادیہ ان کو عطا فرماتے تھے۔''

(الشہاب الثاقب ص ۱۹۹، ادارہ تحقیقات اہل سنت بلال پارک، بیگم پورہ، لاہور)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا۔ اور چونکہ آپ کا اس کے لیے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔'' (نشر الطیب ص ۳۰۰)

مفتی محمد شفیع احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

''اور حقیقی طور پر اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست

سوال دراز نہ کرے۔ کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا اس کے منافی نہیں ہے۔" (معارف القرآن ج ا ص ۲۹)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ توسل کے مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے اور اس کی قسمیں بیان کرتے ہوئے آخر میں رقم طراز ہیں:۔ اور توسل کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور نے جائز قرار دیا ہے" [البوادر النوادر ص ۴۶۱] اس سے معلوم ہوا کہ توسل کی یہ صورت جمہور علماء کرام کے نزدیک جائز ہے بزرگان دین اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا توسل اسی صورت میں ہوتا ہے جس کے جواز میں کلام نہیں۔"

(تسکین الصدور ص ۴۰۷، طبع اپریل ۲۰۱۷ء مکتبہ صفدریہ، نزد نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

دیوبندی مفتی رقم طراز ہیں:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی عظمت شان کے توسل سے دعا مانگنا صحیح احادیث شریفہ سے ثابت ہے؛ لہٰذا آپ کے توسل سے دعا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ قبول دعا کا موجب بھی ہے" (فتاویٰ قاسمیہ ج ا ص ۴۵۰)

ایسے ہی ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

"لہٰذا اولیاء اللہ اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے"

(کتاب النوازل ج ا ص ۳۴۷)

ساجد خان صاحب "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

"کوئی محض شوقیہ طور پر عشق و محبت میں یا بطور توسل ان الفاظ کو پڑھتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں" (تذکیر شرح نخومیر ص ۱۲۸)

فتاویٰ جات کا یہ سلسلہ یہی ختم نہیں ہوتا، علماء دیوبند قبور سے فیض کے قائل ہیں۔ المہند میں ہے:۔

ب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے
فیوض پہنچنا سو بے شک صحیح ہے"
(المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۷۴، ادارۃ الرشید کراچی)

لفیوں کا عقیدہ واضح کرتے ہوئے ابوبکر غازیپوری لکھتے ہیں:۔
بروں اور اصحاب قبور سے طلب فیض جو صوفیاء کے ہاں معروف ہے سلفیوں
ے نزدیک حرام اور اعمال شرکیہ میں سے ہے۔"
(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۲۱۴)

علق ان کا عقیدہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
"جھاڑ پھونک، تعویذات وعملیات کے باب میں ابن تیمیہ اور ان کے اصحاب
نیز عرب سلف مشائخ کا کیا عقیدہ ہے، جن حضرات کو ان کی کتابوں کے مطالعہ
کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ان حضرات کے نزدیک تعویذ
گنڈوں نیز دیگر عملیات کے ذریعہ مصیبتوں، بیماریوں اور آفتوں میں راحت
چاہنا خالص مشرکانہ عمل ہے۔" (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۱۸۶)

بندی حضرات کے نزدیک تعویذات کرنا درست ہے، مفتی شبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں:۔
"تعویذ گنڈے کرنا قرآن وحدیث کی رو سے قرآن کی آیتوں اور حدیث کی
دعاؤں کے ذریعہ سے اسلامی حدود میں رہ کر جائز اور درست ہے، حدیث سے
اس کا ثبوت ملتا ہے، ہمارے ہندی علماء اسی پہلو سے تعویذ گنڈے کی اجازت
دیتے ہیں۔" (فتاویٰ قاسمیہ ج ۴ ص ۱۵۷)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔
"تعویذ پر اُجرت لینا درست ہے، بشرطیکہ دھوکہ بازی نہ کرے اور خلاف شرع
تعویذ نہ کرے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز بھی درست ہے۔"
(فتاویٰ قاسمیہ، ج ۶ ص ۳۱۷)

نیز لکھتے ہیں:۔
"تعویذ پر پیسہ لینے کی گنجائش تو ہے مگر نہ لینا بہتر ہے، اور ایسے امام کے پیچھے

نماز بہر حال صحیح ہو جائے گی۔" (فتاویٰ قاسمیہ، ج ۶ ص ۳۱۸)

مفتی رضاء الحق لکھتے ہیں:۔

"تیسری بحث یہ ہے کہ اسے تعویذ بنا کر گھروں میں حفاظت کے لیے لٹکانا کیسا ہے جیسا کہ آج کل اس کا وراج عام ہے۔ اور کہیں یہ بدعت تو نہیں ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔" (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج ۱ ص ۳۲۱)

لہٰذا اگر ہمیں مشرک گرادننے کا شوق ہے، تو یہی فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں بھی قبول ہونا چاہیے، خیر ہم نے اختصار کے ساتھ چند معروضات پیش کر دیں ہیں، اس پر تفصیل ہماری کتاب "کنز الایمان اور مخالفین" میں موجود ہے۔

کچھ ہماری طرف سے

قارئین! اس جگہ وہابی نظریات سے آگاہی کے بعد اس بعد کا تذکرہ ضروری ہے کہ جہاں ان حضرات کی علماء دیوبند نے تردید کی ہے، وہاں ریالوں کی خاطر ان کا قلم مداح وہابیہ کرنے سے بھی نہیں چوکا، رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی حنبلی کا ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۳۵)

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"وہابی دراصل شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پیروؤں کو کہتے ہیں، یہ لوگ مقلد ہیں اور اہل سنت والجماعت یہ حضرت امام احمد بن حنبل کی فقہ کے پیرو ہیں۔"

(آثار التشریع از مرتب مطالعہ بریلویت ج ۱ ص ۳۷۵)

یہی صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"خانۂ کعبہ ہمارا صرف قبلہ نماز نہیں سمت ہدایت بھی ہے۔ ہم سعودی عرب کو اپنا

نی مرکز سمجھتے ہیں۔ یہ سرزمین اب قیامت تک کے لیے دارالایمان ہے یہ
فرستان نہیں ہوسکتی۔ یہاں حق ہمیشہ کے لیے داخل ہوا ہے اور کفر ہمیشہ کے
لیے بھاگا ہے۔" (عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت ص ۹۵۔۹۶)

ءالرحمٰن فاروقی لکھتا ہے:۔

"شیخ محمد بن عبدالوہابؒ آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک
راہوں میں تعلیم وتربیت کا ستارہ ہے، ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصاب
تعلیم کی زینت ہیں اسی وجہ سے عرب کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ عقائد توحید وسنت
میں اس قدر وثوق اور اعتماد سے معمور نظر آتا ہے کہ بسا اوقات ان کے یقان و
اذعان کی اس حالت پر نہ صرف یہ کہ حیرت ہونے لگتی ہے بلکہ ہمارے ہاں بعض
عالم بھی علمی اعتراف کے باوجود یقین کی ایسی دولت سے محروم نظر آتے ہیں۔"
(فیصل ایک روشن ستارہ ص ۱۰۴)

خلیل احمد سہارنپوری کے یہ الفاظ نقل کیے گئے:

"الغرض میں جہاں تک خیال کیا اہل سنت کے عقائد سے ذرا بھی انحراف نہیں۔"
(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق ص ۴۳)

حسین احمد مدنی کا جو رجوع پیش کیا گیا، اس کے الفاظ یوں ہیں:۔

"بہت سی باتیں کچھ اصل بھی رکھتی ہیں مگر نہ ایسی کہ جن کی وجہ سے ان کو فرقہ
ناجیہ سے نکالنا جائز ہو سکے یا جمہور اہل سنت و جماعت کا مخالف قرار دے کر
ان پر تبرہ کیا جائے۔" (فتاویٰ شیخ الاسلام ص 178)

ابوالحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ایک نامور معاصر اور عظیم مصلح، مجدد کے ایک ممتاز عالم
اور صاحب عزیمت داعی و مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان التمیمی،
الحنبلی (۱۱۱۵۔۱۲۰۶ھ) (۱۷۰۳۔۱۷۹۲ء) ہیں۔"
(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۳۹۴)

یوسف بنوری لکھتے ہیں:

''ہماری نظر میں سعودی حکومت ممالک عرب بلکہ اسلامی دنیا میں ایک بہترین حکومت ہے۔ وہاں دینی نظام علمائے دین کے متعلق ہے اور اس کا تمام تر انحصار علماء ومشائخ کے مشوروں پر ہے۔''

(مودودی صاحب کے افکار ونظریات ص56)

رجوع کی کہانی اور دیوبندی پریشانی

قارئین! یہ تضاد بیانی علماء دیوبند میں کافی پریشانی کا سبب بنی، اب اس تضاد کے الزام کو اُٹھانے کے لیے علماء دیوبند نے مختلف حضرات کے رجوع کروانے شروع کر دیئے۔ کسی نے گنگوہی صاحب کا رجوع کروایا اور کسی نے حسین احمد مدنی کے متعلق یہ افواہ پھیلائی، خیر ہم تفصیل سے اس دلچسپ کہانی کو علماء دیوبند کے حوالہ جات کی روشنی میں بطور تاریخی ریکارڈ ہدیۂ قرطاس کیے دیتے ہیں۔ ہم گنگوہی صاحب کا بیان اوراق سابقہ پر نقل کر چکے کہ:۔

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی حنبلی کا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

اس بیان کی تائید کرتے ہوئے سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''لیکن ان کے بارے صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے۔''

(تسکین الصدور ص 266)

حبیب اللہ ڈیروی بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ نجدیوں کے عقائد عمدہ ہیں۔''

(رضا خانیت اور تقدیس حرمین ص 6)

اس جگہ علمائے دیوبند کی جانب سے رشید احمد گنگوہی صاحب کی تائید کی جا رہی ہے، مگر

گنگوہی صاحب کے رجوع کی کہانی بھی قلم سے قرطاس پر منتقل ہوتی نظر آتی ہے،
ف لکھتے ہیں:۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ
ں ابن عبدالوہاب کی توثیق کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا رشید احمد
گنگوہی نے اس قول سے الکوکب الدری ص ۳۴۵ ج ۲ میں رجوع کیا ہے اور
عتبار مرجوع الیہ قول کو ہوتا ہے نہ قول مرجوع عنہ کو۔"

(پنج پیری دیوبندی نہیں، ص ۱۱)

یسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پورے حالات ابتداءً حضرت گنگوہیؒ کو نہیں
معلوم تھے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱، ص: ۲۲۲ قدیم ایڈیشن مطبوعہ
۱۳۴۸ھ کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دہلی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور
چوں کہ ہر مسلمان سے نیک گمان رکھنے کا حکم ہے۔ اس لیے بناء بر حسن ظن
حضرت نے یہ کلمات تعریفی فرمائے ہیں۔ اگر اس کے پورے حالات کا علم
حضرتؒ کو ہو گیا ہوتا تو ہرگز حضرتؒ کے یہ خیالات نہیں رہ سکتے تھے۔ کیوں کہ
اس شخص نے بہت سے مسائل میں اہل سنت والجماعت کے مسلک کا خلاف کیا
ہے۔ تقلید کو شرک بتایا ہے۔ مقلدین کو مشرک گردانا ہے۔ ائمہ اربعہ کے خلاف
بہت زہر اُگلا ہے۔ حرمین شریفین پر تغلب کر کے وہاں کے بہت سے علماء و
مشائخ وعامۃ المومنین کا قتل عام مچایا تھا۔ جیسا کہ: شامی، ج: ۳، ص: ۴۲۷۔
اور مکتوبات شیخ الاسلام مدنیؒ، جلد: ۲، ص: ۲۹۸ کے مکتوب، ص: ۱۱۹ سے نیز
"الشہاب الثاقب" اس کے ص: ۴۶-۴۸-۷۳۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس
کے علاوہ اس کے بہت سے اعتقادات اہل سنت والجماعت کے عقائد کے
خلاف ہیں۔"

(فتاویٰ نظامیہ ج 1 ص 150)

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ کوئی گنگوہی صاحب کا رجوع کروانے پر مصر ہے اور کسی

صاحب کے نزدیک ان کی معلومات درست نہیں، خیر ایسے ہی حسین احمد مدنی کا بھی رجوع کروایا گیا، اور پیش کردہ رجوع 1925 کا ہے۔ (اکمل البیان ص 9، سفید وسیاہ پر ایک نظر ص 55، شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص 93، فتاویٰ شیخ الاسلام ص 178)

جبکہ اس وقت ہمارے سامنے مکتوبات شیخ الاسلام کی جلد نمبر دو موجود ہے، اس میں ٹانڈوی صاحب سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا آپ کا شیخ محمد بن عبد الوہاب کے متعلق وہی مسلک ہے یا رجوع کر لیا، تو موصوف لکھتے ہیں:۔

''اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلافِ کرام کا ہے، محمد بن عبد الوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ردالمحتار حاشیہ درمختار'' میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتیٰ بہ کتاب ہے، جلد ثالث ص ۳۳۹ میں بھی لکھا ہے۔ صاحبِ ردالمحتار علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں، ۱۲۳۳ھ میں جب کہ محمد بن عبد الوہاب نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے وہ حج کے لیے مکہ معظمہ گئے ہیں، جیسا کہ انہوں نے جلد اوّل ص ۶۷۴ میں تصریح کیا ہے، پس وہ جس قدر محمد بن عبد الوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں، دُور دُور کے رہنے والے اور زمانہ مابعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہو سکتے۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام ج 2 ص 344، فتاویٰ شیخ السلام ص 178)

اس مکتوب کے آخر میں 1370ھ مرقوم ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ج 2 ص 346)، جو 1949 یا 1950 بنتا ہے، یعنی رجوع کے پچاس سال بعد حسین احمد ٹانڈوی صاحب کی اس تردید فرما رہے ہیں، لہٰذا ان صاحبان کا پیش کردہ رجوع جعلی ہے۔ دیوبندی مفتی گوھر شاہ فرماتے ہیں:۔

''میری اپنی رائے یہ ہے یہ جو آپ کتب کے نام لے رہے ہیں نعمانی صاحب کی یا حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی رجوع کی باتیں کر رہے ہیں میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ یہ رجوع کے اقوال درست نہیں وہ سے تاریخیں

ست نہیں جیسا کہ مکتوبات شیخ الاسلام صاحب کی اس پر دال ہیں۔ آپ نے
یک جگہ فتاوی شیخ الاسلام صاحب کی بھی بات کی تھی اصل فتاوی جو تھا اس میں
ہے کہ میں نے رجوع نہیں کیا یہ جو آپ نے بات کی تھی یہ مرتب کی بات تھی۔
ہر حال اس پر پھر کسی وقت بات کریں گے۔''

(مناظرہ کیا معجزہ و کرامت اختیاری ہیں؟ ص 229)

اہ اور تحذیر الناس

رتب صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ مذہب مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو
رہے ہیں ملت اسلامیہ اور ملک پاکستان کے تحفظ کے لیے نہایت ضروری ہے
کہ مسلمان اب خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ حفاظت اسلام کو اپنی حقیقی
نصب العین قرار دیں۔ ہونا تو یہی چاہئے مگر افسوس اور بدقسمتی آج کے اس دور
میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں، جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں
اور نہ ہی خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے ان کی روزی یہی ہے کہ مسلمانوں کو آپس
میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کریں۔'' (دست و گریباں ج ۲ ص ۲۳)

مرتب صاحب نے اس جگہ خود کو اتحاد امت کا داعی بنا کر پیش کیا ہے، جو صرف مگر مچھ کے
یں اور ان کا مقصد صرف سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا ہے، جیسا کہ خود ان کے اپنے لکھتے ہیں:

''جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک اور بھولے بندوں کو
متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے۔''

(فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۹، ادارہ اشاعت الاسلام، جامع مسجد لائل پور)

موصوف بھی اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور خود کو عامۃ الناس کی نگاہ میں امت کے درد
لبریز مسیحا کے روپ میں پیش کرنا چاہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ امت میں افتراق و انتشار کا بیج
نے والے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے خود دیوبندی حضرات ہیں۔ یہ بات محض الزام یا
ی مسلکی تعصب کا شاخسانہ نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے، جسے خود علماء دیوبند نے بغیر کسی فرد

گذاشت کے آشکار کیا ہے، دیوبندی حضرات کے اکابرین میں سے ایک نام اسماعیل دہلوی صاحب کا بھی ہے، اور امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا سہرا انہیں صاحب کے سر ہے۔ موصوف کی تالیف کردہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' نے امت کی متحد اکثریت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، سید احمد بجنوری دیوبندی ''تقویۃ الایمان'' کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

''افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کڑوڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی، ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔''

(انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۰۷)

انور شاہ کاشمیری کے حوالے سے یوں تحریر کرتے ہیں:۔

''حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید کا رسالہ رد بدعت ''ایضاح الحق الصریح'' بہت اچھا ہے اور میں تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں غالباً ضرورت وقت کے ماتحت لکھی تھی حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب، حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب، مومن خاں شاعر (جامع عالم تھے اور اسی خاندان کے شاگرد تھے) پانچواں نام احقر کو یاد نہیں رہا (ارواح ثلاثہ ص ۶۱ میں بھی یہ قصہ ہے اور نام زیادہ ہیں) ان پانچ اشخاص کو یہ کام سپرد ہوا تھا کہ تقویۃ الایمان کے الفاظ ع مضامین پر غور کریں اور بدلنے کا بھی اختیار دیا گیا تھا، ان میں سے تین کی ایک جماعت ہوگئی اور دو کی ایک جماعت ہوگئی، ایک نے کہا ایسے الفاظ مناسب نہیں، دوسرے نے کہا کہ بات سچی صاف صاف کہنی چاہئے اور بغیر تیز کلامی کے نکھار پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت کے سامنے اس رسالہ کی محدّثانہ نقطہ نظر سے بھی خامیاں ضرور رہی ہوں گی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں راضی نہیں ہوں کہ محض ان عبارات کی وجہ سے بہت جھگڑے ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ منصب امامت اور اُصول فقہ کا رسالہ بھی بہت اچھا لکھا ہے اور یہی بات کہ ''میں راضی

نہیں ہوں اس رسالہ سے'' مجھے مرحوم مولانا نانوتوی سے بھی پہنچی ہے، حالانکہ وہ مالک تھے مولانا اسماعیل کی محبت میں اور مجھے سب سے زیادہ محبت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے ہے اسی خاندان میں سے مذکورہ بالا قصہ مجھ کو نہایت موثق ذرائع سے پہنچا ہے اس سے زیادہ ممکن نہیں۔''

(ملفوظات محدث کشمیری ص178)

ایسے ہی قاضی شمس الدین درویش صاحب لکھتے ہیں:۔

''انگریزوں نے مسلمانوں میں سر پھٹول پیدا کرنے کے لیے کسی کم علم دیہاتی مولوی سے گنواری اردو میں یہ کتاب لکھوائی'' (غلغلہ ص ۱۸)

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ تقویۃ الایمان امت مسلمہ میں افتراق وانتشار کا سبب ہے، اور اس کے کتاب کے متعلق علماء دیوبند کے قطب الاقطاب کے ریمارکس بھی قابل مطالعہ ہیں، وہ لکھتے ہیں:۔

''کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ج1 ص21، ج3 ص16)

اب ہمارے قارئین بتائیں جو حضرات امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی کتاب کے متعلق عین اسلام ہونے کا فتویٰ دیں، پھر اتحاد امت کے داعی کے طور پر اپنا تعارف کروائیں تو اسے اداکاری ہی کہا جائے گا، لہٰذا موصوف اقراری مجرم ہونے کے باوجود اداکاری کرنے میں مصروف ہیں، اور دوسروں کو اس کا مرود الزام کا ذمہ دار ٹھرا رہے ہیں، لیکن بقول تھانوی صاحب:

''یہ بھی ایک بڑا مرض ہے کہ دوسروں کے اقوال افعال قصے جھگڑے لیے پھرتے ہیں ارے پنی خبر لو دوسروں کے تو صرف مکھیاں بھنک رہی ہیں اس پر اعتراض ہے اور اپنے کیڑے پڑ رہے ہیں، ان کی بھی فکر نہیں انسان کو اپنی فکر ضروری ہے۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج۸ ص۸۷)

مرتب صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''اس وقت سب سے خطرناک فتنہ ''فتنہ تکفیر'' امت ہے۔جس کا صحیح مصداق مصداق ملت بریلویت کے علماء ومفتیان کرام ومشائخ عظام ہیں۔''

(دست وگریباں ج ۲ ص

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

عجیب معاملہ ہے کہ امت کی اکثریت کو شرک جیسے ناقابل معافی جرم میں ملوث قرار د کے بعد خود اس جرم پر تاسف کا اظہار کیا جائے رہا۔قارئین! ان حضرات نے امت کی اکثری مشرک قرار دیا اور ایسا کرنے کے لیے دھوکہ دہی سے کام لینے سے بھی گریز نہیں کیا گیا، خود ا دیوبند کے بیانات ہمارے اس دعویٰ کی سچائی پر مہر ثبت کرتے ہیں، اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:۔

''یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۹، شمع بک ایجنسی لا

نورالحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''تو یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا فرد ہو، اور پھر بھی مشرک ہو، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج یہ ممکن ہی نہیں بلکہ اکثر ہے۔''

(توحید وشرک کی حقیقت ص ۳۵، عمر فاروق پبلشرز۔اردو بازار، ا

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوئی کہ امت مسلمہ کو شرک کے تمغہ سے نوازنے خانوادہ دیوبند کو ہے اور اس عمل قبیح کو سرانجام دینے کے لیے نصوص میں تاویل سے بھی گر گیا، اسماعیل دہلوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کی جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا ہے۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۶۸، آپ بیتی ج 2 ص 194)

یعنی اُمت مسلمہ پر شرک کا فتویٰ صادر کرنے کے لیے اگر نصوص کی تاویل کرنی پڑی

کے اپنوں نے سرانجام دیا ہے۔ اس کے بعد مرتب لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خان ۱۳۲۳ء میں ایک تکفیری فتویٰ لکھا تھا جس میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر معاذ اللہ انکار ختم نبوت کا الزام لگایا تھا اور حسام الحرمین کے نام سے چھاپ کر شائع کیا۔ اس میں علماء اسلام کے بارے میں لکھا کہ یہ قطعی کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

(دست وگریباں ج ۲ ص ۲۳)

مرتب اس جگہ حقائق سے غض بصر کرتے ہوئے مظلوم بننے کی سعی ناکام میں ملوث پائے گئے ہیں، اگر انہوں نے تکفیر کا تذکرہ کیا تھا تو بقول عامر عثمانی اس کی معقول وجوہات کا ذکر بھی ضروری تھا۔ موصوف دردمندانداز سے اتحاد کا ذکر تو کرتے ہیں مگر یہ بتلانے کی زحمت گوارا کیوں نہیں کرتے کہ آخر اس اتحاد کی راہ میں رکاوٹ کون ہے؟ اگر کسی پر کفر جیسا سنگین فتویٰ لگایا گیا ہے تو آخر اس سے ایسا کونسا سنگین جرم صادر ہوا جس کی بنا پر وہ اس سخت قسم کے فتویٰ کا مستحق ٹھہرا؟

قارئین! تاریخ کا طالب علم اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے اقتدار حاصل کرنے اور اسے دوام دینے کے لیے غدار پیدا کیے، جنہون نے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرتے ہوئے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کیا تا کہ مسلمان کبھی متحد ہو کر ان کے خلاف نبرد آزمانہ ہوسکیں۔ ہندوستان کے خاص حالات کے تناظر میں ایک نام مولوی اسماعیل دہلوی کا ہے جس نے نا صرف تقویۃ لایمان نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کو دست وگریباں کیا بلکہ عملا بھی انگریزوں کی حمایت کا حق ادا کیا، جس پر خود علماء دیوبند کی کتب شاہد ہیں [تفصیل عرض کی جا چکی ہے] خیر بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم قارئین کی توجہ ایک اہم نقطہ کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جناب نے اپنی کتاب ''تقویۃ لایمان'' میں ایک عبارت لکھی:۔

''اس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے اگر چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۴۱)

اس عبارت جو لکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ نئے نبی کا راستہ صاف کیا جا سکے، اس لیے اس کتاب میں انبیاء کیے مرتبہ کو بہت گرا کر پیش کیا، ان کی شامن اقدس میں طرح طرح کے نازیبا الفاظ استعمال کیے اور انہیں بطور ڈاکیہ اور عام آدمی کے متعارف کرانے کی سعی فرومایہ سرانجام دی۔ مثلاً یہ صاحب لکھتے ہیں:۔

''سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۴۷)

مزید لکھا:۔

''اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۲۰)

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا:۔

''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔'' (تقویۃ الایمان ص)

ایسے ہی لکھا:۔

''جس کا نام ''محمد'' یا ''علی'' ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۵۵)

مگر دوسری طرف اپنے پیر کی شان کو بڑھاتے چڑھا کر پیش کیا گیا، لکھتے ہیں:۔

''پھر آپ کی اجازت اور استفسار کے لیے جناب حق میں متوجہ ہوئے۔ اور عرض کیا کہ بندگان درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے، اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کی پاس کرتا ہے اور حضرت حق کے اوصاف کو اخلاق مخلوقات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ اگرچہ وہ لکھوکھا ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔''

(صراط مستقیم ص ۲۲۲، مکتبہ الحق)

قارئین! اس ستم ظریف کا حوصلہ ملاحظہ کریں کہ ایک طرف تو قلم یہ لکھتا ہے کہ محمد ﷺ کچھ کر نہیں سکتے کسی کو نفع نہیں دینے سے قاصر، مگر دوسری طرف یہ عقیدہ کہ پیر صاحب کے سارے مرید کامیاب ہوں گے، خیر اس مقصد صرف اور صرف نئے نبی کی رواہوں کو ہموار کرنا تھا۔ محمد علی جالندھری صاحب لکھتے ہیں:۔

"انگریز ملک پر قابض ہوا۔ ۱۸۵۷ سے ۱۸۶۹ء تک پارہ سال کے عرصہ کے بعد انگریزوں نے لندن سے ایک کمیشن بھیجا تھا ہندوستان میں اس بات کی تحقیق کے لیے کہ "ہم نے جنگ جیت لی۔ ہمارا ہندوستنا پر قبضہ ہوگیا۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں مسلمانوں نے ہماری حکومت مان لی یا نہیں۔ وہ جو ہمارے ساتھ آزادی کی جنگ انہوں نے لڑی تھی۔ اس کے اثرات کیا ہیں، اور ان کے دلوں کے کیا جذبات ہیں اور ان کے حالات کیا ہیں" اس کمیشن نے ایک سال ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس کے بعد وہ کمیشن واپس چلا گیا۔ ہندوستان میں ۱۸۷۰ء میں وانٹ ہال میں میٹنگ ہوئی۔ جس میں انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کی۔۔۔۔ کمیشن کی رپورٹ یہ تھی کہ مسلمانوں کا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ کسی غیر ملکی کے ماتحت نہیں رہ سکتے۔ ان کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمان غیر مسلم حکومت کے تابع رہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں میں ولولہ جہاد موجود ہے۔ یہ کسی طرح کسی درجے تک بھی کم نہیں ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں جو جذبۂ جہاد ان لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا تھا وہ جوں کا توں موجود ہے۔ جب بھی کوئی لیڈر مسلمانوں کو مل گیا تو ۱۸۵۷ء والے حالات پیدا ہوجائیں گے"

(پادریوں کی رپورٹ) پادریوں کی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے "ہندوستنا کے مسلمان پیروں کو بہت مانتے ہیں۔ ہم نے ہندوستان پر قبضہ جب کیا تھا تو مسلمانوں میں کچھ غدار تلاش کیے تھے۔ ان غداروں کے مل جانے کی وجہ سے ہم ہندوستان پر قابض ہوئے تھے۔ وہ غدار سیاسی اور فوجی کے تھے جو حاصل کیے گئے تھے۔۔۔۔ اب قبضہ ہمارا ہو چکا ہے اور ہندوستان کے ہر چپہ چپہ

پر ہم قابض ہو چکے ہیں۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی نقطہ نگاہ سے مسلمانوں میں غدار تلاش کیا جائے۔اگر کوئی غدار مل جائے تو اس سے نبی ہونے کا دعویٰ کرا دیا جائے اور اس کی نبوت کو سرکاری امداد سے کامیاب کیا جائے۔اس صورت میں ہندوستان کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔''

(خطبات ختم نبوت ج ۲ ص ۲۰۷ تا ۲۰۹)

منظور چنیوٹی لکھتے ہیں:۔

''انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب برصغیر میں اپنا پنجہ استبداد اچھی طرح گاڑ لیا۔تو انگریز نے اپنے قبضہ کو طول دینے اور استحکام حاصل کرنے کی خاطر کئی مختلف اقدامات کیے۔اس نے ایک کمیشن مقرر کیا۔سر ولیم ہنٹر کمیشن کی رپورٹ کے مطابق انہیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی جو مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرے اور زبان و قلم سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کرے۔اور انگریز کی اطاعت فرض قرار دینے کی خدمت سر انجام دے۔اس خدمت کے لیے ان کی نظر انتخاب قادیان کے ایک قدیم وفادار خاندان پر پڑی۔مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے انگریز کی اس طلب پر لبیک کہی۔'' (مقالات ختم نبوت ص ۵۳)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے اور جذب جہاد ختم کرنے کے لیے ایک نبی کھڑا کیا، مگر اس سے پہلے اس کی راہ ہموار کی گئی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی تحذیر الناس ہے، اس رسالہ کا بظاہر پس منظر یوں ہے کہ دہلوی صاحب کی عبارت جو ہم اوراق سابقہ پر نقل کر چکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظیر کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی تھی، اس وجہ سے عبارت مذکور کا رد اہل سنت کی جانب سے کیا گیا، اسی بحث کے دوران قائلین نظیر نے اثر ابن عباس کو پیش کیا، جو کہ شاذ اور مردود ہے، اس کے متعلق ہم خود دیوبندی حضرات کی آراء پیش کیے دیتے ہیں۔سیف الرحمٰن قاسم لکھتے ہیں:۔

''اس حدیث کا مفہوم ظاہر نظر میں عقیدہ ختم نبوت کے معارض ہے۔۔۔اب

اگر اس حدیث کو لیا جائے تو ختم نبوت کا انکات نظر آتا ہے۔"

(حضرت نانوتوی اور خدمات ختم نبوت ص ۲۷۴)

سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔۔تو محدثین کے اصول سے یہ روایت شاذ ہے، قابل اعتبار اور صحیح نہیں شمار کی گئی" (کشف الباری، جزبداء الخلق ص ۱۱۲)

ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:۔

"اسلام کی دعوت اس زمین کے سوا دیگر طبقات ارض میں کتاب وسنت سے کہیں ثابت نہیں اگر ہوتی تو ضرور اس بارۃ میں کوئی نص وارد ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور اس کو بیان فرماتے اس بناء پر علماء نے اس اثر کو باوجود صحیح الاسناد ہونے کے شاذ بتلایا ہے۔" (معارف القرآن ج ۸ ص ۱۶۰)

مزید لکھتے ہیں:۔

"محدثین و اصولیین کے ایک مسلمہ قانون کے پیش نظر کہ یہ حدیث دیگر احادیث معروفہ کے خلاف ہے اس وجہ سے شاذ اور معلول ہے اور احادیث شاذہ کو محدثین نے حجت نہیں سمجھا۔" (معارف القرآن ج ۸ ص ۱۶۰)

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ اثر نہ ہی قابل حجت ہے اور نہ ہی اس سے کوئی مسئلہ اخذ کیا جاسکتا ہے، اور یہ اثر ختم نبوت کے بھی خلاف ہے۔ مگر نانوتوی صاحب نے اس اثر کے متن کو صحیح تسلیم کر کے تحذیر الناس لکھی، جس میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کا انکار کیا گیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس بنا پر اسی دور میں موصوف کی مخالفت ہوئی، مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

"اسی زمانہ میں "تحذیر الناس" نامی رسالہ کے بعض دعاوی کی وجہ سے بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا الامام الکبیر پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری تھا۔"

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۷۰، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور)

ایسے ہی دیوبندی ترجمان لکھتا ہے کہ

''آپ (نانوتوی) کے زمانہ میں ہی یہ کتاب معرکۃ الآراء بن گئی تھی۔ متعدد حضرات نے اس پر اعتراضات کیے تھے۔''

(ندائے دارلعلوم ۱۴۳۶ھ صفر ص ۳۸)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی ملفوظات میں ہے کہ

''جس وقت مولانا (نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحئی کے۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۵ ص ۲۹۶، افاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۵۲، سن طباعت ۱۹۸۸ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی نے کتاب تحذیر الناس لکھی تو سب نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مخالفت کی۔''

(قصص الاکابر ص ۴۶۱، سن طباعت ۱۴۳۲ھ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لہذا یہی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''مولانا نانوتویؒ ایک بزرگ سے ملنے کے لیے ریاست رامپور تشریف لے گئے۔۔۔۔۔جب رام پور پہنچے تو وہاں وارد و صادر کا نام اور پورا پتہ وغیرہ داخلہ شہر کے وقت لکھا جاتا تھا حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام) بتایا اور لکھا دیا اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے۔اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ ''تحذیر الناس'' کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۲۰۱، حکایت نمبر ۲۶۳، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور)

خود قاسم نانوتوی دیوبندی نے بھی اپنی تکفیر کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ

''دہلی کے اکثر علماء (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) نے اس ناکارہ کے کفر پر فتویٰ دیا ہے۔'' (قاسم العلوم ص ۳۰۸۔۳۰۹، حضرت نانوتوی اور خدمات ختم

نبوت ص ۳۳۲)

نانوتوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ

''مفتیان دہلی وغیرہ جو کچھ میری نسبت بوجہ تحذیر الناس فرماتے ہیں تہمت ہی لگاتے ہیں، یہ شور عالمگیر جس میں بجز تکفیر و تضلیل قاسم گناہ گار اور کچھ نہیں۔''

(تنویر النبر اس ص ۲۳، حضرت نانوتوی اور خدمات ختم نبوت ص ۳۳۱)

جن حضرات نے تکفیر کی تھی ان کے متعلق بھی نانوتوی صاحب کے ریمارکس قابل غور ہیں، وہ فرماتے ہیں:۔

''کیونکہ میں ان (لوگوں) کو اس زمانے کے اہل ایمان کا رہنما جانتا ہوں۔''

(قاسم العلوم ص ۳۰۹)

خالد محمود دیوبندی صاحب نے رسالہ ابطال اغلاط قاسمیہ کے حوالے سے لکھا کہ

''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بعض نادر تحقیقات اور علمی ترقیقات بعض علماء کو پسند نہ آئیں یا انہوں نے بعض روایات کو کمزور جانا اور نہ چاہا کہ ان سے استدلال کیا جائے تو انہوں نے حضرت کے خلاف رسالہ ابطال اغلاط قاسمیہ لکھا جو ۱۳۰۰ھ میں بمبئی کے ایک مطبع سے شائع ہوا مولانا ارشاد حسین رام پوری اور مولانا فضل رسول بدایونی کے جانشین مولانا عبد القادر بدایونی کے بھی اس پر دستخط ہیں ان میں سے کسی صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب پر فتویٰ کفر نہیں دیا نہ انہیں ختم نبوت کا منکر کہا لے دے کر بعض عبارات کا لزوم ثابت کیا۔'' (مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۲۹۸)

ڈاکٹر صاحب نے یہ تو اقرار کر لیا کہ ان حضرات نے لزوم کفر کا فتویٰ تو دیا تھا اور جہاں تک یہ مغالطہ کہ انہوں نے ختم نبوت کا منکر نہیں کہا تو اس پر عرض ہے کہ جناب پھر انہوں نے لزوم کفر کس چیز کا ثابت کیا ہے ذرا اس پر سے بھی پردہ اٹھایئے، اور اگر ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے اس رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی غیر تحقیقی بات نہ کرتے، اس رسالہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ

''در معنی منکر ختم نبوت اند'' (رسالہ ابطال اغلاط قاسمیہ ص ۷)

کیوں ڈاکٹر صاحب! کچھ افاقہ ہوا یا مرض جوں کا توں برقرار ہے، اس پر عبدالحی لکھنوی صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں (ابطال اغلاط قاسمیہ ۳۹)، یہاں بتلانا فقط یہ مقصود ہے کہ امام اہلسنتؒ سے قبل ہی نانوتوی صاحب کی تکفیر ومخالفت کی گئی تھی، اس لیے مرتب کا محض امام اہلسنت کو مورد الزام ٹھہرانا درست نہیں، اور صرف حسام الحرمین ہی نہیں بلکہ کئی ایک رسائل تحذیر الناس کے رد پر تصنیف ہوئے جس کی تفصیل کتاب ''احسن نانوتوی'' از ایوب قادری میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ الغرض یہ تحذیر الناس ہی تھی جس نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اپنے دعویٰ کا ڈھانچہ تیار میں کرنے معاونت کی۔

پیر کرم شاہ اور تحذیر الناس

پیر کرم شاہ صاحب کو دیوبندی مولوی کامل الدین رتوکالوی'' نے خط لکھا، اور پیر صاحب سے ''تحذیر الناس'' نامی کتاب کے متعلق تاثرات مانگے، پیر صاحب اس خط کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:۔

> ''آج سے تقریباً اکیس بائیس سال قبل موضع رتوکالا کے ایک مولوی مامل دین صاحب نے مجھے خط لکھا اور استفسار کیا کہ میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کے بارے میں اپنی رائے سے انہیں آگاہ کروں۔''

(تحذیر الناس میری نظر میں ص ۴)

جواباً پیر صاحب نے اپنے تاثرات رقم فرمائے، اور جوابی خط ارسال کیا، جس کے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں:۔

> ''حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مسمّٰی بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور وتامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف وسرور حاصل ہوا۔''
>
> ''جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کے لیے سرمۂ بصیرت کا کام دے سکتی ہے۔''
>
> ''مولانا خاتم النبیین کی صفت کی تخلیق فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ختم نبوت کے دو مفہوم ہیں ایک وہ ہے جہاں تک عوام کی عقل وخرد کی رسائی ہے اور دوسرا وہ ہے جسے خواص ہی خداداد نور فراست سے کچھ سمجھ سکتے۔ عوام کے نزدیک تو ختم

نبوۃ کا اتنا ہی مفہوم ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور بے شک یہ درست ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ کسی کو مجال شک ہے اور اس میں شک کرنے والا دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح دوسری ضروریات دین سے انکار کرنے والا۔"

پیر صاحب کا یہ خط بہت سی دیوبندی کتب میں موجود ہے۔اس خط میں پیر صاحب نے یہ بات تسلیم کرلی کہ قاسم نانوتوی ختم نبوت کا منکر نہیں بلکہ اس کا قائل ہے اور منکر کو کافر سمجھتا ہے۔پیر صاحب کے اس خط کی وجہ سے اہل سنت میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔اور اس خط کے اکیس سال بعد "پیر صاحب" نے ایک کتاب بنام "تحذیر الناس میری نظر میں" تصنیف کی۔پیر صاحب فرماتے ہیں:۔

"مجھے افسوس ہے کہ جب پہلی بار میں نے تحذیر الناس کا مطالعہ کیا تو میری توجہ ان خطرناک نتائج کی طرف مبذول نہ ہوئی جو مولانا کی بعض عبارات پر مرتب ہوتے ہیں جن کا ذکر اب کیا جارہا ہے" (تحذیر الناس میری نظر میں ص ۴۴)

اب وہ خطرناک نتائج کیا تھے، ان کے متعلق پیر صاحب لکھتے ہیں:۔

"بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ تحذیر الناس میں متعدد مقامات اور متعدد ایسی عبارات ہیں جنہیں پیش کر کے دشمنان ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال سکتے ہیں۔" (تحذیر الناس میری نظر میں ص ۳۳)

"ان احادیث قطعیہ کے مقابلے میں اپنی طرف سے ایک تفسیر کا اضافہ ایک اچنبہ ہے۔اس پر بس نہیں بلکہ یہ تصریح کرنا کہ خاتم النبین کا مفہوم اگر ختم نبوتِ زمانی لیا جائے تو نہ آیت میں استدراک درست ہوگا اور نہ آیت مقام مدح کے لیے موزوں ہوگی ایک طرفہ تماشا ہے۔"

(تحذیر الناس میری نظر میں ص ۳۹)

"اس عبارت کے پڑھنے سے سب سے پہلے عقیدہ ختم نبوت کے اس مفہوم کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے جس پر آج تک امت خاتم النبین کا اجماع رہا۔"

(تحذیر الناس میری نظر میں ص ۳۴۔۳۵)

ناظرین! ان خطرناک نتائج کی طرف
کے باوجود کہ ''تحذیر الناس'' میں اس ختم نبوت کے اس مفہوم کا انکار ہے جس پر امت کا اجماع
ہے، جناب پیر صاحب یہ لکھ بیٹھے کہ:۔

''لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت کے منکر تھے۔'' (تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۸)

پیر صاحب کی یہ عبارت انتہائی درجہ کی خطرناک تھی، اور اس کی بنیاد پر ان کی تکفیر تک کی گئی، پیر صاحب نے جس اقتباس کی بنا پر یہ فیصلہ صادر فرمایا، شاید ان پر اس کی حقیقت واضح نہ ہوسکی یا نانوتوی کی محبت سے سرشار ہونے کے سبب تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا، حقیقت حال تو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہم یہاں مذکورہ اقتباس کی حقیقت ہدیۂ قارئین کرتے ہیں، نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال، جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون حد درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جب تواتر عدد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعرہ تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا ان کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا'' (تحذیر الناس ص ۵۶)

اس اقتباس کو اکثر پرستان تحذیر الناس، نانوتوی صاحب کی صفائی میں پیش کرتے ہیں، مگر شومئ قسمت کہ یہ اقتباس خود متضاد ہے، اس سے قطعی کا عقیدہ قطعا ثابت نہیں ہوسکتا، نانوتوی صاحب اس اقتباس میں فرماتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر اسی طرح کافر ہے جیسے فرض اور وتر کی رکعات کا منکر، اب یہ تو مسلمہ بات ہے کہ فرض کی رکعات تواتر سے ثابت ہے مگر وتر کی رکعات میں اختلاف ہے، اور اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا، اب اس وضاحت کی روشنی میں نانوتوی

صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا منکر اسی طرح کافر ہے، جس طرح فرائض کی رکعات کا منکر، مگر کافر نہیں جیسے وتر کی رکعات کا منکر کافر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ عبارت متضاد ہے جو کسی دعوے کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی۔ بہرحال پیر صاحب کی اس قابل مذمت کارروائی کے بعد اہلسنت میں ایک تحریر کا چرچا ہوا جس میں سنی کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ جو امام احمد رضا کے عقائد مانتا ہو، اس پر پیر صاحب نے دستخط کیے۔ اب کیوں کہ امام احمد رضا تو قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات جنہوں نے گستاخانہ عبارات لکھیں ہیں کو کافر مانتے ہیں، اس لیے اس تحریر کو رجوع سے تعبیر کیا گیا، اس تحریر کے متعلق کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری نے سنی کنونشن منعقدہ لاہور کے موقع پر اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریروں کی تائید کرتے ہوئے جو دستخط فرمائے وہ تحریر بھی کہیں شائع نہیں کی گئی۔''

(الخطیب، کتابی سلسلہ، ۲۵واں، صفحہ نمبر ۱۷)

کیونکہ یہ تحریر شائع نہیں کی گئی اس لیے معاملہ شک میں پڑ گیا، مگر عدم رجوع کے قائلین کے نزدیک پیر صاحب آخری دم تک اپنی تحریروں پر جمے رہے اور ان سے انحراف نہیں کیا، جبکہ رجوع کے قائلین اس تحریر اور چند دیگر شہادتوں کی بنیاد پر رجوع کے قائل ہیں۔ منظور نعمانی لکھتے ہیں:۔

> ''مختلف لوگوں کی معلومات اور اطلاعات کسی شخص کے بارے میں مختلف ہوسکتی ہیں، اُس کی وجہ سے راویوں کا مختلف ہوجانا قدرتی بات ہے، اور ایسا اختلاف باپ بیٹوں اور استادوں، شاگردوں میں بھی ہوسکتا ہے۔''

(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق صفحہ ۷۲، ۸۲)

یعنی ایک ہی شخص کے بارے راویوں کے اختلاف کی وجہ سے آرا مختلف ہوسکتی ہیں۔ تو اسی طرح پیر صاحب کے بارے میں بھی آراء مختلف ہیں، جہاں ان کے عدم رجوع قائلین ہیں وہاں کئی حضرات ان کا رجوع بھی مانتے ہیں۔ (رسائل اوکاڑوی، حسام الحرمین کے سو سال ص ۲۷، ۲۸، مفتاح سنت ج ۱ ص ۱۷۹) اس لیے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، خود علمائے دیوبند نے بھی ان کے رجوع کا تذکرہ کیا ہے، سعید الرحمن علوی نے لکھا:۔

''لیکن ضیا القرآن کی پہلی جلد کے پہلے ایڈیشن میں جو پیر صاحب اہلسنت کے مقتدر علما کرام جنہیں عرف عام میں دیوبندی اکابر کہا جاتا ہے کو پاکبازان اُمت لکھ کر اب سے استفادہ کرتے نظر آتے تھے وہ اب ایک روایتی فرقہ پرست کا روپ دھار کر فتنہ تکفیر کے بانی اعلیحضرت فاضل بریلوی کا دفاع کرنے میں مشغول ہی نہیں بلکہ ضیا القرآن سے وہ حصے نکال چکے ہیں جن سے علمائے دیوبند کی عظمت سامنے آتی ہے۔'' (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۸)

خالد محمود نے بھی مطالعہ بریلویت ج 1 میں اسی بات کو تسلیم کیا ہے، تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

''بعض فرقے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا کفر بالکل واضح ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں ہوتی، اب اگر کوئی اس صورت میں اختلاف کرے تو پھر وہ ملامت کا موجب ہے، لیکن جہاں وضاحت نہیں ہوتی اور دونوں طرف دلائل ہوتے ہیں تو اس صورت میں ایک مفتی کفر کا فتویٰ دیتا ہے اور دوسرا نہیں دیتا تو اب اس کو نہ چاہیے کہ اس پر ملامت کرے اور نہ اس کو چاہے کہ اس پر ملامت کرے۔ بلکہ دونوں اپنے اپنے مسلک پر رہیں اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔'' (انعام الباری ج ا ص ۳۳۱)

خود مرتب اس مسئلہ کو اختلافی تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''گزارش یہ ہے کہ علامہ لکھنوی نے یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اہل تشیع نے تاویل کی، گو تاویل ہے باطل۔ کیونکہ تاویل باطل ہی کیوں نہ ہو بعض اہل علم تکفیر سے زبان روک لیتے ہیں ۔۔۔ پیر کرم شاہ بھیروی صاحب کو آپ کے مسلک کی اکثریت کافر کہتی ہے وجہ حسام الحرمین کی تائید نہ کرنا۔ اس پر کئی کتب بیسوں علماء کی مصدقہ آچکی ہیں بعضے انہیں کافر نہیں کہتے کہ وہ تاویل کرتے تھے گو تاویل باطل ہے مگر پھر بھی ان کو کافر کہنے میں وہ کف لسان کرتے ہیں۔''

(دست و گریباں ج 4 ص 689)

لہٰذا جانبین میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اب آخر میں ہم یوسف لدھیانوی کا

حوالہ پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ان سے سوال ہوا کہ انور شاہ کاشمیری نے عبید اللہ سندھی کو کافر کہا گیا، تو جواباً حضرت لکھتے ہیں:۔

''دونوں نے ان معلومات کے بارے میں رائے قائم کی جو ان تک پہنچی تھیں، ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلف ہے، بلکہ ایک ہی شخص کی رائے کسی بارے میں دو وقتوں میں مختلف ہو سکتی ہے، پھر تعارض کیسا ہوا؟''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۶۰۲)

لہٰذا اگر کسی نے تکفیر کی ہے تو اس نے اپنی معلومات کی بناء پر کی ہے، اور یہ ہرگز ''دست و گریبان'' نہیں۔

تصدیقات کا جواب

موصوف نے جتنی بھی تصدیقات پیش کی ہیں، ان میں سے کسی نے بھی پیر صاحب کے تحذیر الناس کے متعلق متنازعہ بیان کی تائید نہیں، اس لیے کہ اکثر اس بیان سے آگاہ نہیں اور اگر بالفرض کسی کو آگاہی ہو بھی تو وہ رجوع کا قائل ہے لہٰذا یہ تصدیقات ہمیں مضر اور موصوف کو مفید نہیں۔

مخالفت حسام الحرمین

مرتب لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خان نے اس تکفیری واردات میں جو ہتھیار استعمال کیے ان کا پردہ چاک کرنے کے لیے تین بزرگ آگے بڑھے۔انہوں نے بڑی جرات سے خان صاحب کے خلاف قلم اٹھایا اور انہیں مجرم اور خائن قرار دیا'' (۱) عمدۃ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۲) شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صدر مدرس دیوبند (۳) سلطان المناظرین مولانا سید مرتضیٰ چاندی پوری، چوتھی شخصیت موجودہ دور میں پیر کرم شاہ صاحب الازہری ہیں جنہوں نے بے خوف وخطر حسام الحرمین کی تردید فرمائی اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کو پاکان امت اور مقبول بارگاہ صمدیت قرار دیا اور صاف الفاظ میں خان بریلوی کی تردید کرتے ہوئے مولانا قاسم نانوتوی کو ختم نبوت کا نہ صرف قائل بلکہ اس ضمن

میں آپ کا شمار مقبولانِ بارگاہ صمدیت میں کیا جیسا کہ عکسی خط سے بالکل ظاہر ہے۔"

(دست وگریباں ج ۲ ص ۴۸)

اعلیٰ حضرتؒ پر الزام تو اس وقت درست ہوتا جب آپ سے پہلے تکفیر موجود نہ ہوتی، جبکہ علماء دیوبند کے ممدوح حضرات نے بھی یہ فریضہ انجام دیا اور آج خود دیوبندی حضرات ان عبارات پر تحفظات کا اظہار کرتے پائے جاتے ہیں، اور جہاں تک موصوف کے ذکر کردہ حضرات ہیں تو تفصیل کا موقع نہیں ہم جستہ جستہ کچھ تبصرہ ان تمامی حضرات پر ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں۔

خلیل احمد سہارنپوری

موصوف نے حسام الحرمین کے جواب میں ایک کتاب المہند علی المفند" ترتیب دی جو خود علمائے دیوبند کے درمیان متنازعہ ہے، کتاب کے ہذا کے متعلق تفصیل تو "قہر خداوندی بر فرقہ دیوبندی" کی دوسری جلد میں موجود ہے، اس کے علاوہ میثم عباس رضوی صاحب کا ترتیب کردہ مجموعہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ سر دست ہم چند چیزیں عرض کرتے ہیں۔ موصوف نے اعلیٰ حضرتؒ پر خیانت کا الزام تو لگایا ہے مگر دلیل دینے سے قاصر رہے، جبکہ یہی کام موصوف کے ممدوح سے سرزد ہوا ہے۔ حسام الحرمین کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب میں متنازعہ فیہ عبارات کو پیش کرنے کی بجائے اپنی طرف سے من گھڑت خلاصے لکھے گئے، چنانچہ خلیل صاحب لکھتے ہیں:۔

"جو کچھ مولانا نے اپنے رسالہ "تحذیر الناس" میں بیان فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے۔"

(المہند علی المفند ص ۷۹، ادارۃ الرشید کراچی)

ایسے ہی تھانوی صاحب کی عبارت کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

"مولانا نے جو کچھ لکھا اس کا حاصل یہ ہے کہ" (المہند ص ۸۶)

یعنی دوسروں پر خیانت کا الزام لگانے والے خود اس جرم میں ملوث ہیں، ایسے ہی موصوف نے اس کتاب میں جگہ جگہ غلط بیانی سے کام لیا اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے سادہ لوح حضرات کو فریب دینے کی کوشش کی، مثلاً لکھا:۔

"قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ جو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔" (المہند علی المفند ص ۱۰۶)

جبکہ ایسے کسی فتویٰ کا کوئی وجود نہیں، اور نہ ہی کوئی دیوبندی اس کا وجود ثابت کر سکتا ہے۔

ایسے ہی موصوف کی یہ خیانت بھی قابل دید ہے کہ جناب نے حفظ الایمان کی عبارت لکھتے وقت ''ایسا علم غیب'' کے الفاظ حذف کر دیئے اور اپنی طرف سے تاویلات پر مشتمل عبارت پیش کی، ایسے ہی جن حضرات نے اس کتاب پر مثبت تقریظات کو واپس لے لیا تھا موصوف نے ان کی اجازت کے بغیر ہی شائع کر دیا، چنانچہ خود لکھتے ہیں:۔

''مخالفین نے اپنی سعی مخالف وغیرہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور اس وجہ سے جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی، مخالفین کی سعی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا، اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی، سو ہدیہ ناظرین ہے۔''

(المہند ص ۱۲۹)

اب کذب وخیانت کی ایسی دیدہ زیب امثال پر مشتمل کتاب کو جاندار جواب کہنا یہ مرتب صاحب کا ہی کام ہے، حقائق سے اس کو کچھ علاقہ نہیں۔ اس کتاب پر تفصیلی گفتگو قبلہ میثم عباس رضوی صاحب نے عرض کر دی ہے، عنقریب منظر عام آجائے گی۔ شائقین اس کی جانب مراجعت کریں۔

حسین احمد مدنی

موصوف نے ''الشہاب الثاقب'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی، جس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ کتاب مذکور گالیوں سے پر ہے، چند ایک ملاحظہ ہوں:۔

''بریلوی نے یہ ہذیان بکا ہے۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۴۸)

''چونکہ شرم وحیا کا جامہ اُتار رکھا ہے اذا لم تستحی فافعل ما شئت پر عمل ہے جو چاہا زبان سے بک دیا۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۶۵)

''آگے چل کر جو ہذیان آپ بکتے ہیں۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۸۶)

''اس شخص کو ہرگز ہرگز شرم وحیا نہیں جو چاہتا ہے زبان سے بک دیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خوف اور رسول علیہ السلام سے شرم بالکل نہیں کرتا۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۷۹)

''خدا اور رسول سے شرم تو تھی نہیں خلق سے بھی شرم نہیں کرتے'' (الشہاب ثاقب ص ۲۸۱)

'بریلوی مجدد کو اتنی بھی تو شرم نہ آئی۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۵۹)

''اعلیٰ حضر مجدد التضلیل۔'' (الشہاب ثاقب ص ۱۸۱)

''یہ انتہا درجے کا دجل اور فریب ہے جس کو مولف کذاب نے بے حیائی کے ساتھ دلیر بن کا گانٹھا اور مہتاب ہائے ہندوستان پر بے اصل اور خارج از عقل الزام اور اتہام لگائے اگر صحیح النسب ہے تو بہت جلد ان علماء حقانی کی کتابوں رسالوں فتاواؤں میں یہ بات دکھلا دے۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۵۰)

عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اور اپنے شیطانی جال میں پھنسانے کے لیے بریلوی نے محض افترا کیا تہا تو اس کی کیا حقیقت ہے اگر اس کی تمام فوج شیطانی بھی آجائے۔''

(الشہاب ثاقب، ص ۲۵۰)

''کذاب نے ان کے ساتھ مکر کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس وجہ سے کوئی فائدہ مجدد بریلوی کو نہیں ہوا بلکہ بوجہ اس افترا کے خود طوق لعنت میں گرفتا ہوا اور موافق حدیث نبوی ملازم کفر ہوا'' (الشہاب ثاقب ص ۲۵۵)

یہ عیاری اور افترا بندی کی ہے اور حضرت علیہ السلام قبر میں زندہ ہیں ان کے روضہ اقدس پر اس رسالہ کو لے جا کر اپنی خواہش شیطانی کو پورا پس اس کی تکفیر میں اور حضرت مولانا نانوتوی کی برأت میں خود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہوئے۔ (الشہاب ثاقب، ۲۵۵)

''مجدد بریلوی عذاب الیم کا مستحق ہوا لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' (الشہاب ثاقب ص ۲۵۵)

''مجدد صاحب بریلوی شیطان سے بڑھے ہوئے ہیں'' (الشہاب ثاقب از مولانا مدنی ص ۱۹۵)

''اپنی مقصد براری کے لیے بے شک مجدد صاحب کو طرح طرح کی تکلیفیں و مشقتیں و بے عزتیاں و بدنامیاں اٹھانی'' (الشہاب ثاقب از مولانا مدنی ص ۲۰۰)

''جو مجدد المضلین کا دعوی ہے یہ عقیدہ خلاف اہل سنت والجماعت اہل ضلال کا ہے۔''

(الشہاب ثاقب، ص ۲۱۱)

''اور یہ گئے بہ نیت مکر افتراء جانے سے نہ جانا بہتر، ودنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال ساتھ لائے، بریلوی، بریلوی مجدد المفترین نے خدا سے خوف کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کی مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ میں شیطنت کا جال پھیلایا۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۱۸)

''یہ فریب اور مکر بہت ہی بڑا دجال المجددین اور اس کے اتباع کا ہے۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۲۱)

''البتہ مجدد الدجالین اور ان کے اتباع بے شک وہابیہ کے قدم بہ قدم ہیں۔''

(الشہاب ثاقبص ۲۲۳)

''بریلوی اور اس کے اذناب نے محض افتراء پردازی کر رکھی ہے سوائے خبث باطنی اور دروح گوئی کے کوئی چیز ان کے پاس مایۂ افتخار نہیں ہے۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۶۰)

''اگر یہ خاصۃ دجالیت نہیں ہے تو کیا ہے۔'' (الشہاب ثاقب ص ۲۵۶)

''دجال بریلوی نے یہاں پر محض بے سمجھی اور بے عقلی سے کام لیا ہے۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۶۶)

''بریلوی مجدد نے بوجہ اس کے کہ عقل اور حیا پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔''

(الشہاب ثاقب ص ۲۷۰)

''البتہ کج فہم بریلوی بوجہ بے عقلی و بے علمی کے اتنا شعور نہیں رکھتا کہ ایسی باتیں سمجھے''

(الشہاب ثاقب ص ۲۸۳)

''جملہ اعتراضات مجدد التضلیل عبدالدینار والدراہم کے عناد وافترا یا کج فہمی وکم عقلی پر مبنی ہیں۔''

(الشہاب ثاقب، ص ۲۸۹)

عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''قارئین کرام! جب انسان دلائل کا جواب دینے سے عاجز آجائے تو پھر وہ یہی زبان استعمال کرتا ہے جو حکیم صاحب کر رہے ہیں۔ آخر فرعون نے بھی تو کہہ دیا تھا "انی لا ظنك یموسیٰ مسحورا" میرے گمان کے مطابق تو

اے موسیٰ تجھ پر جادو ہوگیا ہے اور مزید کہا "ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون" تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے نرہ باؤ لا ہے، ترجمہ شیخ الہند، نیز مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ما انت بنعمت ربك بمجنون تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ تو یہ سلسلہ ابتدا سے چلا آرہا ہے۔ اہل باطل جب دلائل کا توڑ نہ کر سکے، بیہودہ زبان پر اتر آئے۔ مد مقابل خواہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں۔ تو پھر ماشا کی کیا حقیقت ہے؟ لہٰذا ہمیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا!

ذکر کانٹوں کا آپ کی فطرت ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی"

(سوط العذاب ص ۲)

یعنی جو شخص دلائل سے عاری ہو، وہ اس قسم کی بیہودہ زبان کا استعمال کرتا ہے، جس سے کتاب مذکورہ کا دلائل سے خالی ہونا ثابت ہوا۔ ایسے ہی موصوف نے اپنی تائید میں منگھوت کتب کے حوالہ جات دینے سے بھی دریغ نہیں کیا، ان چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے منظور نعمانی لکھتے ہیں:

"الشہاب ثاقب اپنے مواد کے لحاظ سے بڑی قیمتی کتاب تھی "رجوم المدنیین" کے ابتدائی واقعاتی حصہ کے علاوہ آگے جوابی حصہ میں ہمارے بزرگوں کے جو واقعات اور قصائد وغیرہ نقل کیے ہیں وہ مقصد کے لیے بہت مفید ہیں لیکن اس کی زبان اور حضرت مولانا کی غیر معمولی مزاجی شدت کی وجہ سے اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوسکا اس کے علاوہ اس میں خاص کمزوری یہ ہے کہ اس میں "سیف النقی" کے اعتماد پر دو حوالے غلط دیئے گئے ہیں۔"

(نقوش رفتگان از تقی عثمانی ص ۳۹۹)

یعنی گھر والوں کا اقرار ہے کہ کتاب مذکور زیادہ فائدہ مند ثابت نہ ہوسکی، اس لیے اسے جاندار جواب کہنا محض مغالطہ ہے۔ پھر یہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مجدد صاحب کو غیظ و غضب اہل ضلال سے نہیں ایسا ہوتا تو نیچریہ کے اقوال کو سراسر دہریت سے پر اور ان کے رئیس کی تفسیر کی نصوص کو جو صراحتاً قطعیات کی مخالفت سے بھرے ہیں ضرور ذکر کرتے۔''

(الشہاب ثاقب از مولانا مدنی ص ۱۸۱)

موصوف کا یہ قول بھی محض تعصب پر مبنی ہے، جس کا رد خود ان کے اپنے حضرات کے قلم نے کیا ہے مولوی عبدالحق خان بشیر فرماتے ہیں:۔

''اس میں یہ فتویٰ دیا گیا کہ لا تو؟کلو هم ولا تشاربو هثم ولا تجالسوهم ولا تناكحوهم واذا مرضوفلا تعودهم و اذا ماتو فلا تشهدوهم ولا تصلوا عليهم ولاتصلو معهم۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ۔ مر جائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔'' (اظہار العیب ص ۱۴۵۔۱۴۶)

خالد محمود لکھتے ہیں:۔

بریلویوں کا یہ فتویٰ آپ پہلے دیکھ آئے ہیں: جو شخص پیر نیچر کے کفریاتِ قطعیہ یقینیہ میں کسی ایک کفر پر مطلع ہونے کے بعد اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد ہونے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابدی ہے۔''

(مطالعۂ بریلویت جلد ۱ ص ۲۶۰۔۲۶۱)

لہٰذا اعلیٰ حضرت پر الزامات لگانے والے خود اپنے ہم مشرب حضرات کے نزدیک مجروح ہیں، اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ابن شیر خدا کی حقیقت

اب ان صاحب پر بھی مختصر تبصرہ کیے دیتے ہیں، موصوف کو دیوبندی حضرات ابن شیر خدا کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اس قسم کے القابات کے متعلق تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

آدمی ہوکر جانوروں کے نام اختیار کیے گئے کوئی بلبل ہند ہے۔کوئی شیر پنجاب ہے، کوئی طوطی ہند ہے۔اب آگے کوئی گرگ ہند ہوگا کوئی اسپ ہند، کوئی فیل ہند، کوئی خر ہند، کیا خرافات ہیں۔"

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۸ ص ۱۷)

پھر ہم ان صاحب سے نقل کر چکے اعلی حضرت تکفیر نہ کرتے تو خود کافر ہو جاتے، اس لیے جو شخص شکست مان گیا ہو، اس کے جواب کو جاندار کہنا چہ معنی وارد؟۔ پھر موصوف کا مناظرہ سے فرار بھی قابل دید ہے، جس کی تفصیل ہماری کتاب اعلی حضرت ترجمان اسلام ج 1 میں مرقوم ہے۔اس کے ساتھ جناب کا انگریزی مخبر ہونا بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت ترجمانِ اسلام کی جلد دوئم میں ملاحظہ کریں۔

قاسم نانوتوی اور معنی خاتم النبین

قارئین! تحذیر الناس کا پس منظر ہم اوراق سابقہ میں بیان کر چکے، اس جگہ ہم قاسم صاحب کے نظریہ پر کچھ گفتگو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنے کہ آپ کا زمانہ انبیا سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا، اوروں کو ذکر نہ کیا۔دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔'' (تحذیر الناس ص ۴۳)

نانوتوی صاحب ''خاتم النبیین'' کے معنی آخری نبی کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ محض عوام کا خیال ہے کیونکہ لفظ ''خاتم النبیین'' مقام مدح یعنی تعریف کے لیے آیا ہے جبکہ آخر میں آنا اپنے اندر کوئی فضیلت نہیں رکھتا، اس لیے اگر اسے تعریف کا مقام بہ مانا جائے تب تو یہ معنی درست ہے مگر اہل اسلام کو یہ بات اس لیے گوارا نہ ہوگی کیونکہ اسے سے ایک تو خدا کی طرف زیادہ گوئی کا وہم ہوگا اور ثانیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نقصان قدر کا احتمال ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ کم ہو جائے گا۔ لہٰذا خاتم النبیین سے آخری نبی مراد نہیں۔ اس کے بعد ساری بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ خاتم النبیین کا اصل معنی خاتم مرتبی ہے اور اس کو ختم زمانی لازم ہے، ان کے اسی عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام مراتب آپ پر ختم ہیں اور تمام مخلوق میں آپ کے اوپر کسی اور کا رتبہ نہیں اور چونکہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور باقی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالعرض متصف ہیں، اس لیے اگر ان مراتب میں سے صرف ایک لیا جائے تو دلیل مطابقی کے پر لفظ خاتم النبیین ختم نبوت مرتبی پر دلالت کرتا ہے اور ختم نبوۃ زمانی کا ثبوت دلیل التزامی سے متحقق ہے۔'' (بانی دار العلوم ص ۶۳)

اس سے واضح ہوا کہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنی خاتم رتبی کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک اس معنی کو خاتم زمانی لازم ہے۔ جبکہ خاتم النبیین کا حقیقی معنی آخری نبی ہے، جو تواتر سے ثابت ہے، اور اس کا انکار کرنا خود علماء دیوبند کے نزدیک کفر ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

''الحاصل لفظ خاتم کی دونوں قرأتوں اور ان کے معانی لغویہ پر مفصل بحث کا نتیجہ ان شاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام نے یہ نکال لیا ہوگا کہ اگر قرآن وحدیث کی تصریحات اور صحابہ وتابعین کی تفاسیر اور ائمہ سلف کی شہادتوں سے بھی قطع نظر

کر لی جائے اور فیصلہ صرف لغت عرب پر رکھ دیا جائے تب بھی لغت عرب یہ فیصلہ دیتا ہے کہ آیت مذکورہ کی پہلی قرات پر دو معنی ہو سکتے ہیں، آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور دوسری قرات پر ایک معنی ہو سکتے ہیں یعنی آخر النبیین ۔لیکن اگر حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ صرف ایک ہی نکلتا ہے، اور بہ لحاظ مراد کہا جا سکتا ہے کہ دونوں قراتوں میں آیت کے معنی لغتاً یہی ہیں کہ آپ ﷺ سب انبیاء علیہم السلام کے آخر ہیں۔"

(ختم نبوت کامل، ص ۶۴ حصہ اول)

"لغت عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظ خاتم بالکسر یا بالفتح کسی قوم کی طرف یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں، آیت مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافیت جماعت نبیین کی طرف ہے، اس لیے اس کے معنی آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔" (ختم نبوت ص ۶۷)

"اے عقل کے مدعی! اسلام کے دم بھرنے والو! تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں۔" (ختم نبوت ص 70)

"خلاصہ یہ کہ آیت خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ ﷺ سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔" (ختم نبوت ص ۸۴)

"اس کے علاوہ جب خاتم النبیین کے معنی خود قرآن مجید کی ایک سو آیات نے واضح طور پر بتلا دیئے ہیں، جس میں کسی قسم کے مجاز اور مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبی کریم ﷺ نے دو سو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح کی ہے جس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا، اور پھر اجماع صحابہ اور اقوال سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کر دی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو، عجب ہے کہ خود

متکلم جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے، اور پھر اس کت رسول ﷺ جن پر کلام نازل ہوا، اس معنی کی انتہائی وضاحت کرتے ہیں، اور پھر اس کے رسول کریم ﷺ کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔" (ختم نبوت ص ۱۱۳)

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ ولکن رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا۔ حضور ﷺ بیشک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے انکار بھی نہیں ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے کمالات نبوت سے کاملین اُمت فیض ملتا ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جس سیاق سباق سے آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے اس کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ آپ ﷺ کی کثرت امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ کی ہی امت ہوں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو نہ کوئی نئی امت بنے اور ختم نبوت کی اساس پر آپ ﷺ کی روحانی اولاف قیامت تک جاری رہے۔ خاتم النبیین کے اس معنی کے سوا کوئی اور معنی و مراد اس آیت کے سیاق سباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے۔"

(عقیدہ الامت فی معنی ختم النبوت ص ۱۳۲)

"یہ اسلام کی پہلی آٹھ صدیوں کی بے لاگ شہادت ہے۔ امت نے اپنے اس پہلے دور میں لفظ خاتم النبیین سے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ اس سے صرف تشریعی نبوت کا ختم مراد ہے اور اس آیت میں یہ تخصیص ہے۔ سب نے بالاتفاق اس سے یہی مراد سمجھی کہ اس میں نبوت اور رسالت ہر دور کے ختم کا کھلا اعلان ہے اور یہ ختم نبوت پر نص ہے۔" (عقیدہ الامت فی معنی ختم النبوت ص ۱۳۵)

''جو ختم نبوت کا اس تفصیل سے اقرار نہیں کرتا، اس میں تخصیص کا مدعی ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے مہر گز اس کا قائل نہیں ۔ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن کی نص ہے اور وہ نص کا منکر ہے۔''

(عقیدہ الامت فی معنی ختم النبوت ص ۳۶)

''آپ نے خاتم النبیین کے معنی یہی بیان فرمائے کہ آپ کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ لفظ خاتم النبیین جس سیاق و سباق میں وارد ہے اس کے معنی آخری نبی کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔'' (عقیدہ الامت ص ۱۶۵)

انور شاہ کاشمیری کی افادات میں ہے:۔

''خاتم، بفتح تا و بکسر تا ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے لیکن تاء فتحہ کے ساتھ حسن بصری اور امام عاصمؒ پڑھتے ہیں باقی تمام قراء تا کے زیر پر اتفاق کیے ہوئے ہیں، اعراب کے اس اختلاف سے مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی معنی وہی رہیں گے کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔''

(نقش دوام ص ۳۷۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان پاکستان)

''خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی اکرم ﷺ نے بتائے ہیں وہ یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء میں آخری ہیں اور انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔''

(نقش دوام ص ۳۷۸)

ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:۔

''آیت مذکورہ میں چونکہ خاتم کی اضافیت نبیین کی طرف ہو رہی ہے اس لیے اس کے معنی آخر النبیین اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہوں گے۔''

(ختم نبوت ص ۱۶)

عبدالقادر آزاد لکھتے ہیں:۔

''خاتم کے معنی ہیں آخری کے جس کے بعد کوئی نہ ہو۔ ائمہ لغت خاتم اور خاتم کے معنی میں متفق ہیں کہ اس کے معنی آخری کے ہیں۔'' (احتساب قادیانیت، ج

۳۵ ص ۲۰)

''خاتم بکسر تا پڑھا جائے تو صفت کا اظہار کرتا ہے جو محمد ﷺ کو انبیاء میں سب سے آخر بیان کرتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص مقام نبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ ایک ایسی چیز کا مدعی ہے جو اس کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لفظ کو بفتح تا خاتم پڑھا جائے تو بھی عرب علماء لغت کے مطابق اس کے یہی معنی و تعبیر و ہوگی، حقیقت میں مفسرین و محققین نے اس کا یہی مطلب لیا ہے اور سنت صحیحہ نے بھی اسی کی تصدیق کی ہے۔''

(احتساب قادیانیت ج ۳۵ ص ۵۴)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی آخری نبی کے ہیں، جبکہ نانوتوی صاحب اس معنی کا انکار کرتے ہیں، ہم ان کا اقتباس نقل کر چکے جناب کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرنا یہ عوام کا خیا ہے جبکہ اہل فہم کہ نزدیک یہ معنی درست نہیں، اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کا لفظ مقام مدح میں ہے جبکہ آخر میں آنا کچھ فضیلت نہیں، جبکہ موصوف کا یہ کہنا درست نہیں، آخری نبی ایک فضیلت ہے، جس کا اظہار خود نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:۔

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ باتوں کی مجھ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔۔۔۔ میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے ہیں۔''

(خیر المفاتیح ج ۶ کتاب الفتن ص ۲۱۴)

محمد حسین صدیقی لکھتے ہیں:۔

''خاتم ... الذی ختم النبیین۔

یہ آپ ﷺ کی سب سے اعلیٰ صفت اور افضل فضیلت ہے۔'' (روضۃ المسلم ص ۴۳)

بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں:۔

''اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کا نبیوں میں آخر ہونا صرف ایک زمانی تاخر نہیں بلکہ خدا کے نزدیک وہ خاص فضیلت ہے جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے

خصوصیات کے بالمقابل آپ کو مرحمت ہوئی ہے۔"

(احتساب قادیانیت ج ۴ ص ۳۸۸)

حسام الدین لکھتے ہیں:۔

"جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر الانبیاء ہونے کو فضیلت قرار دیا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کو نقص ٹھہرائے۔" (دلائل ختم نبوت، ص ۴)

پھر جناب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ رنگ و حسب و نسب کو کمالات نبوت میں دخل نہیں، حافظ اسلم لکھتے ہیں:۔

"حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرمایا کرتے تھے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شریف النسب ہوتے ہیں۔[بخاری حدیث نمبر ۴۵۵۳]" (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن ص ۴۰)

اللہ وسایا لکھتے ہیں:۔

"نبوت کا ایک وصف یہ ہے کہ نبی حسب و نسب کے اعتبار سے اعلیٰ و برتر ہوتا ہے۔"

(آئینہ قادیانیت ص ۲۴۰)

عطاء اللہ شاہ بخاری کہتے ہیں:۔

"پیغمبر اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے۔ پیغمبر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر سوسائٹی میں بے داغ ہوتا ہے۔ حسب و نسب اور خاندان کے اعتبار سے سربلند ہوتا ہے۔"

(خطبات امیر شریعت ص ۴۱)

تاویلات کا ازالہ

یہ عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے مگر پرستان تحذیر الناس مختلف قسم کی تاویلات سے نانوتوی صاحب کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں، ہم ان پر بھی تبصرہ قلمبند کیے دیتے ہیں۔

تاویل اوّل:۔

"تحذیر الناس پر اصل اعتراض یہ ہے کہ اس نے ختم نبوت کے متواتر معنی یعنی آخری نبی کو عوام کا خیال کہ کر اس کی تغلیط کی ہے اور اس پر بزعم خود دلائل پیش کیے ہیں۔ اس کے جواب میں پرستان تحذیر الناس کہتے ہیں کہ یہاں حصر

کرنے کو یعنی صرف یہی معنی کرنے کو عوام کا خیال کہا گیا ہے۔"

(الشہاب الثاقب، بانی دارلعلوم دیوبند، دفاع ختم نبوت صفحہ ۳۶۱)

الجواب: ہم پہلے واضح کر آئیں ہیں کہ یہاں حصر کی بحث نہیں بلکہ اس نے اس معنی کو ہی عوام کا خیال کہا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے:۔

"خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔" (تحذیر الناس مع تکملہ ص ۵)

اب اس عبارت کو پرستان تحذیر الناس بار بار پڑھیں اور بتائیں کہ اس نے حصر پر بحث کی ہے کہ خاتم النبیین بمعنی تاخر زمانی پر۔ اور آگے اس نے جو اعتراض وارد کیے ہیں کہ ایک تو اللہ کی طرف زیادہ گوئی کا وہم ہوگا اور اس وصف کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال یہ سب اعتراض اس نے تاخر زمانی پر کیے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس نے حصر کرنے کو عوام کا خیال کہا یہ تفل تسلی و دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔ بنیادی طور پر نانوتوی صاحب کو خاتم النبین کا معنی آخری نبی لینے پر جو اشکالات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

(۱) خاتم النبیین مقام مداح ہے اور آخری ہونا اپنی ذات میں کچھ فضیلت نہیں رکھتا۔

(۲) خاتم النبین کے معنی آخری نبی کو اس آیت میں موجود جملوں سے ربط نہیں۔

پھر وہ خود لکھتا ہے:۔

"اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کی نبوت نبوت حضرت محمد ﷺ سے فیض یاب ہے اور آنحضرت کی نبوت دنیا میں دوسروں کی نبوت سے فیضیاب نہیں ہے۔" (قاسم العلوم ص ۶۵)

اس کے حاشیے میں ہے کہ:۔

"معنی خاتم النبین اور ختم نبوت کے یہ ہیں کہ نبی اکرم کی نبوت آفتاب کے نور کی طرح زاتی ہے اور جیسا کہ آفتاب کا نور کسی اور سے حاصل نہیں ہوتا اسی طرح حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور سے حاصل نہیں ہوئی۔"

(قاسم العلوم ص ۵۵)

اس سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اس کا معنی صرف ختم کمالات کر رہا ہے آخری نبی نہیں۔

آگے سنو کامل الدین نانوتوی کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جو معنی عام لوگوں نے اس لفظ کے سمجھے وہ ٹھیک نہیں۔'' (ڈھول کی آواز ص ۵۵)

اس عبارت سے بالکل واضح ہو گیا کہ نانوتوی حصر پر نہیں معنی پر اعتراض کر رہا ہے۔ ہم آخر میں اتمام حجت کے موصوف کی دوٹوک عبارت پیش کیے دیتے ہیں۔ جناب لکھتے ہیں:۔

''اس کے بعد گذارش ہے کہ خاتم النبیین کا خاتمیت زمانی پر بالمطابقۃ دلالت کرنا وہ بھی بطور حقیقت کوئی بیوقوف ہی سمجھے تو سمجھے عقلاء سے تو یہ امید بے جا ہے۔''

(تنویر النبر اس ص ۴۶)

یعنی اگر کوئی شخص خاتم النبیین کا حقیقی معنی آخری نبی سمجھتا ہے، وہ بے وقوف ہے۔ اس عبارت کے ہوتے ہوئے اب بھی پرستان تحذیر الناس کا یہ راگ لاپنا کہ نانوتوی صاحب اس معنی کو تسلیم کرتے ہیں، درست نہیں۔ پھر ایسے ہی لکھا:۔

''عوام کے نزدیک مدلول مطابقی خاتم، خاتمیت زمانی ہے۔''

(تنویر النبر اس ص ۳۳)

تاویل دوئم:

منظور نعمانی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعین قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں۔''

(تحذیر الناس ص ۱۱۹)

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''ختم نبوت کو مطلق اور عام رکھا جائے اور ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی کو اس کی مختلف قسمیں قرار دے کر سب قسموں کا ختم آیت خاتم النبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے۔ اس دوسری تقریر کو ہی مولانا نے اپنا مختار قرار دیا ہے۔''

(عقیدہ الامت فی معنی ختم النبوت ص ۲۳۶)

عجب کچھ پھیر میں ہے سینے والا چاک داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھرا تو وہ ٹانکا تو یہ ادھرا

علمائے دیوبند کی یہ ژولیدگی بھی قابل دید ہے، صاحب تحذیر الناس کو بچانے کے نئی سے نئی تاویلات کی جاتی ہیں، مگر ان تاویلات کے چکر میں دیوبندی حضرات کچھ اس طرح پھنسے ہیں کہ نکلنا اب بہت مشکل ہے۔ ہم صاحب تحذیر کا موقف سرفراز صاحب سے نقل کر چکے کہ وہ خاتم النبیین کا معنی خاتم رتبی تسلیم کرتے ہیں، مگر کیونکہ ان کے نزدیک خاتم رتبی زمانی کو لازم ہے اس لیے وہ زمانی کے بھی معترف ہیں۔ جبکہ دوسری طرف نعمانی اور خالد محمود صاحبان ایوں نغمہ سرا ہیں کہ نانوتوی صاحب خاتم سے بیک وقت دونوں طرح کی خاتمیت کو تسلیم کرتے ہیں، اگر اس تاویل کو مان بھی لیا جائے تو ہم یہی کہہ گے کہ:۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

تفصیل اس کی یوں ہے کہ اگر خاتمیت سے مراد بیک وقت دونوں نوعیں لی جائیں، تو نانوتوی صاحب کو اس بھنور سے نکالنا پھر بھی کھٹن ہے، کیونکہ وہ لکھ چکے ہیں کہ:۔

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں چھ فرق نہیں آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۸۵)

اس لیے اگر خاتمیت سے تمام انواع مراد لی جائیں، تو اس عبارت کا سادہ سا مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی جائے تو کسی قسم کی خاتمیت میں فرق نہیں آئے گا، جبکہ دیوبند حضرات کے نزدیک خاتمیت زمانی میں فرق آتا ہے، مثلاً ابو ایوب لکھتے ہیں:۔

''نبی آ جائے تو پھر ختم نبوت زمانی زمانی پر اثر پڑے گا۔''

(ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۲۰)

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تاویل کی جاتی ہے کہ:۔

''امام قاسم العلوم نے امکان عقلی یا ذاتی کی بات کی ہے۔''

(ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۶۰)

بالفرض محال اگر دیوبندی حضرات کی طرف سے کی جانے والی اس امکان عقلی اور امکان

وقوع کی تقسیم کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی نانوتوی صاحب کی کشتی کنارے نہیں لگتی، اس لیے کہ موصوف کی ساری ژاژ خائی کا محور اثر ابن عباس ہے، اور اثر ابن عباس میں انبیاء کے امکان کا نہیں وقوع کا ذکر ہے، اور اس وقوع کو مان کر ہی نانوتوی صاحب نے خاتمیت کے متعلق اپنی معروضات پیش کی ہیں، اس لیے یہ کہنا کہ وہ وقوع تسلیم نہیں کرتا محض طفلانہ مغالطہ سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

تاویل سوئم:

سیف الرحمٰن قاسم لکھتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ ختم نبوت سے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا اعلیٰ وافضل نبی ہونا بھی سمجھ آتا ہے۔''

(حضرت نانوتوی اور خدمات ختم نبوت ص ۲۷۷)

یہ بات بھی درست نہیں اس لیے کہ ہم ثابت کر چکے کہ وہ خاتم النبین کے معنی آخری نبی ہونے کے منکر ہیں، پھر جہاں تک خاتم النبیین کا معنی افضل کرنے کا تعلق ہے تو اس پر خود علماء دیوبند کی عبارات پیش کی جاتی ہیں، اللہ وسایا دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''زبان عرب کے جملہ محققین میں سے کسی ایک نے بھی لفظ خاتم کا معنی افضل نہیں لکھا۔ خواہ ت زبر کے ساتھ ہو یا زیر کے ساتھ ہو۔''

(قادیانی شبہات کا ازالہ ج ۱ ص ۴۶)

متین خالد لکھتے ہیں:۔

''پھر شاہد بشیر قادیانی نے کہا کہ لفظ خاتم کا ترجمہ ہے افضل اور خاتم النبیین کا مطلب ہے، تمام نبیوں سے افضل۔ میں عرض کیا کہ یہی آپ کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دنیا کی کسی لغت یا ڈکشنری سے دکھا دیں آپ کو منہ بولا انعام دوں گا۔'' (کامیاب مناظرہ ص ۹۱)

علم الدین صاحب رقم طراز ہیں:۔

''جب خاتم النبیین کے معنی افضل الرسل یا زینت انبیاء یا نبی گر ہوئے تو اگر کوئی جھوٹی موٹی شریعت لے آئے اور بعض احکام کی مصالح رکیکہ کی وجہ سے

ترمیم کردے تو آپ کس آیت سے اس کا منہ بند کریں گے۔ جب وحی الٰہی آسکتی ہے جس سے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے تو بعض احکام جدید لانے والے کے انکار سے بھی تو کافر ہی ہوگا۔ پھر نئی شریعت کیوں نہیں آسکتی۔''

(احتساب قادیانیت ج ۳۰ ص ۳۵۷)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''مرزا قادیانی کے متبعین خاتم النبیین کا معنی افضل النبیین کرتے ہیں اور طرح طرح کی تاویل اور تحریف کر کے اس متاثر ہونے والے شخص کو اپنا جیسا ملحد اور کافر بنالیتے ہیں۔'' (احتساب قادیانیت ج ۳۹ ص ۲۹۸)

تاویل چہارم

''نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کو تسلیم کیا ہے۔'' (کتب دیابنہ)

اولاً تو انہوں نے خاتم النبیین کے تحت تسلیم نہیں کیا، اور اصل اختلاف یہی ہے کہ وہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں مانتے، اس لیے یہ اقرار انہیں مفید نہیں، دوئم ختم نبوت زمانی سے وہ کیا مراد لیتے ہیں، اس کا تعین بھی ان کی کتب میں موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

''خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ نہیں یا مرتبہ نہیں ہوتا، جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لیے اس کے احکام اَوروں کے ناسخ ہوں گے۔ اَوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے اور اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو۔''

(مباحثہ شاہجہانپور، ص ۵۲)

تحذیر الناس کی عبارات کی تاویل کرتے ہوئے ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''آپ کا دین افضل و اکمل تھا اور دیگر جملہ ادیان کا ناسخ تھا اس لیے منسوخ ادیان کو پہلے لا کر ناسخ کو زمانی اعتبار سے بھی آخر میں کر دیا گویا فضیلت حقیقی تو مرتبی خاتمیت ہی سے تھی مگر حسب ضرورت زمانی خاتمیت بھی آپ ہی کو عطا فرمادی۔'' (تحذیر الناس ایک تحقیقی مطالعہ ص ۵۴)

اب غور کیجئے کہ نانوتوی صاحب کس معنی میں خاتمیت زمانی مانتے ہیں، پھر دوٹوک واضح لکھتے ہیں:۔

''کمالاتِ انبیا سابق اور انبیا ماتحت کمالات محمدی سے مستفاد ہیں۔''

ایسے ہی لکھا: (تحذیر الناس ص ۸۹)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہ نسبت انبیاء ماتحت بھی خاتم زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔''

(تنویر البصر اس ص ۵۲)

اب یہاں اب انبیاء ماتحت مان کر خاتمیت زمانی کا باقی رہنا تسلیم کیا جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین آخری ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا نبی آسکتا ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں فرق نہیں آتا، یہ ہے نانوتوی صاحب کا اعقیدہ جس سے ختم نبوت کا انکار نکلتا ہے، لہٰذا یہ تاویل بھی سود مند نہیں۔ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ نانوتوی صاحب کے عقیدہ کی وضاحت کر دی ہے، اب ہم ابوایوب صاحب کے شبہات کا مختصر ازالہ بھی کیے دیتے ہیں، موصوف نے مقدمہ بہاولپور سے چند اقتباسات پیش کیے، جواباً عرض ہے کہ اسی مناظرہ بہاولپور میں موجود ہے:۔

''اس آیت کے متعلق ضروری گذارشات یہ ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی تمام محدثین علمائے لغت نے آخر النبیین لکھے ہیں اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہوا کہ اس کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس کے معنی آخر النبیین کے ہی ہوتے ہیں۔''

(مقدمہ بہاولپور ج ۱ ص ۳۰۷)

پھر اس میں دونوں معنوں کو تسلیم کیا گیا ہے، جبکہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کے منکر ہیں جسکی تفصیل گزر چکی، اس لیے یہ حوالہ جات انہیں مفید نہیں اور ہمیں مضر نہیں۔

المہند اور تحذیر الناس

جناب نے المہند کی تائید علمائے اہلسنت سے ثابت کرنے کے لیے جو حوالہ جات پیش کیے

وہاں عقائد کی بات ہے دیوبندی عبارات کو درست ہرگز نہیں کہا گیا، کیونکہ المہند مین ہمارے عقائد کو تسلیم کیا گیا ہے۔ قارئین ''ردالمہند'' ملاحظہ کریں المہند کا سارا پول کھول دیا گیا ہے، پھر المہند میں کہیں بھی نانوتوی صاحب کی عبارات کا تذکرہ نہیں بلکہ من گھڑت خلاصہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ خلیل احمد لکھتا ہے:۔

"قال فی رسالة االمسماة "بتحذیر الناس"ما حاصله ان الخاتیمیه جنس تحته حاصله"

جو کچھ مولانا نے اپنے رسالہ ''تحذیر الناس'' میں بیان فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے۔'' (المہند)

تو المہند میں عبارات ہرگز پیش نہیں کی گئیں بلکہ حاصل اور من گھڑت خلاصہ نقل کیا گیا، پھر المہند میں ''نبوت بالعرض'' کو وسیلہ ظاہر کیا گیا جبکہ نانوتوی صاحب نے وصف نبوت کی دو قسمیں کی ہیں اور نبوت بالذات سے مراد حقیقی جبکہ بالعرض سے مراد مجازی نبوت لی ہے، چنانچہ وہ خود بالعرض اور بالذات کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مگر ناظرین اوراق گذشتہ کو اس میں تامل نہ رہا ہوگا کہ موصوف بالعرض موصوف حقیقی نہیں ہوتا۔ موصوف حقیقی وہ موصوف بالذات ہی ہوتا ہے۔''

(آب حیات ص ۸۰)

جبکہ المہند میں ایسی کوئی بات موجود نہیں اس لیے المہند سے ''تحذیر الناس'' کا وزن ہرگز کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح جن حضرات نے بھی حضور ﷺ کی نبوت کو دیگر انبیاء کے لیے واسطہ قرار دیا ہے انہوں نے نبوت میں تفضیل تسلیم نہیں کی، نہ ہی خاتم النبین بمعنی آخری نبی انکار کیا ہے اور نہ ہی حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کو جائز قرار دے کر یہ کہا کہ اس سے حضور ﷺ کی خاتمیت میں فرق نہیں آتا، یہ سب نانوتوی صاحب کا جرم ہے، اس لیے ان سب پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ لازم نہیں آتا۔ پھر بالذات اور بالعرض کے متعلق انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ہمارے اکابر دیوبند میں نہایت عظیم وجلیل شخصیت تھے اور علوم وحقائق کے بحر ناپید کنار، ہمارے حضرت شاہ صاحب

بھی ان کی علمی تحقیقات بڑی عظمت و اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے مگر بعض چیزوں پر نقد فرمایا کرتے تھے مثلاً فرمایا کہ حضرت مولانا قدس سرہ نے بالذات و بالعرض کو ہر کتاب میں چھیڑا ہے اور بالعرض کے علاوہ مجاز اور واسطہ فی العروض کا لفظ بھی اطلاق کیا ہے، چنانچہ صلوٰۃ مقتدین کو مجاز اور صلوٰۃ امام کو بالذات کہا، نیز حضور علیہ السلام کی نبوت کو بالذات کہا اور بقیہ انبیا علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا ہے، اس پر کسی عالم نے اعتراض بھی کیا کہ پھر تو اور انبیا کی نبوت ہی نہ رہی۔ مجھ سے حضرت الاستاذ مولانا محمود حسن صاحب نے بیان کیا تو میں نے یہی کہا کہ اعتراض تو قوی ہے باقی ختم نبوت کا انکار مولانا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا کیونکہ مولانا نے خود لکھ دیا ہے کہ ختم زمانی کا انکار مجمع علیہ ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ اس پر مولانا خاموش ہو گئے۔ غرض میری رائے ہے کہ بالذات و بالعرض کے الفاظ خواہ منطقی اصطلاح سے یا اور وجہ سے مناسب نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سب مستقل ہیں۔"

(انوار الباری جلد نمبر 14 صفحہ نمبر 213،214)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ:

"نبوت بالذات اور بالعرض کی تعبیر بھی مجھے اوپری لگتی ہے۔"

(انوار الباری جلد نمبر 16 صفحہ نمبر 464)

انوار الباری کی تائید

ہوسکتا ہے یہ حوالہ موصوف کی بلبلاہٹ میں اضافہ کا سبب ہو اور جناب اس سے جان چھروانے کی سعی ناکام کریں، ہم کتاب مذکور اور اس کے مصنف کی تائید نقل کیے دیتے ہیں، سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

"میرے رفیق محترم جناب مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری جن کو امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نہ صرف شرف تلمذ حاصل ہے بلکہ فرزند نسبتی کا شرف بھی حاصل ہے جن کے قلم سے صحیح بخاری کی محققانہ اردو شرح انوار

الباری وجود میں آرہی ہے" (تسکین الصدور ص 24)

الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

"علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے داماد اور شاگرد خاص مولانا احمد رجا بجنوری نے انوار الباری شرح صحیح بخاری جلد نمبر 19 میں بخاری شریف کی اس آخری کتاب کی شرح کی ہے جو بے نظیر شرح ہے۔عقائد کے حوالہ سے ہر شخص کو دیکھنی چاہیے۔ ویسے تو ساری انوار الباری بخاری کی بہترین شرح ہے کاش یہ مکمل ہوجاتی۔شروع لے کر کتاب الوتر تک ہے، یا پھر یہ آخری حصہ ہے۔ مولانا احمد رضا بجنوری حنفی اپنے زمانہ کے اہل السنت والجماعت حنفی مسلک کے ترجمان مانے گئے ہیں۔" (المہند پر اعتراضات کا جائزہ ص 30)

اس کے بعد جو خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے حوالہ سے گفتگو کی گئی وہ بھی موصوف کو مفید اور ہمیں مضر نہیں، کیونکہ وہ دو معنی تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ خود جناب نے لکھا:۔

"بلکہ اگر کوئی دونوں معنی مراد لیتا ہے تو ٹھیک ہے جیسا کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔" (ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۵۱)

جبکہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کے منکر ہیں، لہٰذا یہ حوالہ بھی جناب کو سودمند نہیں۔

تحفظ ختم نبوت اور علمائے اہل سنت

ناظرین! جناب نے یہاں اشرف سیالوی صاحب و دیگر کی جو عبارات نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ کو عالم ارواح میں نبی مانا جائے تو آپ خاتم النبیین تھے تو پھر آپ کے بعد انبیاء کا آنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔(دست وگریبان 65/2)

الجواب:۔ یہ ان حضرات کا ذاتی موقف ہے جسے خود دیوبندی حضرات کے اصول سے پیش نہیں کیا جاسکتا۔ہم اس مسئلہ پر اختصار کے ساتھ چند گزرشات پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا اول ہونا نبوت ملنے اور آخر ہونا بعثت کے لحاظ سے ہے جس کے متعلق خود حضور ﷺ نے صراحت کی ہے۔قاری طیب لکھتے ہیں:۔

''اور پھر نبوت کی اس اولیت و آخریت و خاتمیت کے ان دو متضاد پہلوؤں کو ایک ذات میں جمع کرنے کی صورت یہ فرمائی: انا اولھم خلقا و اخرھم بعثا۔ میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا ہوں اور بعثت کے لحاظ آخری ہوں۔ (آفتاب نبوت، ص 83)

اوران بعثت کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے نسیم الریاض میں ہے:۔

باعتبار الزمان۔ (نسیم الریاض ج 3 ص 311)

علامہ محمد یوسف شامی ناقل ہیں:۔

فھو اولھم خلقا و آخرھم بعثا وھو آخر النبیین باعتبار ان زمانہ تاخر عنھم۔ (سبل الھدیٰ والرشاد ج 1 ص 83)

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں:۔

واولیت در نبوت کہ کنت نبیا ان آدم لمنجدل فی طینتہ۔۔۔ باوجود سبقت واولیت آخر ست در بعثت ورسالت۔

(مدارج النبوۃ ج 1 ص 2)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:۔

''سب سے پہلے نبوت آپ کو عطا ہوئی۔۔۔ سب سے آکر حضور کا ظہور ہوا۔ خاتم النبین آپ ہی کا لقب ہوا۔'' (شان حبیب الرحمٰن 26)

مفتی عنایت احمد کاکوری لکھتے ہیں:۔

''یعنی خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے پیغمبری جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو عنایت کی اگر ظہور آپ کا اس عالم میں سب سے بعد ہوا۔'' (تواریخ حبیب الہ ص 6)

عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں:۔

''ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگرچہ آپ بباعث بعض حکمت اور مصلحت کے اس عالم دنیا میں سب انبیاء کے بعد پیدا کیے گئے اور سب سے پیچھے آخر زمانے میں ہدایت عالم کے لیے بھیجے گئے لیکن آپ اس عالم میں درگاہ خداوند

کریم سے خلعت نبوت سب سے اول پہن چکے تھے۔"

(رسائل میلاد حبیب ص 33)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہے اور نبوت کی انتہا بھی آپ پر ہے۔"

(تبیان القرآن ج 1 ص 151)

مفتی محمد قاسم لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور آخر میں مبعوث فرمایا۔"

(رسائل قادریہ ص 143)

عمر اچھروی لکھتے ہیں:۔

"میں تمام انبیاء سے پیدائش میں مقدم ہوں، اول ہوں۔ اور مبعوث ہونے میں آخر ہوں۔" (مقیاس نور ص 34)

مفتی محمد ہاشم خان لکھتے ہیں:۔

"مطلق نبوت ملنے کی بات کی جائے تو ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس وقت بھی مقام نبوت پر فائز تھے جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ۔۔۔ ہاں بعثت کے اعتبار سے آقا ﷺ سب آخری نبی ہیں۔"

(فیضان فرض علوم، ص 25۔26)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ کا اول النبین ہونا خاتم النبین ہونے کے منافی اور اس کے برعکس موقف تفرد ہے جو ہمارے نزدیک مردود ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر کسی مسلک کے عالم نے اپنے علم کے مطابق ایک بات لکھی ہے یا فتویٰ دیا ہے اور اسی مسلک کے دوسرے عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق دوسرا فتویٰ دیا ہے تو جو بات مفتیٰ بہ اور معمول بہ ہوگی اس کو مذہب قرار دیا جائے گا اور دوسرے کو شاذ یا غلط یا منسوخ سمجھا جائے گا۔"

(جی ہاں فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے ص 23)

پھر جمہور اہلسنت حضور ﷺ کو عالم ارواح میں نبی تسلیم کرتے ہیں۔(سیرت رسول عربی ص402+16، بیانات عطاریہ ج3 ص7، مدارج النبوۃ ج1 ص12، ج2 ص14، الیواقیت والجواہر ص 401، تخلیق کائنات صدقہ حضور کا ص 77، نبی الانبیاء ص 11، انوار جمال مصطفیٰ ص 102+108+247، مصطفیٰ جان رحمت ج 3 ص 905، فتاویٰ رضویہ ج 30 ص 245+149+138، حدائق بخشش ص 34، تفریح الخواطر ص 300، مقیاس النور ص 52، جواہر البحار، ص 268، میلاد النبی ص 13+11، انبیاء سابقین بشارات سید المرسلین ص 22، تحقیقات ص 16، حسام الحرمین اور مخالفن ص 333، مقام ولایت ونبوت ص 15، اثبات علم غیب ص 51، الشریعہ ص 347، بہار شریعت ص 85، فتاویٰ شارح بخاری ج 1 ص 375+356+352 416+379+، گلدستہ عقائد و اعمال ص 16، شرح فقہ اکبر ص 244، جاء الحق ص 345+392+742+754، رسائل نعیمیہ ص 472، علم خیر الانام ص 307، فتاویٰ احملیہ ج 1 ص 48، سامان بخشش ص 102، سرور القولب ص 221، رشد الایمان ص 57، نزھۃ القاری ج 1 ص 241، ردشہاب ثاقب ص 456، نور محمدی ص 8، اسلامی عقائد ص 151، نور البصار ص 15، الخصائص ج 1 ص 44، صراط الجنان ج 9 ص 714، مباحث سیرت ص 81، فیضانِ فرض علوم ج 1 ص 25، مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 209، مکتوب نمبر 44، جواہر البحار ج 3 ص 96، شرح شفاء ج 1 ص 247)

اشرف سیالوی صاحب کا عقیدہ نبوت

قارئین! اس سے قبل کہ ہم جناب معترض کے پیش کردہ اشکالات پر اپنی معروضات پیش کریں، ہم علامہ اشرف سیالوی صاحب کا عقیدہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''نیز وہ نبوت اور تھی جو صرف ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام تک محدود رہی اور اس عالم عناصر میں ظہور ہونے کے بعد والی نبوت اور تھی کو سب مکانوں کو بھی اور مکینوں کو بھی محیط ہوگئی۔''

(تحقیقات ص ۱۴۶، اشاعت ثانی)

نیز لکھتے ہیں ہیں:۔

''جن حضرات نے ارشاد نبوی کنت نبیا [illegible]

محمول کیا ہے اور آپ کے لیے عالم ارواح میں بالفعل اور عملی نبوت تسلیم کی ہے اور ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کے لیے فیض رسان اور مربی ہونا تسلیم کیا ہے انہوں نے آپ کے لیے دو نبوتیں اور دو رسالتیں تسلیم کی ہیں۔ پہلی عالم ارواح کے اعتبار سے اور دوسری عالم اجسام اور ابدان کے اعتبار سے۔"

(تحقیقات ص ۱۴۶)

اسی طرح علامہ جملؒ کی عبارت نقل کرنے کی بعد بطور فائدہ لکھتے ہیں:۔

"علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی ہے اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہوجانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ روح مجرد اور روح بدن کے حلول اور عالم اجسام کی طرف نزول کا فرق واضح کیا ہے کہ روح اقدس کی ارواح کے لیے نبوت کا معاملہ الگ ہے اور بدن اقدس سے تعلق حلولی کے بعد ابدان و اجسام انسانیہ کے لیے نبی و رسول ہونے کا معاملہ جداگانہ ہے۔"

(تحقیقات ص ۱۴۸)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہوئی کہ سیالوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو نبوتیں تسلیم کرتے ہیں، اور عالم ارواح والی نبوت یعنی روحانی نبوت کو دائم اور مستمر سمجھتے ہیں، اور عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر جسمانی نبوت کا عطا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ یہی بات علامہ نذیر سیالوی نے بھی لکھی ہے، چناچہ فرماتے ہیں:۔

"دو مرتبہ نبوت و رسالت عطا کیا جانا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ پہلی مرتبہ عالم ارواح میں اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں عمر شریف کے چالیس برس پورے ہونے پر۔" (نبوت مصطفی ص ۲۱)

مگر اس کے ساتھ تحقیقات میں کچھ خطرناک قسم کی عبارات بھی موجود ہیں، جو غیر محتاط ہیں، جن کی نشاندہی "نبوت مصطفی" از مفتی نذیر احمد سیالوی اور "نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ حصہ دوئم" از پروفیسر عرفان بٹ میں موجود ہے۔ مگر کیونکہ سیالوی صاحب پر حجت تمام نہ ہوسکی اس لیے ان

کی تکفیر ممکن نہیں۔ جناب نذیر سیالوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات کے ذریعہ اتمام حجت اور قبول حق کی دعوت، اصل مقصود میں شامل ہے اور صاحب تحقیقات کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ان کے نام سے منظر عام پر آنے والی بعض کتب میں اہل اسلام کے ساتھ کسی قدر بے رحمی کا سلوک کیا جارہا ہے۔ لیکن تصریحات کی طباعت صاحب تحقیقات کی علالت کے ایام میں ہوسکی اور کچھ ایام کے بعد ان کا انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے موقع نہ آسکا کہ کتاب مذکور انہیں بجھوائی جاسکتی۔''

(محاکمہ عطائیہ کا مصنفانہ جائزہ ص ۱۰۳)

اس لیے ان احباب نے اپنی کتب میں واضح لکھا کہ یہ سب چیزیں سیالوی صاحب کے قول سے لازم آتی ہیں، اور ایسا لکھنا بقول خالد محمود کسی قسم کا فتویٰ نہ لگانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''لیکن یہ الزام کیونکہ بطریق لزوم تھا بطریق التزام نہ تھا اس لیے ان حضرات کے خلاف فتویٰ کی زبان استعمال نہ کی اور کوئی فتویٰ نہ دیا۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۸ ص ۲۷۷۔۲۷۸)

مخالف تحقیقات کا حکم

ہم عرض کر چکے ہیں کہ تحقیقات سیالوی صاحب کا تفرد ہے، خود ان کو بھی تسلیم ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

''معترضین سے میری گزارش ہے کہ اگر آپ کو یہ راہ، راہ راست معلوم ہو اور اس پر گامزن ہونے کو جی چاہے تو فبہا، ورنہ جس راہ کو موزوں سمجھیں ادھر رجوع کرلیں۔'' (تحقیقات ص 60۔61)

اس لیے ان کے نزدیک تکفیر تو کجا ان کے موقف سے محض اتفاق بھی ضروری نہیں۔

قادری صاحب کی پیش کردہ عبارات پر ایک نظر

تحقیقات پر اصل اعتراض یہ تھا کہ سیالوی صاحب کی عبارات سلب نبوت کے عقیدے کا

اظہار کرتی ہیں۔قارئین عرض ہے کہ سلب نبوت اس وقت لازم آتا جب مصنف تحقیقات عالم ارواح میں نبی مانتے ہاپیدائش سے پہلے تو نبی تسلیم کرتے مگر بعد میں انکار کرتے،۔ابوایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''اشرف سیالوی حضور ﷺ کی نہ صرف پیدائشی نبوت کے منکر ہیں بلکہ پیدائش سے پہلے بھی آپ کی نبوت ورسالت کے منکر ہیں۔''

(دست وگریبان ج۲ص۴۷)

معترض کا یہ قول ہرگز درست نہیں، کیونکہ سیالوی صاحب عالم ارواح میں بھی نبی اکرم ﷺ کو نبی تسلیم کرتے ہیں اوراس نبوت کو عالم اجسام میں بھی مستمر مانتے ہیں،اور چالیس سال سے پہلے جس نبوت کا انہوں نے انکار کیا ہے وہ جسمانی نبوت ہے،جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں۔اور معترض صاحب کوئی بھی ایسی عبارت پیش کرنے سے قاصر رہے جس میں عالم ارواح والی نبوت ا انکار ہو،اس کے برعکس تحقیقات میں ایسی عبارات موجود ہیں جو واضح کرتی ہیں کہ سیالوی صاحبؒ حضور نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں نبی مانتے ہیں ہاں عالم اجسام میں اس نبوت کا مستوراور بالقوۃ ہونا تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

''لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اوراس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے،وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی مغلوب ومستور ہوگئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی طور پر بالقوۃ رہ گئی تھی۔'' (تحقیقات ص۶۰)

لہٰذا یہ کہنا سیالوی صاحب عالم ارواح والی نبوت کے منکر تھے درست نہیں،ہاں چالیس سال سے پہلے وہ حضور ﷺ کو بالفعل نبی تسلیم نہیں کرتے،جیسا کہ ہماری نقل کردہ عبارت سے ظاہر ہے،اوراس نبوت کو عالم اجسام میں موثر نہیں مانتے،جس پر مزید شواہد بھی پیش خدمت ہیں۔

آپ رقم طراز ہیں:۔

''اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کو وقت ولادت سے نبی مانتے ہوتے تو پھر بت پوجنے اور شراب پینے کے بارے میں سوال کیونکر کرتے؟ نیز آپ نے یہ کیوں نہ فرمادیا کہ میں بچپن سے نبی تھا اور نبیوں سے ایسے ناپسندیدہ امور کیسے

سرزد ہو سکتے ہیں؟''

(تحقیقات ص ۱۶۶)

مزید لکھتے ہیں:۔

''ان حضرات کے اقوال سے واضح ہو گیا کہ آپ نزول وحی اور نزول کتاب سے قبل بالفعل نبی نہیں تھے۔''

(تحقیقات ص ۱۶۷)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''اگر آپ آغاز ولادت سے ہی بالفعل اور عملی طور پر نبی تھے تو چالیس سال بعد اس کے حصول اور وصول کے لیے اس خلوت کو ارہاص و اساس اور مبدا و بنیاد بنانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی؟''

(تحقیقات ص ۲۰۷)

ایسے ہی لکھا:۔

''نیز نبی مکرم ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی ﷺ تھے۔ اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کو افادہ و افاضہ فرماتے رہے، تو لباس بشری، میں ملبوس ہونے پر وہ نبوت سلب تو نہیں ہو گئی تھی، اگرچہ اس پر بشریت ایک طرح کا ستر اور پردہ بن گئی تھی۔ اور پہلی نورانیت اور ضیاء پاشی وقتی طور پر پس پردہ چلی گئی، لیکن اس قدر مغلوبیت بھی طاری نہیں ہوئی تھی کہ بالکلیہ غفلت اور لاعلمی اور بے خبری اور بے شعوری والی کیفیت لاحق ہو جاتی تو یہ وحی خفی اور کشف صادق اس نبوت روحانیہ کا ثمرہ اور نتیجہ تھا نہ کہ یہاں عالم اجسام میں نئی نبوت آپ کو عطا ہو گئی تھی۔''

(تحقیقات ص ۳۵۱۔۳۵۲)

ایسے ہی فرماتے ہیں:۔

''محمد اشرف سیالوی عفی عنہ نبی مکرم ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی بھی مانتا ہے اور ولادت پاک سے اعلان نبوت تک اس روحانی نبوت کے زوال پذیر ہونے یا سلب ہونے کا قائل بھی نہیں ہے بلکہ اس دوران آپ کو بالقوۃ نبی مانتا ہے۔''

(نظریہ ص ۲۱)

مزید لکھا:۔

''اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی اور آپ کو اس کے احکام مستحضر ہوتے تو علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟'' (تحقیقات ص ۲۳۸)

اس قسم کی عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سیالوی عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالفعل نبی تسلیم کرتے ہیں، مگر عالم اجسام میں اس نبوت کو بالقوۃ مانتے ہیں، جس سے سلب نبوت کا قول لازم آتا ہے۔ چنانچہ نذیر سیالوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور چونکہ منصب نبوت کا زوال اور سلب شرعاً وعقلاً جائز اور ممکن نہیں ہے اس لیے منصب نبوت جب ایک دفعہ حقیقتاً اور بالفعل ثابت و متحقق ہوگیا تو ہمیشہ کے لیے بالفعل ہی رہے گا۔'' (تصریحات ص ۸۵)

عبدالرزاق بھتر الوی حطاروی لکھتے ہیں:۔

''اگر مطلق نبوت ہوتی تو عظیم معترض صاحب کا ارشاد صحیح ہے کہ نبوت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ارواح سے ہی نبوت بالفعل حاصل ہے تو چالیس سال تک بالقوۃ ماننے سے نبوت کا زوال لازم آئے گا۔'' (ارفع الدرجات ص ۱۹۶)

عرفان بٹ صاحب لکھتے ہیں:۔

''پس ثابت ہوا کہ شیخ الحدیث صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل از بعثت جسمانی طور پر بالقوۃ نبی مانتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ جو نبوت عالم ارواح میں بالفعل تھی وہی جسمانی طور پر بالقوہ ہوگئی، یعنی بہ قول علامہ صاحب زوال کا شکار ہوگئی۔ (معاذ اللہ) (نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ ص ۲۰۴)

پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اپنے اپنے موقف پر استدلال کے حوالہ سے فریقین کی اس مضحکہ خیزی کے علاوہ بے احتیاطی، بے انصافی اور ایک دوسرے کے خلاف رسہ کشی کی مشتے نمونہ از خروارے یہ کہ فریق اول نے نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے

اس استمرار سے بھی انکار کیا ہے جو آغاز آدمیت سے بھی پہلے شروع ہو کر وقت بعثت تک مستمر رہی ہے۔" (الرسائل والمسائل ج ۲ ص ۸۰۔۸۱)

ان تمام مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ واضح ہوا کہ اشرف العلماء کے کلام سے سلب نبوت کا قول لازم آتا ہے، مگر کیونکہ لازم قول، قول نہیں ہوتا، اس لیے کوئی فتویٰ نہیں۔

سیالوی صاحب پر حکم

اس لیے جناب نے سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جتنی جرح بھی پیش کی ہے وہ لزوم کے درجہ میں ہے۔ علامہ عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:۔

"لیکن مخفی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مقدسہ کی شان اولیت کے منکر کا جو حکم کتاب ہذا میں جہاں کہیں بھی مذکور ہے، وہ لزومی ہے، التزامی نہیں کیونکہ التزام کے لیے جو امور درکار ہوتے ہیں یا شرائط ملحوظ ہوتی ہیں، تادم تحریر ان میں کامیابی نہیں ہو سکی۔" (تنبیہات ص ۱۰۹۶)

مسئلہ ہذا کی نوعیت

نفس مسئلہ کے ظنی ہونے میں طرفین متفق ہیں، مفتی نذیر صاحب لکھتے ہیں:۔

"عالم ارواح میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا نصوص ظنیہ سے ثابت ہے۔" (نبوت مصطفی، ص ۶۰۵)

مزید فرماتے ہیں:۔

"اس لیے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت ہماری نسبت دلائل ظنیہ سے ثابت ہے۔" (نبوت مصطفی ص ۲۰)

علامہ عبدالمجید سعیدی فرماتے ہیں:۔

"جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو وہ ضروریات دین یا ضروریات اہل سنت سے نہیں کہ جن کے منکر کو کافر یا گمراہ کہا جاتا ہے بلکہ اس کی نوعیت مختلف فیھا بین اھل السنۃ ہے، پس وہ قطعی طور پر مسائل کی قسم ثالث اور باب فضائل سے ہے جن کے انکار پر تکفیر و تضلیل تو کجا تفسیق بھی نہیں ہوتی" (تنبیہات ص ۶۵)

اسی طرح تحقیقات میں ہے:۔

''مسائل تین طرح کے ہوتے ہیں۔ضروریات دین۔ضروریات عقائد اہل سنت اور مختلف فیہ فیمان بین اہل السنہ'' (تحقیقات ص ۳۱)

نیز:۔

''مقدمہ ثالثہ کے پیش نظر اس مسئلہ کی حیثیت متعین کرنا ضروری ہے تو لامحالہ یہ تیسری قسم میں شمار کیا جائے گا کیوں کہ خود اکابرین اہل سنت اور ہمارے اسلاف کام کا اس میں اختلاف کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے یا نہیں؟''

(تحقیقات ص ۲۳)

عرفان قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا کے پاس اگر فرصت کے اتنے لمحات تھے تو ایک ظنی مسئلہ پر طبع آزمائی کے بجائے اللہ تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف کاسہ لیسیوں اور ریشہ دوانیوں میں معروف فتنہ پرور لوگوں کا رد بالغ کرتے۔''

(نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ ج ۱ ص ۱۸)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نفس مسئلہ ظنی ہے اور یہی جمہور کا مقف ہے، اور اس کے بالمقابل کوئی دوسرا موقف قابل قبول نہیں۔علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''اور اس جا پادری لوگ مغالطہ دینے کو بعض اہل تشیع کا قول نقل کر دیتے ہیں۔ اور جو اس قول کو اہل تشیع کے خود ہی جمہور علماء محققین رد کرتے ہیں تو وہ قول ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے ہم پر استدلال کیا جا سکے۔'' (ازالۃ الشکوک ج ۲ ص ۴)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

''شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن میں کمی بیشی کا دعوی کرتا ہے تو اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابل قبول ہے۔''

(اعجاز عیسوی ص ۵۸۸)

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

''علاوہ ازیں یہ امر مسلم ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا محقق جمہور کے خلاف قول کرے تو اس کا اتباع جائز نہیں، مسلک جمہور ہی کا واجب الاتباع ہے۔''

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۸۷)

پیش کردہ جرح کا جواب

جناب نے مفتی نذیر صاحب کی عبارت پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ نبوت سے قبل ولی تسلیم کرنا قطعیات کا انکار ہے، جبکہ مکمل عبارت یوں ہے:۔

''ہاں البتہ عالم ارواح میں حضور سید المرسلین ﷺ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرنے کے باجود اس بالفعل نبوت کے استمرار ودوام کی نفی اور زوال کا اعتقاد کر کے قبل از بعثت صرف ولی تسلیم کرنا ضرور قطعیات کا انکار ہے۔''

(نبوت مصطفیٰ ص ۹۷)

اس مکمل حوالہ سے واضح ہوا کہ جناب کس قدر امانت ودیانت کا خون کرتے ہوئے عبارات میں قطع وبرید کرنے میں ملوث ہیں، ثاقب رسالپوری لکھتے ہیں:۔

''دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ملک صاحب نے موطا امام محمد کی جو عبارت نقل کی ہے اس کے ساتھ پیوستہ عبارت بھی نقل کر دیتے، شاید ملک صاحب اس کے نقل کرنے سے چشم پوشی اس لیے بھرتی ہے کہ اس کی وجہ سے ملک صاحب کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔''

(حضرت امیر معاویہ اور تاریخی روایات ص ۳۳)

حضور ﷺ اور تحقیقات کی تصدیق

معترض نے ''تحقیقات'' کے متعلق ایک خواب نقل کیا کہ حضور ﷺ نے اس کی تصدیق کی ہے، تو جواباً عرض ہے کہ جب صوفی اقبال صاحب نے خواب نہیں بلکہ کشف پیش کیا تو اس کے متعلق قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:۔

''شرعی مسائل ''دلائل'' سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ الہامات ومکاشفات سے''

(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۴۰۵، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

تحقیقات کس کی تصنیف

اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں کہ تحقیقات کا سیالوی صاحب کی قطعیت کے ساتھ تحریر ہونا ثابت نہیں۔ اور یہ صرف مفتی نذیر صاحب ہی نہیں بلکہ مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب نے بھی لکھا ہے:-

''اور نہ ان کی ایسی تحریر مل سکی جسے قطعیت کے ساتھ ان کی تحریر قرار دیا جاسکے''

(تنبیہات ص ۱۰۹۶)

لیکن کیونکہ سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے واضح تردید بھی موجود نہیں، اس لیے انہیں بری الذمہ بھی قرار دیا نہیں جاسکتا۔

لمحہ فکریہ!؟

جناب نے اس کے بعد یہ ثابت کرنے سعی کی کہ سیالوی صاحب پانے مخالفین کو دائرہ اسلام سے خارج اور گستاخ کہتے ہیں جبکہ جناب کی نقل کردہ عبارت اس قسم کی تصریح سے یکساں خالی ہے۔ اور ہم مسئلہ ہذا کی نوعیت کے عنوان سے مفصل لکھ چکے کہ نفس مسئلہ ظنی ہے یہی جمہور کا موقف ہے اس سے ہٹ کر کوئی بات حجت نہیں۔

مخالف تحقیقات کا حکم

جناب معترض نے مفتی نذیر صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت اپنے دعویٰ پر بطور ثبوت پیش کی :

''اور جس عقیدہ پر اپنے مشائخ اور اساتذہ کو پایا تھا اور خود بھی ساری عمر (عملی زندگی) اسی کا پرچار کرتے رہے، اب اس نظریہ اور عقیدہ کا بیان کرنا امت کو گمراہ کرنا قرار دے دیا اور تنقید وطعنہ زنی میں غیر محتاط لوگوں کے جواب میں (جب کہ ان لوگوں کا رویہ بھی نہایت گھٹیا اور سراسر حماقت پر مبنی تھا) اس نظریہ اور عقیدہ کے حاملین اور معتقدین کی قطعی تکفیر کر دی اور لکھ دیا۔ و کذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا بتوصل به الیٰ تضلیل الامة.

(تکملہ تحقیقات، ص ۴۰۱، اشاعت دوم)

اور یہ نہ سوچا کہ اس تکفیر کی زد میں اپنے مشائخ اور اساتذہ سمیت خیر القرون تک جمہور علمائے امت آرہے ہیں اور مزید وہ سکینی ہے جس کو لکھنے کی سکت نہیں (نبوت مصطفی ص ۲۸۵)

غلام نصیر صاحب کی عبارت یوں ہے:۔

''نیز جو حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہودیوں نے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ﷺ کو بچپن سے نبی مانا، جو بچپن سے نبی نہ مانے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے، ان کو شفا شریف کی اس عبارت پر غور کرنا چاہیے۔ و کذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولا بتوصل به الیٰ تضلیل الامة۔

(تکلمہ تحقیقات ص ۴۰۱، اشاعت دوم)

اس عبارت کا واضح مطلب ہے کہ جو چالیس سے قبل نبوت نہ ماننے والوں پر یہودیت یا تکفیر کا فتویٰ لگائے، اس پر فتویٰ ہے، اور ہم واضح کر چکے کہ جمہور کے نزدیک یہ مسئلہ ظنی ہے، اور اس کے انکار سے قائل کی تکفیر لازم نہیں آتی، لہٰذا ان پر فتویٰ بھی نہیں۔

مناظر اسلام پر فیسر سعید احمد اسد

جناب نے ''مسئلہ نبوت عند الشیخین'' سے مندرجہ ذل عبارت کی نقل کی:۔

''مولانا نے ملتان کے اپنے اس بیان میں نہایت ہی خطرناک طرز پر اپنے سامعین کو مخاطب کر کے ان سے سوال کیا کہ بتاؤ اگر حضور ﷺ کو پہلے نبی مان لیا جائے تو ختم نبوت کا کیا مطلب ہوگا یعنی آپ خاتم النبیین کیونکر ہو سکیں گے۔''

(مسئلہ نبوت عند الشیخین ص ۲۵)

جب علماء کی موجودگی میں قبلہ مناظر اسلام سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ختم نبوت کا انکار اس صورت میں ہے جب عالم ارواح میں وحی جلی اور بشریت تسلیم کی جائے جبکہ علماء اہلسنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں لہٰذا کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں۔

پھر جناب نے مفتی عبد المجید صاحب کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا، ان کی مکمل عبارت کچھ یوں ہے:۔

''بلکہ خود اسی حدیث۔۔۔ کو موصوف سیدی عالم کے اول الخلق ہونے اور زمانہ

قبل تخلیق آدم علیہ السلام بمعنی حقیقی خاتم النبین قرار دیئے جانے کی دلیل کے طور پر پیش کر چکے ہیں اور اپنا عقیدہ وایمان کہہ چکے ہیں۔"

(مسئلہ نبوت عند الشیخین ص 30)

اس عبارت میں مفتی عبد المجید صاحب مجیب کے سابقہ عقیدہ پر طنز کر رہے ہیں، نہ کہ اپنی طرف سے کوئی فتویٰ لگا رہے ہیں۔

محمد حسین شائق کی جرح کا جواب

شائق صاحب نہ تو ہمارے ہاں معتمد علیہ ہیں اور نہ ہی ان کا موقف جمہور کے مطابق ہے بلکہ انہوں نے اس مسئلہ میں شدت کی راہ اختیار کی ہے، اور خود دیوبندی حضرات کے نزدیک متشدد کی جرح قبول نہیں۔ الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

"ایک بار ضمناً عرض کرتا جاؤں۔ اسماء الرجال میں جرح اس آدمی کی لی جاتی ہے جو متشدد نہ ہوگا، اگر متشدد ہوگا تو جرح کوئی نہیں دیکھتا۔"

(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص ۱۵۸)

درود ابراہیمی کے حوالہ سے اعتراض

جناب نے مفتی اقتدار صاحب کی عبارت پیش کی کہ انہوں نے درود ابراہیمی کو "مکروہ تحریمی" کہا ہے، جبکہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ امام نووی نے ایسے دورود کو جو سلام کے بغیر ہو مکروہ لکھا ہے اس لیے اقتدار صاحب نے ان کے حوالے سے کروہ لکھ دیا ہے اب دیوبندی حضرات امام نووی پر سیدھا اعتراض کریں، اور پھر خود یہ حضرات ایسے دورود کو ناقص اور شیعی درود کہتے ہیں اس کے متعلق بھی جناب کچھ لب کشائی کریں۔

نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ

یہ کتاب عرفان بٹ صاحب کی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ کتاب ہذا کا پہلا حصہ مفتی شعیب کے مضمون پر تنقید ہے جبکہ "تحقیقات" پہ بھی مختصر تبصرہ موجود ہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"راقم الحروف کے دوست احباب نے فرمایا کہ اس مضمون کا جائزہ لوں جو مولانا شعیب اور علامہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب کی تحقیقات پر مبنی ہے

اور اس کا مناسب جواب لکھو۔" (ثبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ ص ۱۸۔۱۹)

اس لیے پہلے حصہ میں موجود تنقید کا تعلق مفتی شعیب کے مضمون سے ہے، جنہوں نے بعد از تنقید قابل اعتراض عبارات کو نکال دیا تھا، جبکہ دیگر عبارات پر تنقید لزوم کے درجہ میں ہے، اور کہیں بھی سخت فتویٰ موجود نہیں۔

دیوبندی دست وگریباں

خود دیوبندی حضرات کے اندر بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ اکرام علی صاحب بھاگلپوری لکھتے ہیں:۔

"کیونکہ قبل از نبوت بھی آپ (ﷺ) ولی تھے بلکہ مسلم ہے کہ ہر نبی قبل از نبوت ولی ہوتا ہے۔" (نفع المسلم ص ۹۸۳)

مزید لکھا:۔

"حضور ﷺ نبوت سے قبل بھی زہد و ریاضت کی وجہ سے غیر معمولی طاقت رکھتے تھے۔" (نفع المسلم ص ۲۹۳)

"مکہ مکرمہ میں آنحضرت ۳۵ سال تک رہے چالیس سال بعد نبوت ملی نبوت ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی آپ گناہوں سے پاک تھے۔"

(تحفۃ المنعم ج ۱ ص ۵۸۵ از مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی)

ایسے ہی دیوبندی کتاب میں موجود ہے:۔

"حضور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔" (انوار رات صفدر ص 408)

ایسے ہی دیوبندی شاہ نواز فاروقی لکھتے ہیں:۔

"چالیس سال بعد نبوت ملتی ہے۔"

(خطبات ربیع اول 1/91 مرتب حافظ ندیم قاسمی مکتبہ عشرہ مبشرہ)

جبکہ مفتی مدار اللہ مدار لکھتے ہیں:۔

"اس قسم کے اقوال دراصل اس غلط فہمی کا نتیجہ ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو

دراصل یہ ان کے قصور فہم کا نتیجہ ہے اور اہل غرض اس قسم کے لوگوں کے اقوال سے استناد کر کے امت کو غلط راستے پر ڈالنے کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ظلم کی حد یہ ہے کہ اس قسم کے اقوال اہل سنت والجماعت کے حوالے سے پیش کیے جا رہے ہیں حالانکہ اہل سنت والجماعت انبیاء علیہم السلام کو قبل از نبوت تو در کنار قبل از پیدائش عالم ارواح میں بھی نبی مانتے ہیں۔" (عصمت انبیاء ص 40)

تو جناب مفتی مدار اللہ مدار کیے نزدیک ایسے لوگ جو انبیاء کو پیدائشی نبی نہ مانے وہ اہل سنت سے خارج ہیں اور ان کا یہ قول مردود ہے۔ پھر جمہور محققین اہلسنت نے اس مسئلہ میں سیالوی صاحب کی تکفیر نہیں کی، خود قادری صاحب نذیر سیالوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آپ صاف اسے کافر کہنے کی جسارت کیوں نہیں کرتے۔"

(دست و گریبان ج ۲ ص ۵۷)

؎ مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

جب واضح ہوا کہ سیالوی صاحبؒ کی تکفیر نہیں کی گئی تو اسے دست و گریباں سے گرادننا بھی ہرگز درست نہیں، پھر اعجاز احمد اشرفی لکھتے ہیں:۔

"حافظ ابن تیمیہ کی نظر میں امام الحرمینؒ اور امام غزالیؒ کے عقائد کفریہ تھے اور تمام علماء وقت کے متفقہ مطالبہ کو ٹھکرا کر ان سب کو بھی مرتد و زندیق بتلایا گیا۔"

(روشن حقائق ص 19)

اب ہم مرتب سے پوچھتے ہیں کہ وہ اہل اسلام کے دست و گریباں ہونے پر کب مواد ترتیب دے رہے ہیں؟؟؟

مناظرہ جھنگ پر اعتراضات کے جوابات

اس جگہ نہایت مختصر طور پر مناظرہ جھنگ پر ہونے والے اعتراضات کا جواب پیش خدمت ہے، جس میں حافظ اسلم صاحب کے اعتراضات کے علاوہ دیگر دیوبندی حضرات کے اعتراضات کا بھی مختصر پوسٹ مارٹم موجود ہے۔

مناظرہ جھنگ حقائق کے آئینے میں

اعتراض:۔ ''گستاخِ رسول کون'' کے موضوع پر ہونے والے سات گھنٹے کے مناظرے میں سیالوی صاحب بریلویوں کی گستاخانہ عبارات کا جواب دینے میں بری طرح ناکام رہے۔اس کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے:۔

(ا)(الف) تھانوی کو چاہیے کہ کتے نازل ہونے قرآن پر ایمان لے آئے تاکہ غلامان مصطفیٰ تمہیں کچھ نہ کہیں۔(مقیاس حنفیت)

(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اور عمل میں فرق آ گیا اور وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے۔(مقیاس حنفیت)

جب یہ گستاخانہ عبارات پیش کی گئیں۔(مناظرہ جھنگ،ص ۱۳۳،ص ۱۹۹) تو سیالوی صاحب جب جواب دینے سے عاجز آ گئے تو آخر کار سیالوی صاحب نے اپنے مولوی کو غیر معتبر مان کر جان چھڑانے کی کوشش کی کہ مولوی عمر اچھروی تو میرا ہم عصر ہے اور اس سے بریلوی مسلک کا تشخص قائم نہیں۔(مناظرہ جھنگ ص ۲۰۳) مولوی عمر اچھروی کو بریلوی شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔(تذکرہ اکابر اہلسنت)(دست وگریبان ج ۲ ص ۹۷)

سب سے پہلے عرض ہے کہ یہ جناب کا سخت جھوٹ ہے کہ سیالوی صاحب نے عمر صاحب کو غیر معتبر کہا بلکہ صرف اکابر میں سے نہیں بلکہ معاصرین میں سے شمار کیا پھر خود دیوبندی مانتے ہیں کہ ہر معاصر اکابر میں سے نہیں ابوایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

جو کہ ہمارے اکابرین و بزرگوں میں سے نہیں بلکہ معاصر میں سے ہیں۔
(فضل خداوندی ص 54)

اور جہاں تک عبارات کی بات ہے تو ان پر بھی مختصر بحث پیش خدمت ہے۔مولوی حق نواز نے اعتراض کیا تھا:۔

''اور میں اپنی اسی ٹرن میں جاء الحق اور انوار شریعت کے حوالے کے ساتھ ساتھ ایک اور حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی کتے کو مان لے کہ اس پر قرآن اترا ہے اگر کوئی کتے کو نبی مان لے کہ یہ میرا پیغمبر ہے

اور کتے کی طرح عوعو کرتا پھرے تو مقیاس الحنفیت میں مولانا عمر اچھروی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کرے تو غلامان مصطفی کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملے گا اور نہ وہ عذاب الیم میں گرفتار ہوگا۔''

(مناظرہ جھنگ ص ۱۱۸۔۱۱۹)

ناظرین اس پہلے کہ اچھروی صاحب کی عبارت اور سیالوی صاحب کے جواب کے متعلق کچھ عرض کیا جائے، مختصر سی تمہید پیش کی جاتی ہے تا کہ ساری بحث سمجھنے میں آسانی ہو۔ تھانوی صاحب نے لکھے تھا:۔

''آپ (ﷺ) کی ذاتت مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہہے کہ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس مین حضور کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے''

(حفظ الایمان)

اس عبارت میں تھانوی نے صاحب کے نزدیک حضور ﷺ کو جتنا علم علم غیب ہے اس میں آپ ﷺ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس جیسا علم غیب تو جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے، اور حضور ﷺ کے علم غیب کو قرآن کہا گیا ہے، تو جب تھانوی صاحب نے حضور جیسا علم غیب تسلیم کیا تو لامحالہ انہوں نے ان چیزوں پر قرآن کا نزول مان لیا اس پر عمر اچھروی صاحب نے الزاما یہ بات کہی تھی، فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید جو آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں یارسول اللہ یہ تمام غیبی خبریں ہیں اور مصنف حفظ الایمان نے یہ کہا ہے کہ ایسے علوم غیبیہ تو صبی ومجنون اور کتے بلے خنزیر کو بھی حاصل ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض علوم غیبیہ جن کو قرآنا شریف کہا جاتا ہے ہر فرد حیوان اور صبی اور مجنون پر بھی نازل ہیں تو میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی ﷺ پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لٹر کے یا دیوانے یا کتے وغیرہ

کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے تا کہ غلامانِ مصطفیٰ کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملے۔'' (مقیاس الحنفیت ص ۲۱۱)

تو کتے پر قرآن نازل ہوا ہے یہ تھانوی کی عبارت سے لازم آتا ہے اور علامہ عمر اچھروی نے صرف الزام قائم کیا ہے، اس مسئلہ کی مکمل وضاحت سیالوی صاحب نے کی تھی۔ چنانچہ مناظرہ جھنگ میں موجود ہے:۔

''جب ان غیوب کی خصوصیات کا انکار کیا گیا تو گویا ان قرآنی علوم کا حامل ان کتوں وغیرہ کو بھی اسی طرح تسلیم کر لیا گیا ہے تو اس میں نبی کریم ﷺ کے وصف نبوت کے ایک خاص مابہ الامتیاز امر یعنی علوم غیبہ کے ادراک وحصول کو ان بچوں پاگلوں اور جانوروں میں تسلیم کر لیا گیا اور رعلوم غیبہ کا حصولکا ذریعہ کیا تھا قرآن مجید تو جب علوم غیبیہ غیر میں میں تسلیم کر لیے گئے تو ذریعہ کو ماننا بھی لازم آ گیا۔'' (مناظرہ جھنگ ص ۱۲۱، ۱۲۲)

جب کہ اس چیز کو دیوبندی مناظر نے چھوا تک نہیں اور صرف مشورہ پر اعتراض کرتا رہا، اور اس اعتراض کا بھی سیالوی صاحب نے مکمل جواب دے دیا تھا۔ (مناظرہ جھنگ ص ۱۳۸۔۱۳۹)

اور پھر مزید آگے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا:۔

''اور ان کی عبارت میں تو ''ہو'' ہے ''ہوگا'' نہیں ہے وہ اپنے طور پہ یہ خبر نہیں دے رہے ہیں یہ غلط ہے بلکہ مولانا اشرفعلی تھانوی کی کلام سے یہ بات لازم آتی ہے۔'' (مناظرہ جھنگ ص ۱۴۹)

اس ساری گفتگو کا دیوبندی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا اور بار بار ایک ہی اعتراض دہراتا رہا، اس ساری بحث کو حافظ اسلم صاحب کوے کا شور بہ سمجھ کر ہڑپ کر گئے۔

(۲) مقیاس الحنفیت کی اس عبارت پر جو اعتراض کیا گیا تھا اس کا جواب شاہ عبدالحق اور رشید احمد گنگوہی سے دیا گیا تھا (۱۹۲۔۱۹۵) پھر جو قول وعمل میں تضاد کے حوالے سے اعتراض تھا اس کا بھی موسیٰ وخضر کے واقعے سے جواب دیا گیا جس کا تعلق نسیان سے تھا۔ (مناظرہ جھنگ۔ ص ۲۰۳، ۲۰۸) ان میں کسی بات کا جواب حق نواز نہ دے پائے اور دیوبندی معترض نے بھی ان کو

چھانے میں عافیت سمجھی۔

اعتراض:۔ اللہ ودھایا کی انوار رسالت، غلام جہانیاں کی ہفت اقطاب کا جواب:۔

ان کتب کا یہ جواب دیا دیا گیا تھا کہ یہ کتب و مصنفین معتبر نہیں، اور ان کو شرائط مناظرہ کی رو سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ خود دیوبندی مولوی حق نواز نے بھی تقویۃ الایمان کا انکار کیا تھا:۔

"قابل صد احترام سامعین تقویۃ الایمان شاہ اسمعیل صاحب کی کتاب کے حوالہ جات پیش کیے گئے تو میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری طرف سے ہمارے شیخ العرب والعجم حضرت حسین احمد مدنی نے اس تقویۃ الایمان بارے مین لکھا ہے کہ غیر معتبر کتاب ہے۔"

(مناظرہ جھنگ ص ۱۶۱)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس نے جدلی یا الزامی طور پر نہیں بلکہ مکتوبات شیخ الاسلام کے حوالہ سے اس کا غیر معتبر ہونا بتلایا ہے، جس میں موجود ہے:۔

"تقویۃ الایمان حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ہے، یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے [جس کی نسبت میں بھی لوگوں کو کلام ہے]" (مکتوبات شیخ الاسلام ج 2 ص 206)

ایسے ہی اس کے حاشیہ میں موجود ہے:۔

"رسالہ تقویۃ الایمان حصہ دوم اردو یہ مولانا شہید کا قطعاً نہیں ہے۔"

(مکتوبات شیخ الاسلام ج 2 ص 205)

ایسے ہی لکھا:۔

"اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ تقویۃ الایمان مولانا شہید کی ہے مگر مولانا نے فرصت نہیں پائی کہ اس پر نظر ثانی فرماتے۔"

(مکتوبات شیخ الاسلام ج 2 ص 206)

لہٰذا یہ تاویل بالکل ہی بوگس ہے، اب جب جناب نے تقویۃ الایمان کو غیر معتبر کہا تو سیالوی صاحب نے اس پر گرفت کی اور حوالہ جات سے ثابت کیا کہ یہ معتبر کتاب ہے۔ (مناظرہ جھنگ ص ۱۶۶) تو اس گرفت سے گھبرا کر حق نواز کو یہ کہنا پڑا کہ ترجمہ خود نہیں کیا تھا جبکہ ارواحِ ثلاثہ میں ترجمہ

کے متعلق بھی یہی تصریح ہے کہ یہ ترجمہ خود دہلوی نے کیا تھا۔ اب جس طرح سیالوی صاحب نے تقویۃ الایمان کا معتبر ہونا ثابت کیا تھا۔ جناب حق نواز صاحب بھی ان حضرات کا جن کو غیر معتبر کہا گیا تھا، معتبر ہونا ثابت کرتے لیکن وہ اس قسم کا کوئی حوالہ پیش نہ کر سکے۔ اب ان کے حواریوں کا ان حوالہ جات کو پیش کرنا مقصود نہیں کیونکہ بحث کا تعلق مناظرہ جھنگ میں دیئے گئے دلائل سے ہے۔ پھر مزید عرض ہے کہ علمائے اہل سنت کی گرفت کی بدولت اس تقویۃ الایمان کا انکار اور اس میں الحاق دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے۔ ابوالسعد احمد خاں فرماتے ہیں:۔

''اگر ان کی ایک معتبر کتاب سے یہ ثابت ہو کہ وہ ایک کامل صوفی اور پورے متادب با آدب طریقت تھے تو پھر ان کے نام سے تقویۃ الایمان کی نسبت غلط قرار پائے گی کہ نہیں۔'' (تحفہ سعدیہ ص 278)

اسی کے حاشیہ میں ہے:۔

''حضرت کے اس قیاس کی تائید بعض محققین کے خیال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حال میں مولانا حکیم عبدالشکور صاحب مرزا پوری نے ایک رسالہ بنام التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید تالیف کیا ہے، جس میں ثابت کیا ہے کہ تقویۃ الایمان شاہ اسمعیل کی تالیف نہیں۔ یہ رسالہ کتب خانہ خانقاہ سراجیہ مین موجود ہے۔''
(تحفہ سعدیہ ص 279)

خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''ملحوظ رہے کہ یہ کتابیں حضرت مولانا اسماعیل شہید کی ہی ہیں، البتہ تقویۃ الایمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آپ کی کتاب ہے یا اسے محض آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اعتراض کرنے والوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کا پیرایہ بیان مولانا شہید کی دوسری کتابوں کا سا نہیں۔''
(شاہ اسمعیل شہید ص 63)

اس لیے جدلی انداز کی تاویل کرنا محض بے سود ہے۔

۴۔ اگلا اعتراض مجیب کا فوائد فریدیہ کی عبارات کے حوالے سے ہے کہ ان کا جواب نہیں دیا گیا اور

انکار کر دیا۔

الجواب:۔ یہ بھی جناب کے کذاب ہونے کی ایک دلیل ہے کیونکہ سیالوی صاحب نے واضح طور پر آگے وضاحت کی تھی ''آپ یہاں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری (رضی اللہ عنہ) کی بات پیش کر رہے ہیں، فقراء سکر کے اندر (انا الحق) بھی کہہ جاتے ہیں ان کو سولی پر لٹکایا دیا جاتا ہے وہ ایک الگ معاملہ ہے۔'' (مناظرہ جھنگ ص ۲۱۹) یعنی انہوں نے وضاحت کر دی تھی کہ ان عبارات کا تعلق سکر و مستی سے ہے اور ان پر فتویٰ نہیں لگتا اور پھر جواباً تھانوی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ (ایضا) لہٰذا یہ کہنا کہ ان کا انکار کر دیا اور عبارات کا جواب نہیں دیا۔ یہ سخت جھوٹ ہے، خود دیوبندی مفتی نے لکھا:۔

> ''نویں عبارت فوائد فریدیہ کی تھی۔ سیالوی صاحب اس کی بھی کوئی وضاحت نہ کر سکے صرف ایک کلمہ دانی عبارت کا جواب دینے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔''

(مناظرہ جھنگ نمبر ص ۵۳)

اب ساون کے اندھے کا کوئی علاج نہیں اور وہ کوشش کامیاب تھی یا ناکام اس کا فیصلہ تو مصنفین نے کر دیا، مگر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ سیالوی صاحب نے جواب دیا تھا اب حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ بالکل جواب نہیں دیا کذب اور غلط بیانی کے سوا کچھ نہیں۔

حافظ اسلم نے چار عبارات نقل کر کے کہا کہ ان کا جواب بالکل نہیں دیا گیا۔ (دست و گریبان، ج ۲ ص ۹۹) جبکہ سفیان معاویہ لکھتا ہے:۔

''ان تین عبارات کا مناظرے میں بالکل جواب نہیں دیا گیا'' (مناظرہ جھنگ نمبر ص ۱۱۳)

لہٰذا اب ان دونوں میں سے جھوٹا کون ہے اس کو فیصلہ تو دیوبندی حضرات کریں گے، یہاں یہ عرض ہے کہ اگر وقت کی قلت کی بنا پر کچھ عبارات کا جواب نہ دیا جائے اور بقول دیوبندی یہ شکست کی دلیل ہے تو سب سے پہلے یہ دلیل آپ کے حق نواز پر لاگو ہوتی ہے۔ جناب نے بھی مندرجہ ذیل عبارات کو کوئی جواب نہیں دیا تھا

(۱) سیالوی صاحب نے تقویۃ الایمان کی عبارت پیش کی تھی کہ انبیاء اولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (مناظرہ جھنگ ص ۱۵۹) اس کا دیوبندی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا

(۲) سیالوی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبارت کہ ''مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں'' پیش کی تھی۔ (مناظرہ جھنگ ص ۲۲۶)

(۳) سیالوی صاحب اسی براہین قاطعہ سے عبارت پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کو اردو زبان دیوبندی حضرات سے معاملہ کے بعد آئی ہے۔ (مناظرہ جھنگ ص ۲۳۷)

(۴) مزید اسی براہین قاطعہ سے ایک عبارت پیش کی گئی تھی، جس میں حضور ﷺ کی ولادت کا جشن منانا سانگ کنہیا کے مانند ہے۔ (مناظرہ جھنگ ص ۲۵۱) ان عبارات کا حق نواز صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا اور دیوبندی اُصول سے یہ ان کی شکست کی دلیل ہے۔

اعتراض:۔ مجیب نے اعتراض کیا کہ سیالوی صاحب نے انوارِ شریعت والے کو غیر معتبر کہا، پھر اس پر فتویٰ لگا دیا۔

اس پر عرض ہے کہ سیالوی صاحب پس منظر سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے مشروط فتویٰ جاری کیا تھا کہ ''اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مولانا نظام الدین نے یہ الفاظ کہے ہیں۔'' (مناظرہ جھنگ ص ۱۹۰) یعنی فتویٰ اس صورت میں ہے جب مولانا کہ الفاظ اپنے ہوں جبکہ یہ بات انہوں نے مرزائیوں کے حوالے سے کہی ہے لہٰذا ان پر فتویٰ نہیں لگتا۔ اور جہاں تک اس عبارت کا تعلق ہے تو ناظرین! انوارِ شریعت کی عبارت میں مرزائیوں کو الزامی جواب دیا گیا ہے۔ خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''الزامی جواب وہ ہوتا ہے جو فریق مخالف کے مسلمات کی رو سے لازم ہو۔''

(مطالعہ بریلویت 2/283)

تو جو بات مفتی نظام الدین صاحب نے کی ہے یہ ان کا اپنا عقیدہ نہیں بلکہ یہ سب کچھ مرزائیوں کے عقیدے پر الزام ہے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ناکام ہو گئے تھے، چنانچہ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:۔

''یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعے اچھا کرتے

رہے، مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارروائی کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے ہے۔"

(ازالہ 5/138، بحوالہ اشد العذاب عکسی ص 25، مطبع مجتبائی جدید دھلی)

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ عبارت مفتی نظام الدین کی اپنی نہیں بلکہ مرزائیوں کے عقیدے سے یہ سب لازم آتا ہے۔ اور جہاں تک سیالوی صاحب کے فتوے کا تعلق ہے تو وہ فتویٰ مشروط ہے۔

سیالوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ نظام الدین صاحب نے یہ الفاظ کہے۔"

(مناظرہ جھنگ ص 181)

یعنی فتویٰ اس صورت میں ہے جب یہ الفاظ نظام الدین صاحب نے خود کہے ہوں اور جب یہ ان کے اپنے نہیں بلکہ مرزائیوں کے عقیدے سے یہ سب کچھ لازم آتا ہے۔ لہٰذا اس فتوے کا مفتی صاحب سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:۔

"اگر اس کی جگہ میرے قلم سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو عیسائیوں کی کسی مسلمہ کتاب کی نسبت یا ان کے کسی پیغمبر کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کا شبہ پیدا کرتا ہو تو ناظرین اس کو اس کتاب کی یا نبی کی نسبت بد اعتقادی پر محمول نہ فرمائیں، کیونکہ میرے نزدیک خدا کی کسی کتاب یا اس کے کسی پیغمبر کی شان میں بے ادبی کرنا بدترین عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے، مگر چونکہ وہ کتابیں جو عیسائیوں کے نزدیک مسلم اور انبیاء کی جانب منسوب ہیں۔" (بائبل سے قرآن تک ص 230)

خالد محمود جناب آل الحسن مہانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"میں نے بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو ملحدانہ تقریر لکھی واللہ صرف الزاماً لکھی اور اللہ کی عنایت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں چہ جائیکہ

گمان۔"

(کتاب الاستفسار ص60)

ان دونوں حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ الزامی جواب نہ تو عقیدہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری مصنف ہی عائد ہوتی ہے بلکہ اس کا ذمہ دار وہی شخص ہے جس کے عقیدے سے یہ سب کچھ لازم آرہا ہے۔ اب ہم الزامی جوابات کی کچھ مثالیں بلاتبصرہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

"۔ایک پادری صاحب دہلی میں مباحثہ کے لیے آئے۔ مسٹر مکلف صاحب بہادر ایجنٹ گورنر نے پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیے جو کوئی ہار جائے گا، اس سے دو ہزار روپے لیے جاویں گے۔ اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں دوں گا، کس واسطے کہ وہ فقیر ہیں اور پادری صاحب کو حضرت (شاہ عبدالعزیزؒ) کی خدمت میں لائے اور سب حال بیان کیا، بعدہٗ پادری صاحب نے کہا کہ ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اس کا معقول ہونا چاہتے ہیں، منقول نہ ہو۔ جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر ﷺ حبیب اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پادری صاحب نے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے بوقت قتل امام حسینؓ فریاد نہ کی۔ حالانکہ حبیب کا محبوب، محبوب تر ہوتا ہے، خدا تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا۔ جناب مولانا نے جواب دیا کہ پیغمبر صاحب جو فریاد کے واسطے تشریف لے گئے، پردۂ غیب سے آواز آئی: ہاں! تمہاری قوم نے تمہارے نواسے پر قوم نے ظلم کر کے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰؑ کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے، یہ سن کر پیغمبر صاحب خاموش ہو گئے۔"

(کمالاتِ عزیزی ص11، رودکوثر ص67۔68)

قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:۔

"جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامزد دین میں امام ہیں۔۔ بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا۔ جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر۔۔ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا، آپ بھی یکھتے رہے۔"

(ہدایۃ الشیعہ ص164۔165)

بانی دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسی علیہ السلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے، کیونکہ دارومدار ان کی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معلوم البتہ ان کے خیال میں تھی۔اپنی خیالی تصویر کو پوجتے اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔''

(رسالہ ہدیۃ الشیعہ ص ۲۴۴۔۲۴۵)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:۔

''جناب مسیح کے ہمراہ بہت سی عورتیں چلتی تھیں اور اپنا مال انہیں کھلاتی تھیں۔ فاحشہ عورتیں آنجناب کے پاؤں چومتی تھیں اور آنجناب مرتا مریم کو دوست رکھتے تھے اور خود دوسرے لوگوں کو پینے کے لیے شراب عطا کرتے تھے۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۷۰)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ دیوبندی حضرات تو الزامی جواب کی بھی تاویل نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے نزدیک الزامی جواب میں بھی گستاخی کرنا کفر ہے، چنانچہ خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ پیغمبر کی توہین کسی طرح بھی جائز نہیں۔نہ تحقیقانہ الزاما۔سو بریلویوں کا یہ عذر کسی طرح لائق پذیرائی نہیں ہے۔پیغمبر کی بے ادبی کسی پہلو سے کی جائے اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں۔''

(مطالعہ بریلویت 2/)283

اعتراض:۔اسکے بعد مجیب نے جاء الحق کی عبارت کے حوالے سے اعتراض کیا...

ان عبارات کا مفصل جواب جناب نے سیالوی صاحب نے دیا تھا، دس منٹ کی چار تقریروں میں لاجواب گفتگو کی گئی تھی۔جس کے کسی ایک حوالے کو بھی دیوبندی مولوی ہاتھ نہ لگا سکا، اور جہاں تک کوکب صاحب و دیگر حوالہ جات کی بات ہے تو مختصر عرض ہے کہ تشبیہ اعلیٰ بہ ادنیٰ میں غرض تشبیہ کو دیکھا جاتا ہے۔اگر وہ تشبیہ کسی خصوصیت کے انکار کے لیے ہو تو وہ گستاخی ہے اور اگر وہ کسی خصوصیت کو اُجاگر کرنے اور واضح کرنے کے لیے ہو تو وہ ہرگز گستاخی نہیں۔گھسن

صاحب لکھتے ہیں:۔

"بالفرض محال مخاطب کو تشبیہ دے بھی جائے تو اس کو توہین و تنقیص نہیں کہا جا سکتا۔ (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص 191)

اور مفتی صاحب کی عبارات حضور ﷺ کی خصوصیات کو واضح کرنے کے لیے ہیں لہٰذا یہ گستاخی کے زمرے میں نہیں آتیں۔ اور "شکاری والی عبارت" کی وضاحت بھی ہم جلد اول میں کر چکے ہیں۔ اور جہاں تک پیر نصیر صاحب کی تو جمہور اہلسنت نے انہیں معتبر تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی ان کا شمار اکابرین میں سے ہوتا ہے پھر وہ مخالف ہیں سیالوی صاحب کے، اس لیے دیوبندی اصول سے ان کی جرح کا چنداں اعتبار نہیں۔ اور جہاں تک طاہر القادری کی بات تو اس کا مناظرہ کے بعد جانا یا معافی مانگنا یہ مناظرہ ہارنے کی کس طرح دلیل ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب ابن لوقت ہیں اس لیے ان سے کچھ بعید نہیں کہ انہوں نے ایسا کیا ہو اور ان کا ایسا کرنا ہم پر حجت نہیں، ثانیاً بقول خود دیوبندی موصوف مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کر چکے ہیں، تو ایسے شخص ہم پر ہرگز حجت نہیں۔

اعتراض: سیالوی صاحب اپنے اکابرین کا انکار کر دیا۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اگر وہ ہمارے اکابرین تھے تو حق نواز کو چاہیے تھا کہ وہ ثابت کرتا کہ یہ لوگ تمہارے اکابرین ہیں، جن سے تم انکار کر رہے ہو۔ جیسے سیالوی صاحب نے تقویۃ الایمان کے معتبر ہونے پر حوالہ جات دیئے تھے، پھر اس قسم کا اختلاف معلومات کی بنا پر ہوتا ہے منظور نعمانی لکھتا ہے:۔

"مختلف لوگوں کی معلومات اور اطلاعات کسی شخص کے بارے میں مختلف ہو سکتی ہیں، اُس کی وجہ سے راویوں کا مختلف ہو جانا قدرتی بات ہے، اور ایسا اختلاف باپ بیٹوں اور استادوں، شاگردوں میں بھی ہو سکتا ہے۔"

(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق صفحہ ۲۷، ۲۸)

لہٰذا اس قسم کا اختلاف ہرگز مناظرے میں ہارنے کی دلیل نہیں، یہ دلیل اس وقت ہوتا جب حق نواز ان کو معتبر ثابت کرتا، پھر اللہ ودھایا، مولانا ذاکر صاحب، مولانا غلام جہانیاں، قاضی عبدالنبی کوکب، اور مولانا اسلم علوی کا شمار "بریلوی اکابر علماء" میں نہیں ہوتا۔

منصفین پر اعتراض

ناظرین مناظرہ میں شکست کے بعد منصفین کو جانبدار کہنا یہ دیوبندی حضرات کی پرانی عادت ہے۔ بہاولپور کے مناظرے میں منصفین نے مناظرہ نے جب خلیل احمد کی شکست کا اعلان کیا تو اس کے بعد ان حضرات نے منصفین پر کیچڑ اچھالا، عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:۔

"رہا یہ کہ اگر یہ فتویٰ جس پر جناب میاں صاحب کی تصدیق ہے اگر بالفرض ان کی طرف سے ہی سمجھا جائے اور خیال کیا جائے کہ یہ ان کی طرف سے فیصلہ ہے تو تاوقتیکہ یہ فیصلہ حسب شرائط بدلائل صحیحہ مدلل نہ ہو اور تمام دلائل کا مفصل جواب نہ ہو ہرگز قابل اعتبار فیصلہ نہیں۔" (تذکرۃ الخلیل ص 146)

ایسے ہی خواجہ غلام فرید صاحب پر کیچڑ اچھالتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:۔

"اوّل جناب میاں صاحب کہ بچپن میں کچھ کتابیں صرف ونحو کی پڑھی تھیں پھر فقیری کی طرف متوجہ ہوئے اب محض خاندانی درویش ہیں۔"

(تذکرۃ الخلیل ص 149)

جب کہ مناظرہ سے قبل خلیل احمد سہارنپوری صاحب، خواجہ صاحب کی مداح میں یوں رطب اللسان ہیں:۔

"از جناب قدسی ایات فیض انتساب قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین عارج معارج ولایت ناہج مناہج انوار ہدایت آموز گار تلقین وتسلیم مرشد صراط مستقیم پیشوائے اصحاب طریقت مقتدائے حقیقت گرم رفتار منازل ملت ودین قافلہ سالار مراحلہ حق الیقین مجاز شناسحققیت دان خلوت پسند جلوت بیان جرعہ نوش وحدت الوجود والتجرید شیخینا شیخ غلام فرید صاحب۔"

(ہدایات الرشید ص 884، طباعت 1306ھ)

یعنی جن حضرات کی تعریف کی یہ حضرات رطب اللسان تھے بعد از مناظرہ انہیں پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا، ایسے ہی مناظرہ جھنگ میں جن مناظرین کے متعلق یہ کہا گیا:۔

"ٹھیک ہے جی ہمیں ان پر مکمل اعتماد ہے۔" (مناظرہ جھنگ ص 49)

مگر بعد میں انہی حضرات کی جانب سے منصفین پر جانبداری کا الزام لگایا، لیکن نکل جاتی ہے سچی بات اکثر مستی میں، کے مصداق جناب عبدالقدوس قارن صاحب لکھتے ہیں:۔

''بریلوی مناظر اپنے طبقہ کی قدآور شخصیت تھی جبکہ امیر عزیمت اس وقت اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے ابتدائی دور میں تھے۔۔۔۔مگر ثالثوں نے قدآور شخصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بریلوی مناظر کا پلہ بھاری قرار دے دیا مگر امیر عزیمت کی شکست کا فیصلہ وہ بھی نہ دے سکے'' (مناظرہ جھنگ نمبر ص ۴۱)

لہٰذا یہاں واضح تسلیم کرلیا کہ منصفین ہرگز جانبدار نہیں تھے بلکہ صرف قدآور شخصیت کا لحاظ رکھا، اس سے فیصلہ پر کیے گئے اعتراضات کا بھی جواب ہوگیا۔

الزامی جواب

اس جگہ ہم قارئین کی زیافت طبع کے لیے ایک دلچسپ حوالہ پیش کرتے ہیں، ایک مناظرہ میں جب ثالث پر دیوبندی ہونے کا شبہ ظاہر گیا تو دیوبندی حضرات یوں تبصرہ کرتے نظر آئے:۔

''بہرحال جناب محمد شبیر کو صرف منصفانہ فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود مدینہ حضرت عبداللہ بن سلام کو خیرنا وابن خیرنا کہتے تھے لیکن جیسے ہی انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے شرنا وابن شرنا (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔'' (بریلویت سے چند یادگار مناظرے ص 225)

اور دیوبندی حضرات بھی یہود کی پیروی میں منصفین پر جانبداری کا الزام لگانے پر مصر ہیں۔

سیالوی صاحب پر اعتراضات کا جواب

لفظ مولانا اور ذنب کی نسبت، شیطان کا علم وغیرہ کا جواب دیا جاچکا ہے۔ کرنل انور مدنی و ہمنوا غیر معتبر ہیں، جس کی تفصیل جلد اوّل میں موجود ہے اور خواجہ قمرالدین سیالوی کی ناراضگی مناظرۂ جھنگ سے ۱۶ سال پہلے ہوئی۔ (انور قمریہ ۳/ ۲۴۰) اس کا مناظرہ جھنگ سے کیا تعلق؟ پھر بعدازاں یہ ناراضی بھی ختم ہوگئی تھی۔ بہرحال مصنفین کے متفقہ فیصلہ سے اہل سنت بریلوی فاتح قرار پائے اور دیوبندی حضرات کے شکست خوردہ مناظر نے پھر بریلویوں کے خلاف محاظ آرائی

سے توبہ کر لی اور اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ اس کے خطبات میں ہے:۔

"تم بتلاؤ اہل حدیثو! تم بتلاؤ یہ رونا میں کس کے دروازے پر روؤں اگر تمہارے دروازے رنہ روؤں، میں بریلوی، دیوبندی اہل حدیث نزاع مطلقا چھوڑ چکا ہوں۔ اس لیے چھوڑا ہے کہ میری نگاہ میں یہ کفریات ہیں (جو شیعہ نے بکے ہیں) اور ان کی روک تھام کے لیے امت مسلمہ کا اتحاد ضروری ہے۔"

(خطبات جھنگوی ص ۴۴)

حق نواز نے منظور نعمانی کی طرح نہ صرف رد بریلویت سے توبہ کر لی بلکہ ان کو امت مسلمہ میں شمار کر کے فیصلے کو عملا تسلیم بھی کر لیا۔ اگر بریلوی گستاخ رسول ہیں تو پھر ان کو امت مسلمہ میں شمار کرنے کا کیا مطلب؟ کیا گستاخ بھی امت مسلمہ کا حصہ ہوتا ہے؟ بہر حال یہ اعلان اہل سنت کی مناظرہ جھنگ میں فتح کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور جو دیگر بات جناب نے پیش کیں ان کا مناظرہ جھنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور آج دیوبندی بھی تسلیم کر چکے ہیں یہ تمام عبارات مئول ہیں ان کی بنیاد پر تکفیر نہیں ہوتی، دیوبندی مولوی عبدالاحد قاسمی لکھتے ہیں:۔

"لیکن چونکہ اکثر عبارات میں کچھ نہ کچھ تاویل (خواہ تاویل بعید ہی کیوں نہ ہو) کا امکان ہے اس ان کی بنیاد پر احتیاطا تکفیر نہیں کی جاتی۔"

(داستان فرار ص 49)

شرک کی تعریف

(1) اہلِ سنت کے نزدیک شرک کی تعریف کچھ یوں ہے:۔

الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام۔ (شرح عقائد ص 16)

یعنی شرک یہ ہے کہ شریک میں الوہیت بمعنی وجوب الوجود ثابت کی جائے جیسے مجوس کرتے ہیں یا انہیں مستحق عبادت سمجھا جائے جیسے بت پرست کرتے ہیں۔ اب موصوف نے شرک کی تعریف کے حوالہ سے کچھ حوالہ جات پیش کیے، ان پر تبصرہ پیش خدمت ہے،

(1) سب سے پہلا حوالہ پیر محمد کرم شاہ صاحب کا دیا گیا، کتاب مذکور تلاش بسیار کے باجود دستیاب نہ ہو سکی، اس لیے وثوق کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔ پھر پیش کردہ عبارت میں غیر اللہ کی محبت کو دل بسانے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ اس صورت میں جب کسی صفات الوہیت سے متصف مان کر اس سے محبت کی جائے، وگرنہ غیر اللہ صرف مطلق محبت کا ثبوت تو قرآن و حدیث اور احادیث نبویہ سے میں واضح موجود ہے۔

(2) اس کے بعد موصوف نے شیخ جیلانی کی کتاب فتوح الغیب سے دو عبارات پیش کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی طرف توجہ و میلان شرک ہے۔ اب غیر اللہ کون ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے خود رقم طراز ہیں:۔

''جب بندہ کسی آزمائش میں مبتلاء کیا جاتا ہے' تو پہلے خود اپنے نفس کے ذریعہ وہ علاج کا متلاشی ہوتا ہے۔ جب وہ اس سے رستگاری (رہائی' نجات) نہیں پاتا' تو پھر کسی دوسری مخلوق کی طرف استعانت کرتا ہے' مثلاً بادشاہ' حکام' دنیادار' مالدار' اور مرض و درد جان کر طبیبوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی بھی اسے چھٹکارا نہیں دلاتا تب وہ اپنے رب اللہ عزوجل کی طرف دعا' ثناء اور گریہ وزاری کے ذریعہ رجوع کرتا ہے۔'' (فتوح الغیب 33)

پھر آگے رقم طراز ہیں:۔

''جب بندہ کو یہ صفائے باطن اور نورانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے' تو اس وقت حقیقت کار اس پر منکشف ہو جاتی ہے' پھر وہ بجز فعل خدائے عزوجل کے کچھ نہیں دیکھتا' تو اس وقت وہ یقینی طور پر بالبداہت موحد ہو جاتا ہے' یعنی توحید خالص' بطریق ہدایت وجدان بے اختیار فکر و نظر پالیتا ہے۔'' (فتوح الغیب ص 34)

''۔ ہاں یہ اعتقاد رکھو کہ بغیر قدرت الٰہی کے بندوں کے افعال پورے نہیں ہوتے' تاکہ تم ان کو معبود جا کر پرستش نہ کرنے لگو' اور خدا کو فراموش کر جاؤ اور یہ بھی اعتقاد نہ رکھو کہ خالق کے افعال محض ان کی قدرت سے بغیر قدرت الٰہی کے ہیں (اگر ایسا اعتقاد رکھا) تو تم کافر ہو کر ۳۔ قدری بنا جاؤ گے لیکن یہ کہو اور

اعتقاد رکھو کہ افعال خلق کی پیدائش وتخلیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے بندہ کے لیے کسب ہے۔" (فتوح الغیب ص 71)

"۔خبردار! تمہارے مولیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ اس کا غیر ہے پس اپنے پر کسی غیر کو اثر انداز نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے تو اپنی جان پر ظلم نہ کرو کہ اس کے حکم سے روگردانی کر کے غیر کے ساتھ شغل رکھو۔ پھر وہ تمہیں اپنی اس آگ میں جھونک دے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔اس وقت تم شرمندہ ہو گے۔" (فتوح الغیب ص 82)

ان عبارات سے شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک غیر اللہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو خدا سے دور کرے، اور شرک اس صورت میں جب اسے فاعل حقیقی سمجھا جائے، وگرنہ آپ مقبولان بارگاہ خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اے ہوائے نفس کے مالکو! طالبانِ حق اور واصل باللہ قوم کی حالت کا دعویٰ مت کرو۔تم تو ہوائے نفس کو پوجتے ہو حالانکہ وہ مولیٰ کے بندے اور غلام ہیں۔تمہاری نسبت اور چاہت تو دنیا میں ہے (کہ تمہیں مال ومنال اور جاہ و منصب ملے) اور اس گروہ باصفاء کی رغبت عقبیٰ اور آخرت میں ہے۔تم دنیا کو دیکھتے ہو اور وہ آسمان وزمین کے رب کو دیکھتے ہیں اور تمہاری محبت خلق سے ہے اور ان کی محبت حق سے ہے اور تمہارا دل جو زمین میں ہے اس میں اٹکا ہوا ہے اور ان کے قلوب رب عرش سے تعلق رکھتے ہیں۔تمہاری حالت تو یہ ہے کہ جو تمہیں دیکھتا ہے وہ تم کو شکار کر لیتا ہے اور وہ اسے نہیں دیکھتے جسے تم دیکھتے ہو بلکہ اشیاء کے پیدا کرنے والوں کو دیکھتے ہیں حالانکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ بچشم سر) دکھائی نہیں دیتا۔پس وہ گروہ باصفاء تو کامیاب ہو گیا اور ان کو دنیا وآخرت میں نجات حاصل ہو گئی، مگر تم دنیا کی حرصوں اور اس کی خواہشوں میں پھنس کر قیدی بنے رہے لیکن وہ قوم خلق، ہوائے نفس، ارادہ اور آرزو سے فانی ہو گئی اور وہ بلند وبالا بادشاہ تک پہنچ گئی۔ پھر اس مولیٰ نے ان کو اس غرض وغایت پر واقف

دیا جو انہیں منظور تھا۔ وہ طاعت' حمد' ثناء اور شکر ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے نوازتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے لازم کر کے اللہ کی توفیق اور اس کی بے رنج ومشقت آسانی سے ہمیشہ طاعت کرتے رہے۔ اب گویا طاعت ان کی روح اور غذا بن گئی' اور اس وقت دنیا ان کے حق میں نعمت وسرور بن گئی گویا دنیا ان کے لیے جنت ہے' اس لیے کہ جب وہ کسی چیز کو دیکھتے ہیں' تو اس سے پہلے اس کے فاعل کو دیکھ لیتے ہیں' جس نے اسے پیدا کیا' اور پروان چڑھایا' تو اس گروہ باصفاء کی بدولت زمین وآسمان قایم ہے' اور مردوں اور زندوں کو قرار حاصل ہے' کیونکہ اللہ نے ان کو اپنی اس زمین میں جسے اس نے بچھایا ان کو ''اوتاد'' یعنی میخ بنایا۔ پس ان میں سے ہر ایک مانند پہاڑ کے ہے' جو اپنی جگہ مستحکم ہے' تو اب ان کی راہ سے یک طرف اور یکسو ہو جاؤ' اور تم ان کے مزاحم نہ بنو جن کو آباء واولاد نے اپنے ارادہ سے انہیں روک نہ رکھا۔ پس وہ بہتر ہیں اس سے جسے میرے رب نے پیدا کیا اور زمین میں بسایا اور پھیلایا۔ جب تک زمین وآسمان ہے ان پر اللہ سلامتی' تحیتیں اور برکتیں ہیں۔''

(فتوح الغیب ص85-86)

اگر غیر اللہ توجہ ان کے نزدیک مطلقا شرک ہوتی، تو شیخ کی طرف مراجعت اور وصال حق کے لیے مرید کا محتاج ہونا بیان نہ کرتے، چنانچہ لکھتے ہیں:۔

''پس ہر ایک رسول ونبی اور ہر ولی کے ساتھ جناب باری عزاسمہ کی قربیت کے لیے ایسے اسرار ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی دوسران پر مطلع نہیں ہوتا' حتیٰ کہ بعض اوقات مرید کے لیے بھی سرّ ہوتا ہے جس پر اس کا شیخ بھی مطلع نہیں ہوتا۔ اسی طرح شیخ کے لیے بھی سر ہوتا ہے' جس پر اس کا مرید مطلع نہیں ہوتا۔ حالانکہ مرید کی سیر اپنے شیخ کے دروازے کی دہلیز کے قریب پہنچ چکی ہوتی ہے۔''

(فتوح الغیب ص96-97)

پھر اسی میں ہے:۔

''اے ابن آدم! میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں کسی شے کو کہتا ہوں ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے تو تم میری فرمانبرداری کرو' تا کہ میں تمہیں اس صفت سے نوازوں کہ تم کسی شے سے کہو کن (ہو جا) فیکون۔''

(فتوح الغیب ص 83)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''ہر مراد اسی مراد یعنی امر کے تابع ہو اور ہر کرامت اسی مکروہ یعنی نہی کے تابع۔ پس جب تم امر الٰہی کے ہو گئے' تو ساری کائنات تمہارے حکم میں ہو گی۔''

(فتوح الغیب ص 82)

خیر ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تصرف عطا ہوتا ہے، مگر فاعل حقیقی خدا ہی ہے، اس لیے مذکورہ تصرف کا عقیدہ شرک نہیں۔ ہم نے کچھ تفصیل اس مسئلہ پر اس لیے عرض کی ہے کہ کچھ لوگ شیخ جیلانی کی ادھوری عبارات سے عامۃ الناس کے اذہان کو تشویش میں مبتلا کرنے کی سعی نا کام کرتے نظر آتے ہیں، لہٰذا ہم نے بھی یہاں قلم سے تفصیل رقم کر دی ہے، تا کہ تشویش میں مبتلا حضرات راہ حق پا سکے۔

(4) اس جگہ عبدالحی لکھنوی صاحب کا حوالہ دیا گیا جس میں حاضر و ناظر ماننے اور دور سے سننے کا اعتقاد رکھنے کو شرک سے تعبیر کیا گیا، جبکہ ہمارے نزدیک اس سے مراد مستقل طور پر اس صفت سے کسی کو متصف ماننا ہے، وگرنہ اکابرین اسلام بھی اس فتویٰ کی زد میں آتی ہیں، چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

"ذکاء سمعه حتی یسمع من اقصی الارض مالا یسمع غیرہ۔"

(فتح الباری ج 12 ص 323)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

''اور آپ اتنے دور کے فاصلے سے سن لیتے تھے جہاں سے دوسرے نہیں سن سکتے تھے۔''

(تفسیر عزیزی ج 4 ص 415)

پھر اسی فتاویٰ کی چند عبارات پیش خدمت ہیں:۔

سوال: حضور کا نام اذان اور غیر اذان میں سنکر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

جواب: بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔۔۔۔۔اذان میں پہلی شہادت کو سُن کر قرة عینی بك یارسول الله اور پھر اللهم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے دونوں ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے۔پس آنحضرت ااس شخص کو جنت میں لے جائیں گے۔''

(فتاوی عبدالحی، ج ا ص ۲۳۰)

سوال: سال بھر کے بعد عرس کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صاحب تفسیر مظہری نے نا جائز لکھا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''ماثبت من السنہ'' میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ عرس زمانۂ سلف میں نہ تھا، متاخرین کے مستحسنات میں سے ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے مکاتیب میں لکھتے ہیں اور تعین عرس اس لیے ہے کہ وہ دن ان کی موت کو یاد دلاتا ہے کہ آج کی تاریخ یہ صاحب دنیا سے رخصت ہوئے ورنہ جس دن عرس کیا جائے فلاح ونجات کا باعث ہے۔۔۔۔(آگے حدیث نقل کی ہے جس کے ہم ترجمہ نقل کرنے پر بخوف طوالت اکتفاء کرتے ہیں) ابن جریر نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر جاتے اور سلام آہ (تمپر سلامتی ہو اس لیے کہ تم نے صبر کیا پس دار آخرت بھی کیا خوب ہے) فرماتے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ہمراہ ہوتے۔ (فتاوی عبدالحی ج ا ص ۴۳۹)

ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ولادت کی خبر ابولہب کو پہنچائی تھی تو اس نے خوش ہو کر ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا مرنے کے بعد لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھ کر حال پوچھا اسنے کہا جب سے مرا ہوں عذاب میں گرفتار ہوں مگر دوشنبہ کی شب کو چونکہ میں نے میلاد نبوی کی خوشی کی تھی عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے پس جب ابولہب جیسے کافر بدبخت پر آپ کی

ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی قدرت کے موافق آپ کی محبت میں خرچ کرے کیونکر اعلیٰ مرتبہ کو نہ پہنچے گا۔ (مجموعہ الفتاوی از مولانا عبدالحی فرنگی محلی ص ۳۴۴)

''اس خیال سے کہ یہ طریقہ زمانۂ نبوی میں نہ تھا اس کو بدعت کہہ سکتے ہیں ۔۔۔۔۔ مگر چونکہ یہ طریقہ خیر ہے اور اس میں کسی طرح کا گناہ نہیں ہے اور احادیث میں فرحت اور سرور کے لیے لوگوں کو جمع کرنا ثابت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے وعظ اور بیان کی منادی کوچہ و بازار میں کی ہے لہٰذا اہل شرع نے اس کی اجازت دی ہے اور اس کو بدعت مندوبہ لکھتے ہیں اور اس کے فاعل کو مستحق ثواب جانتے ہیں۔''

(مجموعہ الفتاوی ج ۲ ص ۳۴۵)

''اب مہینہ دن تاریخ اور وقت کی تعین کا حال سننا چاہیے کہ جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کیجائے باعث ثواب ہے اور حرمین بصرہ یمن شام اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھکے خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قرائت اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں۔''

(مجموعہ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۴۷)

''یعنی آئمہ اصحاب روایت نے ذکر میلاد کے وقت قیام کو مستحسن جانا ہے پس اسکے لیے خوشی ہو جس کا مقصد آپ کی تعظیم ہو۔'' (مجموعہ الفتاوی ج ۲ ص ۳۴۷)

''یہ جو مشہور ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خدا کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہی ہے کہ نورِ الٰہی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ ہے بلکہ اس میں اضافت بغرض شرفہ ہے، جس طرح کعبہ کو بیت اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہیں اور چونکہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا علیہم اسلام کے انوار سے پہلے پیدا کیا گیا تھا اور اس پر خاص عنایات مواہب ربانی تھیں لہٰذا یہ کہا گیا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں۔'' (مجموعہ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

ہم نے سرسری تلاش کے بعد یہ عبارات عرض کر دیں، اور امید کرتے ہیں کہ موصوف صرف شرک کی تعریف سے ہی نہیں بلکہ علامہ صاحب کے مذکورہ عقائد سے بھی متفق نظر آئیں گے۔

(5) اس جگہ پیر نصیر صاحب کی عبارت نقل کی جو کچھ مکمل یوں ہے:۔

''حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے غوث اعظم اللہ کی ذات ہے کسی اور کو یہ قلب دینا شرک ہے بلکہ حقیقی غوث بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی طرح حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے حضرت امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کہنا اور مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم کہنا بھی صریح کفر ہے۔'' (اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت ص 18)

اور یہ عبارت ہمارے کسی عقیدہ کے خلاف نہیں، اس لیے جناب کو مفید نہیں۔

(6) یہ عبارت بھی پیر نصیر صاحب کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجازاً دستگیر کہنا روا ہے مگر بلند مرتبہ صوفیاء اسے شرک سے تعبیر کرتے ہیں، جبکہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''آپ جانیں اور صوفیاء کرام کی رطب و یابس باتیں اور کہانیاں۔''

(تفریح الخواطر ص 92)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''احکام شریعت سے ناواقف نیم صوفیوں نے حضرات اولیاء کرام کے لیے بھی علم غیب وغیرہ کی شرط لگائی ہے اور ان کا یہ عقیدہ اور نظریہ غالی رافضیوں سے ماخوذ ہے۔'' (تفریح الخواطر ص 93)

بہر حال صوفیاء کی عبارات خود دیوبندی اقوال کے تحت حجت نہیں ہوتیں، اور نہ ہی ان سے عقائد کے معاملات میں استدلال ممکن ہے۔

(7) اس کے بعد فتاویٰ مسعودی سے نقل کیا کہ حاضر و ناظر کہنا شرک ہے، جبکہ اسی جگہ یہ صراحت موجود ہے:۔

''بالذات حاضر و ناظر صرف اللہ ہے'' (فتاویٰ مسعودی ص 539)

اس لیے یہاں کیونکہ بالذات حاضر و ناظر ماننے کی نفی ہے، اس لیے یہ عبارت ہمیں مضر اور

موصوف کو مفید نہیں۔

(8) اگلی عبارت مفتی اقتدار صاحب کی، جنہوں نے غیر اللہ کی قسم کو شرک لکھا ہے جبکہ غیر اللہ قسم کھانا شرک خفی ہے، شرک جلی نہیں۔

(9) پھر ڈاکٹر مسعود صاحب کی عبارت پیش کی کہ اعراس میں بالعموم شرکیہ افعال کا ارتکاب ہوتا ہے، جبکہ اسی جگہ یہ بھی موجود ہے:۔

''بہر حال فاضل بریوی کے نزدیک اس قسم کے اعراس قطعاً ناجائز ہیں۔''

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص 53)

(10) اس کے بعد مولانا نقی علی خانؒ کا حوالہ ہے کہ حضور ﷺ کو سجدہ عبادت شرک ہے، تو یہ بات درست ہے۔

(11) پھر پیر صاحب کی عبارت پیش کی گئی جبکہ عبارت مذکورہ میں عامۃ الناس کا سجدہ اور طواف کرنے کا ذکر ہے، جو بہر حال ناجائز و حرام کے زمرے میں آتے ہیں، فاضل بریلوی لکھتے ہیں:۔

''مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔''

(فتاویٰ رضویہ ج 9 ص 522)

(12) اس کے بعد تذکار بگویہ کی عبارت پیش کی، جبکہ کتاب مذکور ہمارے نزدیک حجت نہیں اور سرفراز خان لکھتے ہیں:۔

''تو جب یہ ایک غیر مستند کتاب ہے تو اس پر کسی دعویٰ کی بنیاد رکھنا ہی سرے سے غلط ہے۔'' (اظہار العیب ص 101)

(13) اس کے بعد انوار ساطعہ کی عبارت نقل کی جس میں واضح موجود ہے:۔

''خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے۔'' (انوار ساطعہ ص 459)

پھر اسی جگہ لکھتے ہیں:۔

''دوسری طرح کے آدمی کہ ان کو حضور رسول ﷺ کی حاصل نہیں ان کے حق میں بھی خطاب کرنا درست ہے۔'' (انوار ساطعہ ص ۲۲۶، قدیم)

نیز لکھتے ہیں:۔

''پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر آدمی جنکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں ۔ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ: مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ، تو صحیح اور جائز ہے اگر نیم ملّا خطرۂ ایمان اس کو شرک بتادے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو کہدو کہ اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو خبر دیتا ہے تو ان کو خبر ہو جاتی ہے۔'' (براہین قاطعہ ص ۲۲۶)

(14) اس کے بعد مقابیس المجالس کا حوالہ پیش کیا، پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب مذکور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی اپنی تالیف نہیں، بلکہ ان کی وفات کے بعد مولوی رکن الدین نے انہیں جمع کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب ملفوظات کی قبیل سے ہے، جس میں سامع یا جامع کی غلطی کا احتمال بہر حال ہوتا ہے، اس لیے اس کی مکمل ذمہ داری خود علماء دیوبند کے نزدیک صاحب ملفوظ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ پھر اس کتاب میں مرزا قادیانی کو عباد الصالحین میں شمار کیا گیا ہے جبکہ ان اپنے ہاتھ سے لکھی کتاب فوائد فریدیہ کے صفحہ نمبر 53 پر مرزا کے ماننے والوں کو جہنمی فرقہ میں شمار کیا ہے۔ پھر موصوف نے جو عبارت پیش کی اس میں مدد مانگنے کو شرک مگر اپنے ہاتھ سے لکھی کتاب فوائد فریدیہ میں لکھتے ہیں:۔

''لیکن باطیل مذاہب میں سے چار بہت ہی عام ہیں: 1۔رافضیہ، 2۔خارجیہ، 3 ۔وہابیہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات کے بعد قبر شریف میں زندہ نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ قبروں کے نزدیک دعا مانگنے والا کافر ہے۔'' (فوائد فریدیہ ص 55)

کتاب کے مذکورہ کے متعلق لال حسین اختر لکھتے ہیں:۔

''مرزائیوں نے اپنی روایتی فریب کاری سے گذشتہ ایام میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جھوٹ و افترا کا ایک پلندہ شہادات فریدی سابق ریاست بہاولپور میں بہ تعداد تقسیم کیا ہے۔''

(احتساب قادیانیت ج 1 ص 212)

پھر ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف کے مقابل رکن الدین مولف اشارات فریدی اور غلام احمد مرزائی ساکن اوچ کے دجل وفریب اور جعلی شائع خطوط و ملفوظات کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (احتساب قادیانیت ج1 ص223)

اس لیے ہم بھی کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی تصنیف کے بلمقابل مقابیس المجالس کی کوئی حیثیت نہیں۔

(15) اگلا حوالہ سید احمد کبیر رفاعی کا پیش کیا، جن کی عبارت کچھ یوں ہے:۔

''جب تم اولیاء کرام سے تعاون چاہو تو اولیاء سے مدد نہ مانگو نہ ہی ان سے فریاد کرو اس لیے کہ یہ شرک ہے۔'' (البرہان المویدص ۱۴۴)

اس عبارت میں بھی حقیقی طور پر فریاد ماننے کی نفی ہے، کیونکہ اس سے متصل ہی یہ بات موجود ہے:۔

''کتنے ہی پراگندہ اور غبار آلود بالوں والے، پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں جنہیں دروازوں سے دھکا دیا جاتا ہے (لیکن رب کی بارگاہ میں انکی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات میں تصرف عطا کیا ہے اور ان کی تکریم کے لیے حقائق کو پلٹ دیتا ہے اور ایسا مرتبہ و مقام عطا فرمایا ہے کہ جب یہ کسی چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

(ملفوظات رفاعیہ ص ۱۲۳، رفاعی فاؤنڈیشن لاہور)

پھر اس کتاب کے تعارف میں موجود ہے:۔

''البرھان المؤید کی تصوف کی ان کتب میں سے ہے جن میں قرآن وحدیث کی روح کو واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔'' (ملفوظات رفاعیہ ص ا)

لہٰذا جب یہ تصوف کی کتاب ہے تو ہمارے معاندین کے اپنے اصول وقوانین کے مطابق یہ عقائد کے معاملے میں حجت نہیں۔ پھر خود علمائے دیوبند نے لکھا ہے کہ یہ کتاب سید رفاعی کی

نہیں۔ (تصانیف شمس الدین جلد 2)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کون؟

ناظرین اس سلسلہ میں اختلاف ہے اور دلائل کی بنا پر ہر شخص اپنا موقف قائم کر سکتا ہے، موصوف نے اس جگہ علامہ اشرف سیالوی صاحب کی جو عبارت پیش کی وہ مکمل کچھ یوں ہے:۔

''الغرض متاخرین علم اء اعلام اور اکابرین ملت کی طرف سے روشن اور واضح براہین اور دلائل قائم کر دیئے جانے کے بعد اور ان مطلع اور ان سے واقف ہو جانے کے بعد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی باپ اور والد کو کافر اور مشرک قرار دے دینا بہت بڑی جسارت اور بیبا کی ہے اور نازیبا اور نالائق حرکت ہے۔'' (گلشن توحید ورسالت ص ۱۵۴)

سیالوی صاحب کی اس بات سے واضح ہو گیا کہ دلائل پر مطلع ہونے کے بعد اس موقف پر ڈٹے رہنا درست نہیں، پھر جس شخص کا سابقہ طرز عمل بھی بغض رسالت ظاہر کرے، تو ایسے شخص کا یہ طرزِ عمل نالائق حرکت ہی کہلائے گا، لہٰذا اس عبارت کی روشنی میں آپ کے ذکر کردہ تمام حوالہ جات کا جواب ہو گیا کہ جن احباب نے بھی آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ لکھا ہے تو کیونکہ ان کے سامنے دلائل نہ تھے اس لیے ان پر فتویٰ نہیں لگے گا، دوئم بالفرض دلائل سامنے ہوں بھی تو ان کا بغض رسالت ثابت نہیں، لہٰذا فتویٰ نہیں لگتا۔

قاسمی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''ثانیا یہ کہ حضرت اوکاڑوی نے جو بغض صحابہ کہا ہے، وہ غیر مقلدوں کے لیے ہے، کیونکہ وہ صحابہ کرام سے بغض وحسد رکھتے ہیں۔'' (فضل خداوندی ص ۱۶۵)

بس ہماری طرف سے بھی یہی عرض ہے کہ جن حضرات کے بارے میں علمائے اہلسنت کا کلام ہے وہ حضرات بھی بغض رسالت رکھتے ہیں لہٰذا دیگر حضرات جو تحقیق کی بنا پر اس مسئلہ میں اختلاف کریں ان پر فتویٰ ہرگز نہیں ہے۔

پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر

دیوبندی مصنف لکھتا ہے:۔

''البتہ اس آیت کا ترجمہ آپ بھی کرتے ہوں گے الفاظ قرآن کا انکار کفر ہی ہے۔ البتہ ظاہر کے مطابق ہم عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ حسن ادب سے توجیہ کرتے ہیں۔''

(ہم سنی کیوں ہیں ص ۲۴)

لہٰذا موصوف نے جو تراجم کا حوالہ دیا، وہ انہیں سودمند نہیں۔ پھر تفسیر الحسنات اور علامہ شمس بریلوی کے اقوال نقل کیے ہیں، وردیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

''اور ضروری نہیں کہ ہر نقل کی ہوئی بات ناقل کا عقیدہ ہو۔''

(چترڑی کے اعتراضات کا مسکت جواب ص ۶۵)

جہاں تک فیض احمد اویسی صاحب کی بات ہے تو ان کا دوٹوک موقف یہی ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد تارخ تھے، جس پر ان کی مکمل کتاب ہے، اور عبدالحق بشیر قارن لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح بندیالوی صاحب نے مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی سینکڑوں صفحات ہر مشتمل جناب مقام حیات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی ایک مجمل عبارت پر یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ وہ بھی بزرخ کی حیاتِ جسمانی کے منکر ہیں۔ دراصل اسلاف دشمنی اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کی مخالفت میں بندیالوی صاحب کی حالت اس مفتور العقل سی ہو چکی ہے جو دوپہر کی دھوپ کے سامنے کھڑا ہو کر لوگوں سے پوچھتا پھرے

اوئے سورج کدوں چڑھنا جے

(علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص 109)

بحث ایمان ابی طالب

قارئین! جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو مسئلہ قطعی تو نہیں ہے مگر اکثر اہلسنت کے نزدیک ایمانی ہے، امام اہل سنت فرماتے ہیں:۔

''آیاتِ قرآنیہ یہ واحادیثِ صحیحہ، متوافرہ، متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت ہے جس سے کسی سنی کو مجال دم زدن نہیں۔''

لہٰذا کسی سنی کو اس مسئلہ سے انکار نہیں۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:۔

''یہ بیت ابو طالب کے ایک قصیدے کا ہے جس میں حضور اقدس ﷺ کی عجب نعت ہے، یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابو طالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔'' (افضل القریٰ لقراء ام القریٰ ج ۱ ص ۲۸۶)

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:۔

''یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رد کی طرف کہ وہ اسلام ابو طالب کے قائل ہیں۔''
(عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی ص ۷ ص ۲۰۹)

زرقانی میں ہے:۔

''صحیح یہ ہے کہ ابو طالب مسلمان نہ ہوئے، رافضیوں کی ایک جماعت نے ان کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔''
(الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ج ۳ ص ۲۰۲)

اصابہ میں ہے:۔

''رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابو طالب مسلمان مرے۔''
(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۱۱۶)

شیخ محقق لکھتے ہیں:۔

''اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلام ابو طالب کی دلیل بناتے ہیں۔'' (شرح سفر السعادت ص ۲۲۹)

صوفی محمد اللہ دتہ لکھتے ہیں:۔

''ایمان ابی طالب کا مسئلہ بھی ان ہی باتوں میں ایک ہے جس کا دین میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف رافضیوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے''
(کاشف کید الثعلب فی ایمان ابی طالب ص ۲)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''ہم نے بادل نخواستہ ان دس سوالوں کے جواب میں حضرت ابو طالب کے

متعلق شیعہ غلوی نفی کی ورنہ ہمیں آپ کی ذات سے بغض و کدورت نہیں بلکہ ہم دعویٰ نبوت کے بعد ان کی کفار کے مقابل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت اور طرف داری کا پورا احترام کرتے ہیں اور لفظ حضرت، جناب وغیرہ ساتھ ان کا باادب ذکر کرتے ہیں مگر ان کا اسلام قبول نہ کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے"

(شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۲۰۲)

اسی عقیدے کے متعلق دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

"رافضیوں کے بے اصل عقیدے سے متاثر ہو کر لکھے گئے ہیں۔"

(کتاب النوازل ج ۱ ص ۸۳)

دیوبندی مولوی لکھتے ہیں:۔

"عقیدہ شیعہ کے ابوطالب مسلمان تھے۔" (نفع المسلم ج 1 ص 168)

مولوی فضل صاحب یوسف زئی لکھتے ہیں:۔

"عام شیعہ اور روافض کا عقیدہ ہے کہ ابوطالب اعلیٰ درجہ کا مومن ہو کر مرا۔"

(تحفۃ المنعم ج 1 ص 324)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ مسئلہ رافضیوں کا ہے، اگر کوئی سنی عالم دین یہ مسئلہ بیان کرتا ہے تو یہ اس کا تفرد ہوگا۔ ثانیاً قائلین و مانعین میں سے کسی کی تکفیر نہیں ہوتی، کیونکہ مسئلہ ہذا قطعی نہیں، علی حضرت فرماتے ہیں:۔

"ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق و صواب وہی کفر و عذاب اور اس کا خلاف شاذ و مردود اور باطل و مطرود، پھر بھی اس کا حد نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص 661)

ایسے ہی صوفی اللہ دتہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"چونکہ دلائل اور نصوص سب اخبار احاد ہی ہیں جو کہ قطعیت کا افادہ نہیں کرتے۔ اس لیے ابوطالب کو کافر نہ ماننے والے پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا"

(ایمان ابی طالب ص ۵۷)

ایسے عطا محمد صاحب لکھتے ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت ایمان ابو طالب کے قائل نہیں ہیں بلکہ عدم ایمان پر رسالہ تحریر فرمایا ہے چونکہ یہ اختلاف دلائل پر مبنی ہے لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اپنے شیخ کی گستاخی نہیں کی ہے۔'' (ماہنامہ المقصود خصوصی نمبر ربیع الاول شریف ص ۳۱)

مزید لکھا:۔

''چونکہ یہ اختلاف دلائل پر مبنی ہے اس لیے مذموم نہیں ہے'' (ایضاص ۳۰)

کچھ حضرات نے اس مسئلہ کو اختلافی بھی قرار دیا ہے، مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:۔

''فتویٰ کفر کے لیے یقین چاہئے۔ ابو طالب کی کفر پر موت بھی احادیث سے ثابت ہے جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بڑے بڑے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ایمان پر ایک مستقل رسالہ لکھا۔'' (تفسیر نعیمی ج 2 ص 111)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''ابو طالب کے ایمان و کفر کو خاص موضوع بحث بنا لینا غیر ضروری ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پر خطر بحث میں کف لسان کیا جاوے۔''

(تفسیر عثمانی ص 667)

ڈاکٹر محمود احمد غازی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''جناب ابو طالب کے قبول اسلام کے بارے میں مسلمانوں میں دو نقطہ نظر ہیں۔ ایک نقطہ نظر کے مطابق انہوں نے اپنی وفات سے چند لمحے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسرے نقطہ نظر کے مطابق انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ تاریخ کا مسئلہ ہے، عقیدہ یا دین کا مسئلہ نہیں ہے۔''

(محاضرات سیرت ص ۵۴)

مفتی سید نجم الحسن امروہوی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''جمہور اہل سنت کے نزدیک ابو طالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء و

اجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے۔لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔''

(نجم الفتاویٰ ج ا ص ۴۵۲)

اب جہاں تک یہ بات کہ کچھ نے اختلافی اور کچھ حضرات نے اسے محض روافض کا مسئلہ قرار دیا ہے،تو دیوبندی مولوی یوسف زئی صاحب رقم کرتے ہیں:۔

''علامہ آلوسی نے ابوطالب کے اسلام کو مختلف فیہ قرار دیا ہے فرماتے ہیں ومسئلہ اسلامہ خلافیہ یعنی ابوطالب کے اسلام لانے یا نہ لانے کا مسئلہ اختلافی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان کے کفر کو اجماعی قرار دیا ہے انہوں نے شیعہ کی روایات کا اعتبار نہیں کیا اور ابوطالب کے قصائد پر بھی اعتماد نہیں کیا۔''

(تحفۃ المنعم ج 1 ص 325)

اس لیے جن حضرات نے روایات کا اعتبار کیا ہے انہوں نے مسئلہ ہذا کو اختلافی اور جنہوں نے انہیں تسلیم نہیں کیا انہوں نے اسے اجماعی کہا ہے۔لہٰذا اگر ہمارے معاند اسے دست وگریباں قرار دینے پر بضد ہیں تو اس سے نہ صرف دیوبندی حضرات خود اس بھنور میں جکڑے ہوئے نظر آئیں گے بلکہ اکابرین اہلِ سنت بھی اس الزام سے بری نہیں ہوسکتے،اس لیے جناب کا اس مسئلہ کی بنا پر دست وگریباں کا نعرہ لگانا درست نہیں۔لیکن اگر موصوف مصر ہوں،تو ہم ان کی ضیافت کے لیے ادریس کاندھلوی صاحب کا قول بھی رقم کیے دیتے ہیں،وہ لکھتے ہیں:۔

''یہ کہنا کہ ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے محض تلبیس اور دھوکہ ہے۔اہلسنت میں ان کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔''

(سیرت مصطفیٰ ج 1 ص 374)

ثالثاً یہ بات یاد رہے کہ راجح موقف کے مطابق ایمان ابی طالب کا مسئلہ رافضی حضرات کا ہے لیکن اگر کوئی اہل سنت کا عالم دین اس کا قائل ہے تو اس کو ان کا تفرد قرار دیا جائے گا،انہیں صرف اس مسئلہ کی بنا پر رافضی ہرگز نہیں کہا جائے گا۔عبدالکریم نعمانی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''فعل اور صفت کا یہ فرق ہے کہ فعل فاعل سے جدا ہوکا تا ہے مگر صفت موصوف

سے جدا نہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ فلاں نے فعل کفر یہ کیا یا کہ یہ کہ فلاں کافر ہو گیا اس کا بڑا فرق ہے فعل کفر کا معنی بنتا ہے کافروں والا کام کیا گو مسلمان تھا اور کافر ہو گیا کا یہ مطلب ہے کہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

(چترڑوڑی کے الزامات کا مسکت جواب ص ۶۳)

مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس عقیدہ سے کسی کا رافضی ہونا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اگر کوئی اہل سنت کا عالم دین اس کا قائل ہے تو یہ اس کا تفرد ہے۔

رابعاً جب واضح ہو گیا کہ قائلین کی تکفیر نہیں ہوتی، لہٰذا یہ حوالہ بھی جناب کو مفید نہیں اور فضول بھرتی کے مترادف ہے۔ خود اس قسم کا اختلاف جناب کے نزدیک مذموم نہیں۔ معترض صاحب نے جب وکیل صفائی کا روپ اختیار کیا تو "محمد بن عبد الوہاب" کے متعلق دیوبندی اکابرین میں موجود اختلاف کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہمارے جن اکابرین سے بھی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ان کی تحریک کے متعلق پوچھا گیا تو ان کے پاس جو معلومات شیخ کے بارے میں پہنچی تھیں انہوں نے انہی معلومات کے مطابق جواب دیا۔۔۔ اس لیے اکابر کی ان آرء کو تضاد نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ان آراء کو آپ تضادات کہیں گے تو بتایئے محدثین اور ماہرین فن اسماء الرجال کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے ایک راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے اور دوسرا کذاب اور دجال کہتا ہے۔ ظاہری بات ہے جس محدث کے پاس جس راوی کی جیسی معلومات پہنچیں، اس نے اس کے متعلق وہی قول کیا اور دوسرے محدث کے پاس اسی راوی کے متعلق جیسی معلومات پہنچیں اس نے ویسی رائے دی۔ پتہ نہیں اوکاڑوی صاحب کو اتنی آسان سی بات کیوں سمجھ نہیں آتی۔" (سفید وسیاہ پر ایک نظر ص ۴۷)

اور اس کے بعد جناب نے اسی ایمان ابو طالب کے مسئلہ کو پیش کیا۔ (ایضاً)

جلد اوّل میں اجمالاً گفتگو کی تھی، اور اس جگہ ہم نے تفصیل سے تمام چیزوں کو ہدیہ قارئین کر دیا ہے۔

کیونکہ قرآن وحدیث کا [illegible]

برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''کچھ سخت قسم کے شیعہ حضرات نے دعویٰ کیا ہے کہ ابو طالب مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اس کی دلیل میں بے بنیاد روایتیں پیش کرتے ہیں جن کو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے کچھ ایسی چیزیں یعنی روایتیں دیکھی ہیں جن کو شیعوں نے ابو طالب کے مسلمان ہو جانے کی دلیل کے طور پر جمع کیا ہے، مگر یہ سب بے بنیاد اور واہی روایتیں ہیں جن سے اس بارے میں کوئی دلیل نہیں لی جا سکتی۔'' (سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۳)

علامہ عزالدین جزری لکھتے ہیں:۔

''آپ کے چچاؤں میں سے سوا حضرت حمزہ اور عباس کے کوئی اسلام نہیں لایا۔''

(اسد الغابہ ج ۱ ص ۸۹)

ملا معین الدین واعظ کاشفی لکھتے ہیں:۔

''کفر عناد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے لیکن زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار نہ کرے اور نہ ہی اس کے احکام و فرامین کے سامنے سر تسلیم خم کرے، جیسے ابو طالب کا کفر۔'' (معارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۲)

علامہ یوسف نبہانی لکھتے ہیں:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارہ چچے تھے۔ سب سے بڑے حارث تھے۔ انہی کی نسبت سے (حضرت سیدنا) عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی ابو الحارث کنیت تھی (۲) قثم (۳) زبیر (۴) حمزہ (۵) عباس (۶) ابو طالب (۷) ابو لہب (۸) عبد الکعبہ (۹) حجل (۱۰) ضرار (۱۱) غیداق۔ ان میں سے صرف

(حضرت سیدنا) حمزہؓ اور (حضرت سیدنا) عباسؓ مشرف با اسلام ہوئے۔"

(جواہر البحار ۴۴)

میر عبدالواحد بلگرامی لکھتے ہیں:۔

"میرے بھائی اگر چہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وشرف کے کمالات اہلِ معرفت کے دلوں میں نہیں سماں سکتے اور ان کے سچے دوستوں کے نہاں خانوں میں منزل نہیں بنا سکتے ** اس کے باوجود ان کے ان نسب عالوں میں اپنا کامل اثر نہیں دکھا سکتے خواہ وہ آباؤ اجداد ہوں یا اولاد در اولاد چنانچہ ابو طالب میں اس نسب نے کوئی اثر نہیں کیا حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں بلیغ کوشش فرماتے رہے لیکن چونکہ خدائے قدوس جل وعلا نے ان کے دل پر روز اول ہی سے مہر لگا دی تھی لہٰذا جواب دیا اخرت النار علی العار میں عار پر نار کو ترجیح دیتا ہوں ** جیسا کہ مشہور ہے منقول ہے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا مولی علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچائی کہ مات عمک الضال حضور کے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا بیت۔کبھی ایسے گوہر پیدا کرنے والے گھرانہ میں ابوطالب جیسے کو (خالق بے نیاز) پتھر پھینکنے والا بنا دیتا ہے۔" (سبع سنابل شریف ص ۹۰)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت ﷺ کے چچے اور پھوپھیاں حارث، قثم، حمزہ، عباس، ابوطالب، عبدالکعبہ، جحل، ضرّار، غیداق، ابولہب، صفیہ، عاتکہ، اروی، اُمّ حکیم، بَرّہ، اُمیمہ اس جماعت میں سے حضرت حمزہ وعباس وحضرت صفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وعلیہن ایمان لائے۔"

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۱۵۳)

اویسی صاحب کی عبارت کا جواب

مرتب صاحب علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائیو کافر کہا تو دونوں میں ایک پر یہ کفر لوٹے گا یا یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا یا جس کو کافر کہا وہ واقع میں کافر ہوگا''

(ابوین مصطفی ص ۱۳)

اس پر موصوف یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

''ناظرین توجہ طلب بات ہے اگر حضرت ابو طالب مسلمان ہیں جیسا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب، پیر سید نصیر الدین گولڑوی اور مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی کا موقف ہے تو مخالفین کا کیا حکم ہے اور اگر حضرت ابو طالب مسلمان نہیں جیسا کہ فاضل بریلوی اور اس کے ہم عقیدہ کا موقف ہے تو قائلین پر کیا حکم لگتا ہے اس کا فیصلہ ہم موجودہ دور کے بریلوی محققین اور مکفرین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں''

(دست و گریباں ج ۲ ص ۱۳۴)

اس جگہ ہمیں انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مرتب صاحب کو ان کے حلقہ میں مناظر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، مگر مناظر صاحب ایک حدیث کا مطلب سمجھنے سے بھی قاصر ہیں، یہ اعتراض اس صورت میں ہے جب تکفیر قطعی ہو، یا ان کا اسلام قطعیت سے ثابت ہو، جب کہ دونوں میں سے کوئی بات بھی قطعیت سے ثابت نہیں، اس لیے کسی پر بھی فتویٰ نہیں لگتا۔ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''بعض فرقے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا کفر بالکل واضح ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں ہوتی، اب اگر کوئی اس صورت میں اختلاف کرے تو پھر وہ ملامت کا موجب ہے، لیکن جہاں وضاحت نہیں ہوتی اور دونوں طرف دلائل ہوتے ہیں تو اس صورت میں ایک مفتی کفر کا فتویٰ دیتا ہے اور دوسرا نہیں دیتا تو اب اس کو نہ چاہیے کہ اس پر ملامت کرے اور نہ اس کو چاہیے کہ اس پر ملامت کرے بلکہ دونوں اپنے اپنے مسلک پر رہیں اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔''

(انعام الباری ج ۱ ص ۳۳۱)

پھر اس حدیث کے متعلق محمد علی جالندھری لکھتے ہیں:۔

''جہاں تک حدیث کے ذکر کا تعلق ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے انسان کو کافر کہا اور وہ کفر کا اہل نہ ہو تو کہنے والے کا کفر قائل پر ہی لوٹ آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا گناہ اس پر پڑے گا۔ نہ یہ کہ اب اس کو دوسرا کافر کہنا شروع کر دے۔ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر میں کسی نے آج تک اس بنا پر دوسرے کی تکفیر نہیں کی کہ چونکہ اس نے مجھے کافر کہا ہے اور میں اس کا اہل نہیں ہوں۔'' (احتساب قادیانیت ج۱۶ ص ۲۰)

یعنی اس بنا پر تکفیر ممکن نہیں، پھر انور شاہ کاشمیری صاحب کی افادات میں ہے:۔

''چنانچہ فقہا حنفیہ رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی شبہ کی بنا پر کلمہ کفر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔''

(خطبات ختم نبوت ج۲ ص ۵۳)

اس کے بعد جناب نے جو عبارت نقل کی کہ حضور ﷺ نے رشتہ داروں کا ادب لازم ہے، اس سے موصوف یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ ابوطالب کے عدم ایمان کا قول کر کے حضور ﷺ کو اذیت دینے کا ارتکاب کیا ہے، جبکہ اویسی صاحب کی عبارت ہی یہ مسئلہ حل کرتی ہے وہاں موجود ہے:۔

''ابولہب کے دوزخی ہونے میں شک کی گنجائش نہیں اس لیے کہ بحکم قرآن وہ قطعی دوزخی ہے۔'' (ابوین مصطفی ص ۳۲۸)

یعنی جب کفر ثابت ہو تب رشتہ داری کا کوئی فائدہ نہیں، ایسے کیونکہ خواجہ ابوطالب کا ایمان نہ لانا روایاتِ صریحہ سے ثابت ہے، اس لیے محض رشتے داری کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ پھر جو روایت ان کے ایمان پر پیش کی جاتی ہے، سند کے لحاظ سے ساقط ہے۔ دیوبندی مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

'سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خواہش تھی کہ آپ کے چچا جناب ابوطالب - جنہوں نے آڑے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور حمایت ونصرت کا بے مثال نمونہ پیش کیا تھا- کہ وہ دولت ایمان

سے مشرف ہوجائیں، اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب کی وفات کے وقت تک اس سلسلہ میں کوشاں رہے، چناں چہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جب جناب ابوطالب کی حالت نازک تھی، تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس تشریف لے گئے، وہاں کفار مکہ کے کئی سردار ابوجہل اور عبداللہ بن اَبی امیہ وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری وقت میں اپنے محسن چچا کو کلمہ کی دعوت پیش فرمائی، جس پر ابوجہل نے جناب ابوطالب کو عار دلاتے ہوئے کہا کہ: ''کیا آپ اپنے والد عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ کر اپنے مرنے کے بعد رسوائی کا سامان کریں گے''؟ اس کے باوجود پیغمبر علیہ السلام بار بار انہیں اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے۔ بالآخر جناب ابوطالب نے مرنے کے بعد کی عار سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھنے سے صراحۃً انکار کردیا اور یہ کہا کہ: ''میں اپنے والد عبدالمطلب کے دین پر ہوں''۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان کے انکار کا بڑا اثر ہوا، آخر ابوطالب کی وفات ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہوکر واپس تشریف لے آئے، اس واقعہ کے سلسلہ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے لیے قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ۔ [القصص: ٥٦] آپ جس کو چاہیں ہدایت سے نواز نہیں سکتے؛ بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت عطا فرمائے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب سے طبعی تعلق کی بنا پر ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے؛ تا آں کہ قرآنِ کریم کی آیت: {مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى} نازل ہوئی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مشرک کے لیے استغفار سے منع کردیا گیا۔ اسی طرح صحیح روایات میں یہ مضمون بھی وارد ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب جناب ابوطالب کو ہوگا؛ لیکن وہ نجات نہیں پاسکیں گے؛ کیوں کہ

وہ دولت ایمان سے دنیا میں مشرف نہیں ہوئے، یہ تفصیلات صحیح احادیث سے ثابت ہیں، جن کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے برخلاف تاریخ کی بعض کتابوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ جناب ابوطالب وفات سے قبل ہونٹ ہلا رہے تھے، اور یہ ہونٹ ہلانا کلمہ پڑھنے کی بنا پر تھا، اسی روایت کو رافضیوں نے جناب ابوطالب کے اسلام پر وفات پانے کے لیے دلیل بنایا ہے، لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ساقط ہے، اور صحیح اور مستند احادیث کے مقابلہ میں اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں، اور اس پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔" (کتاب النوازل ج1 ص239۔240)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

"ہمارے ہاں کسی گروہ یا طبقہ کو مومن یا کافر قرآن وحدیث کی تصریحات کی وجہ سے کہا جاتا ہے محض رشتہ داری یا غیر رشتہ داری ایمان وکفر کی بنیاد نہیں ہے اور عقل سلیم بھی یہی چاہتی ہے" (شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص۱۹۵)

ایمان والدین مصطفیٰ

جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک یہ مسئلہ ظنی ہے، علامہ احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

"روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضروریات ایمان سے قرار دیا۔ اور اہلسنت نے اس کو ظنی اور مجتہد فیہ مانا۔"

(رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص158)

نیز:۔

"علامہ کاظمی نے مکرر فرمایا کہ مولانا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کے ایمان یا عدم ایمان کسی آیت قرآنیہ میں مصرح ہے یا نہیں؟ لیکن مولانا آف گوجرہ صاحب ایسے مبہوت ہوئے کہ نفی یا اثبات میں کوئی جواب ان سے نہ بن پڑا بالآخر علامہ کاظمی نے فرمایا مولانا میں دعوی سے کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کبھی نص قطعی میں منصوص ومصرح نہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسئلہ منصوص قطعی نہ ہو وہ ظنی

اور کبھی مجتہد فیہ ہوتا ہے اسی وجہ سے علمائے امت نے قرآن وحدیث میں غور و تدبر کیا اور اجتہاد فرمایا اجتہادی مسائل میں عموماً اختلاف واقع ہوجاتا ہے اس لیے یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ بین العلماء ہوگیا بعض نے عدم ایمان کا قول کیا بعض نے سکوت کو اولی سمجھا چونکہ تینوں قول بر بنائے اجتہاد ہیں اس لیے کسی قائل کی تضلیل وتفسیق نہیں ہوسکتی۔ اگر محض رشتہ داری ہمارے نزدیک دلیل ایمان ہوتی تو ہمارے آئمہ اہل سنت کو اجتہاد کی ضرورت ہی واقع نہ ہوتی جس طرح آپ حضرات نے محض رشتہ داری کو دلیل ایمان سمجھا ہوا ہے لیکن چونکہ اصل دین سے اس مسئلہ کو تعلق نہیں اس لیے ہمارے نزدیک یہ فروعی مسائل سے ہے۔"

(روئیداد تاریخی مباحثہ، ص10)

امام اہلسنت سرمایۂ دین وملت فرماتے ہیں:۔

"اور حق وہی ہے جو امام سیوطی نے افادہ فرمایا، کہ مسئلہ اختلافی ہے، اور دونوں فریق جلیل القدر ائمہ ہیں۔" (المعتمد المستند ص256)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

"اس مسئلہ میں چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں حضرات زندگی میں مومن تھے نہ موت کے وقت، اور نہ اب یہ قول ملا علی قاری وغیرہ کا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں خاموشی چاہیے، ان کا حال رب جانے۔ تیسرے یہ کہ دونوں حضرات بروقت موت تو ایمان پر نہ تھے لیکن اب مومن ہیں۔ چوتھے یہ کہ وہ زندگی میں مومن موحد تھے بروقت وفات بھی توحید پر قائم رہے اور اب وہ دین اسلام پر ہیں"۔

(تفسیر نعیمی ج1 ص597)

فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:۔

"ہمارے دور میں جملہ اہلسنت نبی پاک ﷺ کے والدین کریمین کو مومن، موحد جنتی مانتے ہیں۔ لیکن یہ سب فضائل، مناقب کے متعلق ہے اس لیے اس کا منکر کافر نہیں۔" (ابوین مصطفیٰ ص9)

علامہ حشمت علی خانصاحبؒ لکھتے ہیں:۔

''اگرچہ یہ مسئلہ ان مسائل سے ہے جن کے قائل یا منکر کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق نہیں ہوسکتی، لیکن شرید گنگوہی کا یہ قول چونکہ پیارے مصطفی کی عداوت سے ناشی ہے لہٰذا کفر واضح اور ارتداد فاشی ہے۔۔۔۔۔ گنگوہی نے ان اقوال کفر وضلال نے بتادیا کہ اس کا یہ قول بھی توہین سرکار رسالت اور حضور اقدس ﷺ کی عداوت ہی پر مبنی ہے۔ اس کے ان اقوال ملعونہ سے ثابت ہوگیا کہ اس کی نیت ہی یہی تھی کہ دربار رسالت میں گالی بکے۔''

(فتاویٰ حشمتیہ ص ۸۲)

اس لیے منکرین پر مطلقاً فتویٰ کفر نہیں مگر جو لوگ گستاخانہ عقائد رکھتے ہوں ان پر ضرور اس عقیدے کے سبب فتویٰ آئے گا۔

رشید احمد گنگوہی اور ایمان والدین مصطفیٰ

ایوب صاحب نے گنگوہی صاحب کی مکمل عبارت نہیں لکھی، وہ لکھتے ہیں:۔

'حضرت رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۳۲)

اور جناب ایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''مگر تبسم صاحب نے اسے رد کہیں بھی نہیں کیا پوری کتاب میں تو یہ اب تبسم کے گلے کی ہڈی ہے۔'' (ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۰)

لہٰذا یہ نظریہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اپنا ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ امام اعظم کے نزدیک والدین مصطفی حالت کفر پر فوت ہوئے یہ بھی محل نظر ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے جناب عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ "فی دور الکفر" یعنی آنحضرت ﷺ کے

والدین کریمین کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر کی حالت میں مرے۔"

(تنبیہ الناس، ص ۴۰)

اور جو قول گنگوہی صاحب نے امام اعظم کی طرف منسوب کیا ہے اس کے متعلق جناب عبد الجبار صاحب لکھتے ہیں:۔

"دراصل یہ اہلِ تشیع کی قے ہے، جس کو مماتیوں نے چاٹا ہے۔"

(تنبیہ الناس ص ۴۱)

مگر جناب کے علم شاید نہیں تھا کہ اسی قے سے جناب کے قطب الارشاد بھی لطف اندوز ہوئے ہیں۔ یہی عقیدہ خلیل احمد سہارنپوری کا بھی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"ثم الجمهور على أن والديه ﷺ ماتا كافرين، وهذا الحديث أصح ماروى فى حقهما۔"

(بذل المجہود، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج2 ص412)

پھر یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے اس کے متعلق ظفر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مگر اس میں شک نہیں کہ زید کے اس قول سے سے سیدنا رسول ﷺ کو اذیت ہوتی ہے 'والذین یوذون رسول اللہ فلھم عذاب الیم۔"

(امداد الاحکام ج ا ص ۳۴۱)

یعنی جو والدین مصطفیٰ کے کفر کا قول کرے وہ سرکار دو عالم ﷺ کو ایذا دیتا ہے اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے، اور مفتی مدار اللہ مدار لکھتے ہیں:۔

"اور اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں کے لیے دردناک عذاب مقرر ہے۔" (عصمت انبیاء ص 104)

محمود الحسن عارف لکھتے ہیں:۔

"سب سے آخر میں نامور محقق اور خاتم لمفسرین علامہ آلوسی کا موقف پیش کرنا مناسب ہوگا کہ انہوں نے ایسے شخص کے متعلق جو نبی اکرم کے والدین کے

بارے میں عقیدہ کفر کا رکھتا ہے، کفر کا فتویٰ دیا ہے۔"

(محمد رسول اللہ کے آباؤ اجداد کا تذکرہ ص52)

یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

"یہ مسئلہ بہت نازک اور حساس ہے۔ محققین نے اس میں گفتگو کرنے سے منع کیا ہے۔ امام سیوطی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین رسائل اس مسئلہ پر لکھے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا ایمان ثابت کیا ہے، اگر کسی کو ان کی تحقیق پر اطمینان نہ ہو تب بھی خاموشی بہتر ہے۔ ان محترمہ سے کہئے کہ ان سے قبر میں اور حشر میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا تھا؟ اس لیے وہ اس غلط بحث میں پڑ کر اپنا ایمان خراب نہ کریں۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج1 ص13)

مفتی باسط صاحب رقم طراز ہیں:۔

"پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ والدین کے ایمان کے بارے میں بحث و مباحثہ کریں، جس سے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی بے ادب اور سوء ادب کا پہلو نکلتا ہے۔" (سوال و جواب ج3 ص85)

مولوی نجم الغنی لکھتے ہیں:۔

"طحطاوی ابوین شریفین کے کفر پر مرنے کے قول میں بے ادبی خیال کرتے ہیں اور کئی دلائل سے انھوں نے ایمان والدین شریفین کو ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ضرور کہ یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ابوین شریفین کفر سے محفوظ تھے۔"

(تعلیم الایمان ص460)

نیز لکھتے ہیں:۔

"محب الدین طبری ذکائر العقبی میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت ابولہب نے حضرت رسالت میں یوں شکایت پیش کی کہ یا رسول اللہ!

لوگ مجھ کو حمالۃ الحطب کی بیٹی کہتے ہیں اور اس کلمے سے عار دلاتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ اسے سن کر نہایت غصے ہو کر اُٹھے اور فرمایا کہ میری قوم کو کیا ہوا ہے کہ میرے اہلِ قرابت کو عار دلانے اور تشنیع کرنے سے مجھ کو اذیت دیتے ہیں۔ میری اذیت اللہ تعالیٰ کی اذیت ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ بنص قرآن سبعیہ کی ماں حمالۃ الحطب تھی اور ان کے والدین یقیناً جہنمی تھے۔ ایسے شخص کی نسبت اس عار دلانے سے جو مستلزم تحقیر ہے آپ کو ایذا پہنچی، پھر آپ کے والدین کی تکفیر کیونکر باعث اذیت نہ ہوگی۔۔۔ یعنی جو لوگ اللہ و رسول کو اذیت دیتے ہیں، ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسا عذاب مہیا کیا ہے جو خوار کرنے والا ہے۔"

(تعلیم الایمان ص 461)

حافظ اسلم صاحب نقل کرتے ہیں:۔

"قاضی ابوبکر ابن عربی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں، تو آپ نے جواب دیا: کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول کو ان پر لعنت کی خدا نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس سے زیادہ کون سی ایذا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو دوزخی کہا جائے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس ایک مُحرر دفتر کے کام کے لیے لایا گیا جو خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے لانے والے شخص کو کہا کاش تو مہاجرین رحمہم اللہ کے بیٹوں میں سے کسی کو لاتا، اس محرر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے والد بھی تو کافر تھے، اس پر خلیفہ کو غضب آیا اور فرمایا: تو میرے سامنے کتابت کا کام کبھی نہیں کرے گا۔ خلیفہ عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا باپ فلاں فلاں مقام پر ہمارا عامل ہے اور

وہ (ابھی تک) کافر ہے، اس نے جواب میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے والد بھی تو ایسے ہی تھے۔ اس پر خلیفہ عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سخت غضب ناک ہوئے، اور اس کو دفتر سے موقوف کر دیا۔ اس ادب کے مسلک پر بھی صالحینؒ کی ایک خاصی جماعت ہے۔"

(حضرت محمد ﷺ کا بچپن ص 52_53)

ملّا علی قاری

دیوبندی علماء نقل کرتے ہیں:۔

.وعارضه علی بن سلطان القاری برسالته فی إثبات کفرهما. فرأی استاذه ابن حجر مکی فی منامه أن القاری سقط من سقف فانکسرت رجلاه، فقیل: هٰذا جزاء إهانة والدی رسول الله ا. فوقع کما رأی، ومن أراد کشف مشکلات هٰذه المسئلة فلینظر فی رسائل السیوطی.

(فتاویٰ محمودیہ ج 1 ص 409، کتاب النوازل ج 1 ص 238)

نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:۔

"فقیہ محمد مرعشی ملا علی قاری کے اس قول سے بیحد ناراض ہوئے چنانچہ ان کے حق میں کہتے ہیں۔۔۔۔یعنی تعجب ہے کہ انھوں نے اس باب میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں تکلف کیا ہے اور عبارت میں قافیے جو دلہر نا گوار گزرے ہیں درج کیے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاری کے سر میں سردی اثر کر گئی تھی ان کی عقل میں خلل واقع ہو گیا تھا۔" (تکمیل الایمان ص 463)

حافظ اسلم لکھتے ہیں:۔

"ملّا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ان کے بغیر ایمان دنیا سے رخصت ہونے کے دلائل میں لکھا ہے، اس رسالے کا جواب سداد الدّین فی نجاۃ والدین میں دے دیا گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ ملا علی القاریؒ کا مذکورہ رسالہ

استنبول سے چھپا ہے اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مُلّا علی القاریؒ نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں امت کے دیگر اہل علم کی تحقیقات کی تائید کرتا ہوں۔ (ا) ان کتابوں میں فقہ اکبر امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی عبارت کا جواب بھی ہے کہ اس کتاب کی اصل عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے کفر پر دلالت نہیں کرتی۔" (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن ص 50)

"حکایت قدم غوث کا تحقیقی جائزہ"

حضرت شیخ جیلانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، اور یہ ارشاد گرامی حقیقت پر محمول ہے۔ اب سے برخلاف مولوی محمد احمد صاحب بصیر پوری صاحب نے ایک کتاب لکھی، اس میں موصوف اس ارشاد کی تردید کرتے محض سکر و مستی پر محمول کیا، جو اکابرین کے بلمقابل ان کی ذاتی رائے۔ اور اکابر کے مقابلے میں ذاتی رائے حجت نہیں ہوتی، چہ جائیکہ اسے دست و گریباں سے تعبیر کیا جا سکے۔ پھر چند حضرات نے اس قول کو معاصرین تک محدود مانا ہے، مگر انہوں نے توہین آمیز لہجہ اختیار نہیں کیا، اس لیے خود اس کتاب کی تقریظ لکھنے والوں نے بھی اس صورتحال کی وضاحت کی۔ علامہ ممتاز چشتی لکھتے ہیں:۔

"چشتی فریدی صاحب کے اس انداز تحریر کو کوئی بھی معقول انسان پسند نہ کرے گا اور اسے جواب آں غزل کہہ کر نظر انداز نہ کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ ان کے تقریظ نگاروں کو بھی ان کے اس طریق کار پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنا پڑا۔"

(قدم الشیخ عبدالقادر ص 57)

علامہ الطاف حسین چشتی صاحب رقم طراز ہیں:۔

"افسوس کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں سے اس نے اپنی تائید میں پیش لفظ اور تاثرات لکھوائے ہین وہ خود ان کے جارحانہ انداز تحریر سے نالاں ہیں۔"

(افضلیت غوث اعظم ص 14۔15)

علامہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بعض جگہ الفاظ میں شدت آ گئی ہے اگرچہ جواب آں غزل کے طور پر ہی

سہی، لیکن میں امید کرتا ہوں کہ ان مین خاطر خواہ تبدیلی لا کر نفس مضمون پر ہی نظر مرکوز رکھی جائے گی۔" (ہدایۃ المتذبذب الحیران ص 315)

پھر سیالوی صاحب نے کلی طور پر ان کے موقف سے اتفاق بھی نہیں کیا، بلکہ لکھا:۔

"اسی طرح یہ دعویٰ کہ آپ محض اپنے زمانے کے حضرات کے لیے غوث اعظم ہیں تو یہ دعویٰ اس لحاظ سے بھی محل نظر ہے کہ جب ہم زمان حضرات متاخرین کی اکثریت سے افضل ہیں، تو ان سے افضل کا متاخرین سے افضل ماننا بھی لازم اور ضروری ٹھہرا۔" (ایضاص 318)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ سیالوی صاحب، بصیر ہوری کی تنقیدی عبارات کے ہرگز ذمہ دار نہیں۔

نفس مسئلہ کی نوعیت

علامہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:۔

"عقائد سے تعلق ہے نہ احکام شرعیہ۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل سے ہے اور طریقت کا ایک فرعی جزئیہ، جس کے منکر کو فاسق و فاجر تک بھی نہیں کہہ سکتے، ہاں استخفاف اور توہین مد نظر ہو تو اس کا حکم اور ہے۔"

(تحقیق الاکابر فی قدم شیخ عبدالقادر ص ۱۴)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

"لیکن ان کو کافر یا فاسق نہ کہا جائے البتہ ملامت کی جائے تا کہ پیر پیراں دستگیر دستگیراں کے گستاخوں میں نہ ہو۔" (تحقیق الاکابر فی قدم شیخ عبدالقادر ص ۱۶)

ایسے ہی علامہ ممتاز چشتی لکھتے ہیں:۔

"لیکن ہماری کوشش اور کاوش کے باوجود وہ ہمارے نقطہ نظر سے اختلاف کریں یا اپنے آپ کو حق کے زیادہ قریب قرار دیں تو بھی ہم انہیں گمراہ اور جاہل نہیں کہیں گے۔" (قدم الشیخ عبدالقادر ص ۹۶۳)

جب یہ واضح ہوا کہ نفس مسئلہ کی بناء پر کسی کی تکفیر ممکن نہیں، اور موصوف کے پیش کردہ اکثر

مسائل کی نوعیت بھی یہی ہے، اس لیے ان کی یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں۔ جناب لکھتے ہیں:۔

''ہم نے اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی اور اس کے احسان وامتنان سے ایک سلسلہ شروع کیا تھا کہ اہل بدعت آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل میں مصروف تھے اور یہ بات زیر قلم لانی اس لیے بھی ضروری تھی کہ دنیا سمجھ لے کہ جو لوگ کل تک اکابر دیوبند کو کافر کہنے والے تھے وہ آج اپنے بڑے چھوٹوں سب کو ہی کفر کے گھاٹ اُتار چکے ہیں۔'' (دست وگریباں ج ۳ ص ۹)

موصوف کہ اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ جناب کا قلم اس بات کو قرطاس کی زینت بنانے پر مصروف ہے کہ اہل سنت بریلوی حضرات آپس میں تکفیر وتضلیل میں مصروف ہیں، جبکہ ہمارے قارئین ملاحظہ فرما چکے کہ موصوف کا پیش کردہ مسئلہ کی بنا پر تکفیر وتضلیل تو ایک طرف تفسیق بھی ممکن نہیں۔ اس لیے ان کی پیش کردی دلیل دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی۔ ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''جو چیز تمہارا دعویٰ ہی نہ ثابت کرتی ہو اسے دلیل بنانا کہاں کی علمیت ہے''

(حقیقی دستاویز ص ۱۳۴)

اس لیے امت مسلمہ کو دست وگریباں قرار دینے کے لیے کم از کم موصوف کو ایسی دلیل لانی چاہیے جو ان کے دعویٰ سے مطابقت رکھے، مگر کیونکہ جناب دلائل سے تہی دامن ہیں، اور بامر مجبوری کتاب کے اوراق کو سیاہ بھی کرنا ہے، اس لیے جناب غیر متعلقہ حوالہ جات سے کتاب کا حجم بڑھانے پر مصر ہیں، جبکہ ایسے اختلاف تو خود ان کے اکابر کے نزدیک رحمت ہے اور معاشرے کا حسن ہیں۔

پیر مہر علی شاہؒ صاحب کا نسب

موصوف نے اس جگہ معاصرانہ چپلقش کی بناء پر پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کو معاذ اللہ! بناوٹی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اولاً تو پیر صاحبؒ کی شخصیت کی عظمت کا تذکرہ کرنے میں خود موصوف کے ہم مسلک حضرات رطب اللسان رہے ہیں اور ان کا قلم پیر صاحب کی خدمات کا معترف رہا ہے، اور ان کے سلسلہ نسب کی گواہی بھی ہم انہیں سے پیش کیے دیتے ہیں، حافظ سید

محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں:۔

''حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ سید نذر دین شاہؒ بن سید غلام حیدر شاہؒ بن سید روشن دینؒ یکم رمضان ۱۲۷۵ھ ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء کو گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسبت ۲۵ ویں پشت میں شاہ عبد القادر بغدادی جیلانی جاملتا ہے۔'' (تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۳۳۹)

دوئم: اہلِ علم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ معاصرانہ مخاصمت میں بعض دفعہ حد اعتدال سے تجاوز کر جانا ایک عام سی بات ہے، اسی لیے اس دوران جن خیالات کا باہم تبادلہ ہوتا ہے انہیں ایک دوسرے کے حق میں استعمال نہیں کیا جاسکتا، یہ بات علماء دیوبند کی کتب میں مرقوم ہے۔ مثال کے طور پر جب حبیب اللہ ڈیروی نے امام بیہقی کے متعلق خائن کے الفاظ استعمال کیے تو ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

اگر مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے ایسا لکھا ہے تو ہم اسے درست نہیں سمجھتے ہیں امام بیہقی کے بارے میں ان تاثرات سے ہم متفق نہیں بعض اوقات علمی مباحث کے دوران اس طرح کے جملوں کا تبادلہ ہوجانا کچھ بعید بھی نہیں۔ (ازالۃ الوسواس ص 35)

لیجئے! اس سے واضح ہوا کہ علمی مباحث کے دوران ایسے جملوں کا تبادلہ ہرگز بعید نہیں، اس لیے یہ قابل اعتراض نہیں۔ دوسری جانب انور شاہ کاشمیری صاحب کو سید کہا جاتا ہے، اور ان کے فرزند خود کو سید باور کروانے میں مشغول نظر آتے ہیں، دیوبندی مولف لکھتے ہیں:۔

''ان میں آپ کے فرزند مولانا انظر شاہ مسعودی کا نام سرفہرست ہے انہوں نے اپنے والد بزرگوار حالات زندگی پر ''نقش دوام'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ اس میں مولف نے بڑی دلچسپی کے ساتھ حسب نسب کی بحث کو چھیڑا ہے جو تقریبا آٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارا خاندان سادات سے تعلق ہے۔''

(انوار السوانح ص ۷۹)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نسب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے جاملتا ہے، سید احمد رضا

بجنوری لکھتے ہیں:۔

''حضرت کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ملحق ہو جاتا ہے۔'' (انوار الباری ج ۲ ص ۲۳۷)

اظہار الحسن محمود دیوبندی لکھتے ہیں کہ

''آپ (انور کشمیری) کا سلسلہ نسب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے''

(عشق رسول ﷺ اور علماء دیوبند ص ۱۳۹)

اس حقیقت کی نقاب کشائی پر موصوف انظر شاہ کاشمیری صاحب کافی چیں بہ چیں ہوئے اور ان کی تلملاہٹ کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بخوبی ممکن ہے:۔

''حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کے متعلق ایک صاحب نے سب سے پہلے حسب نسب کی بحث کو اٹھا کر بخیال خویش چاند پر پہنچ جانے کا حیرت انگیز مرحلہ طے کر لیا۔ وہ قرآن کے کسی مخفی گوشے کو اپنی خداداد بصیرت سے حل کرتے یا حدیث کے کسی مستور رُخ کی نقاب کشائی ان کے علم ریز قلم کے حصے میں آتی ۔۔۔ پھر آج اس بحث کو اٹھا کر مرحوم کے کچھ حلقہ بگوش کیا اپنے مرحوم استاذ کی کوئی مناسب خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بہ ادنیٰ غور وفکر اس فیصلہ میں کیا تذبذب نہیں کہ نصف صدی کے بعد حضور حضرت شاہ صاحب کو رسوا کرنے کی یہ شعوری وغیر شعوری خدمت بھی ایک بھیانک ظلم ہے'' (نقش دوام ص ۳۰)

ہم جناب انظر شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جناب والا حقائق سے پردہ اُٹھانا ظلم نہیں کہلاتا، بلکہ بدیہی حقائق سے دانستہ طور پر چشم پوشی کر کے خود کو سید کہلوانا ظلم ضرور ہے۔ پھر انور شاہ صاحب کے سلسلہ نسب میں ''شیخ مسعودی نروی'' کا نام موجود ہے جنہیں تذکرہ اولیاء کشمیر کے تمام مصنفین نے غیر سید کے طور پر متعارف کروایا ہے (انوار السوانح ص ۸۰) اس سلسلہ میں ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے انظر صاحب کے ایک شبہ کا ازالہ بھی اشرف علی تھانوی صاحب سے پیش کر دیا ہے، انظر صاحب نے لکھا تھا:۔

''مفسرین ومحققین علماء نے بعض آیات کے تحت واضح طور پر لکھا ہے کہ شرب

نسب حاصل کرنے کے لیے اگر ننھیال سادات سے ہو تو اس کی جانب انتساب کرتے ہوئے خود کو سید کہنا و لکھنا جائز ہے۔" (النقش ۲ و ۳ ص ۳۱)

ڈاکٹر صاحب کا اس کا جواب تھانوی صاحب سے یوں نقل کرتے ہیں:۔

"سیادت کا مدار حضرت سیدنا فاطمہؓ پر ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو اولاد حضرت فاطمہ سے ہے وہ تو سید ہے اور جو دوسری بی بی سے ہے وہ سید نہیں ہے۔ اسی طرح ایک شخص کا باپ سید نہ ہو اور ماں سید ہو تو قواعد کے مطابق وہ سید نہیں۔" (انوار الصوانح ص ۸۱)

اس لیے ہم مرتب صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ دوسروں کی پگڑی بعد میں اُچھالیے گا، پہلے بقول خود اپنے ممدوح حضرات کے دامن پر لگے ان بدنما داغوں کی صفائی کا کام کیجیے۔

اویسی صاحب کی عبارت

معترض نے سیف چشتیائی کا حوالہ دیا کہ پیر مہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکر کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے، ہمیں تو صفحہ مذکور پر حوالہ نہ مل سکا، لیکن یہ بات یاد رہے سیف چشتیائی کی تعریف خود دیوبندی حضرات نے بھی کی ہے، شوکت اللہ میرٹھی لکھتے ہیں:۔

"..... سیف چشتیائی ..... یعنی ..... حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ والاصلاح الفصیح لاعجاز المسیح جناب فیض مآب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ متوطن گولڑہ ضلع راولپنڈی کے کمالات اور حالات اور خلوص اور تقوے سے نہ صرف ہمارے ناظرین بلکہ تمام پنجاب اور بیشتر حصص ممالک ہندوستان اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ ایک گوشہ نشین متوکل باللہ باایں ہمہ اپنے انفاس قدسی اساس سے مرجع خلائق اور باعث ہدایت مریدین ومسترشدین وزائرین ہیں۔ آپ کو شہرت اور حب جاہ ومنصب دنیوی سے بکلی نفرت ہے۔ آپ جس طرح شیخ وقت ہیں اسی طرح تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع ہیں۔ مرزا قادیانی کے عقائد کا زہریلا اثر دور کرنے کو حسب اصرار علماء ومشائخ کتاب شمس الہدایہ

تصنیف فرما کر شائع کی۔ پھر کیا تھا مرزائیوں پر قیامت نازل ہوگئی اور قادیانی مرزا نے خواہ مخواہ اپنی شہرت اور نمود کے لیے حضرت محتشم الیہ کو مخاطب گردانا۔ مباحثہ کا اشتہار دیا۔ چونکہ یہ دین کا معاملہ تھا۔ پس اعلاء کلمۃ اللہ کو حضرت پیر صاحب نے حسب استدعا علماء کرام و مشائخ عظام ضروری سمجھا اور معہ ایک کثیر مجمع علماء اور مشائخ کے حسب تحریک وطلب وشرائط مرزا قادیانی لاہور تشریف لائے جہاں کئی ہزار مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا اور لاہور میں چند روز مقیم رہے۔ مرزا قادیانی کے نام رجسٹریاں بھیجیں کہ مرد میدان بن کر خدا کے شیروں کے مقابلہ پر آیئے۔ مگر مرزا قادیانی اور اس کے اہالی موالی جن کو اپنی حقیقت معلوم تھی لومڑیوں اور حیض والے خرگوشوں کی طرح قادیان کی کھوہوں میں دم دبا کر چھپ گئے۔ جو حیض تھا وہ نفاس اور استحاضہ بن گیا۔ پاک ہوتے تو پاکوں کے مقابلے پر آتے۔ جب روسیاہی کا گھڑوں پانی پڑ گیا اور مٹکوں تیل گھل گیا اور دنیا پر مرزائیوں کا عجز ثابت ہوگیا تو جھونجھل اور چل مٹانے کو مدت مدید کے بعد حضرت پیر صاحب کی کتاب شمس الہدایہ کے برائے نام جواب میں مرزا قادیانی کے ایک راتب خوار گرگے نے کتاب شمس بازغہ شائع کی اور پھر مرزا قادیانی نے تفسیر سورۂ فاتحہ چھپوائی جس کی چھتاڑ متعدد مرتبہ ضمیمہ شحنۂ ہند میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہے۔ مندرجہ عنوان کتاب مستطاب مرزا قادیانی کی شمس بازغہ اور تفسیر سورۂ فاتحہ کا جواب واصلاح ہے جو ضخیم اور ضخیم یعنی ۳۴۶ صفحات پر ہے۔ باایں ہمہ پیر صاحب نے محض خلوص اور افادۂ خلق اللہ کے لیے اس کو وقف فی سبیل اللہ کر کے مفت تقسیم فرمایا ہے۔ اس کتاب کی لاگت اور اشاعت میں ہزار بارہ سو روپیہ سے کم کسی طرح صرف نہیں ہوا۔ مرزا قادیانی تو ایک جز کی کتاب بھی چھپواتے ہیں تو چندے کا اشتہار دیتے ہیں اور پھر ایک پیسے کی لاگت کے دس پیسے وصول کر لیتے ہیں اور اپنے جاہل فدائیوں کے سوا دوسرے کو نہیں دکھاتے۔ کیونکہ قلعی کھلتی ہے۔ پیر صاحب نے نہ چندے

کا اشتہار دیانہ کسی کو روپیہ کے لیے مجبور کیا اور متوکلاً علی اللہ یہ کام انجام کو پہنچا۔
اس میں شک نہیں کہ عجیب وغریب کتاب ہے۔ مرزائی عقائد اور دعاوی ہی کا
استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مرزا قادیانی کی تفسیر سورۂ فاتحہ (جس کا نام انہوں نے
اعجاز المسیح رکھا ہے) ایسی اصلاحیں کی ہیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ! اب ہم منتظر
ہیں کہ قادیانی گنبد سے سیف چشتیائی کے جواب میں کیا صدا نکلتی ہے۔ مرزا
قادیانی کس کس کتاب کا جواب دیں گے۔ جب کہ ایک ایک شیطان کی درگت
کو بیس بیس قدسی فرشتے تیار ہیں۔ کتاب عصائے موسیٰ کا جواب دینے والے تو
زندہ درگور ہو گئے۔ ہاں مرزا قادیانی نے اس حیلے سے چندہ خوب بٹورا اور جس
طرح اُمہات المؤمنین کے جواب کے لیے تتو تھمبو کر کے لوگوں سے ٹکے اینٹھے
اسی طرح عصائے موسیٰ کے جواب میں اپنے فدائیوں کو جل دے کر ان کی گانٹھ
کاٹی۔ اب سیف چشتیائی کے جواب کے لیے مداری کا کاسہ گدائی مرزائیوں
کے گھر گھر پھرے گا اور جواب تو جیسا کچھ نور بھرا ہوگا ہم کو پہلے ہی معلوم ہے۔"

(احتساب قادیانیت ج1 ص 257۔258)

اور لفظ مکر کے متعلق عبدالحمید سواتی لکھتے ہیں:۔

"بعض اوقات لفظ مکر سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ اردو اور پنجابی میں مکر سے مراد
فریب اور دھوکا ہے۔" (معالم العرفان ج4 ص182)

موصوف نے اس کے بعد اویسی صاحب کی ایک عبارت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
پر بطور تنقید نقل کی ہے، اویسی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے مترجمین سے اس طرح گستاخی الوہیت منقول
ہے آپ کے بعد والے مکر کے معنی کو صرف تدبیر کے معنی میں لائے اور لوہیت
کی گستاخی سے بچے۔" (سیدنا اعلیٰ حضرت ص ۲۱)

سب سے اول تو یہ یاد رہے کہ اویسی صاحب کی تنقید مخصوص تناظر میں ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"بقول علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مترجمین سے بہت سے ایسے گذرے ہیں

جن کا مقصد صرف اور صرف اسلام کی مظبوط دیوار کو کھلا کرنا تھا اور یہی کیفیت قیامت تک رہے گی۔" (سیدنا اعلی حضرت ص ۲۱)

اس سے واضح ہوا کہ اویسی صاحب کی تنقید ان حضرات پر ہے جو ترجمہ کی آڑ میں اپنے خطرناک وگستاخانہ عقائد کی ترویج میں مشغول نظر آتے ہیں، دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ

"مقدور العبد مقدور باری تعالی ہے" (تذکرۃ الخلیل ۱۴۱)

اس لیے جب ان حضرات کی جانب سے ترجمہ کیا جائے گا تو اسے بارگاہِ الوہیت میں گستاخی پر ہی محمول کیا جائے گا، اب دوسری پیر صاحب اول تو قرآن کا ترجمہ نہیں فرمارہے اس لیے اویسی صاحب کی تنقید کا ان سے تعلق بھی نہیں۔

حدائق بخشش حصہ سوئم

اس کے بعد معترض نے حدائق بخشش حصہ سوئم کا حوالہ پیش کیا، جس کے متعلق عرض ہے کہ یہ اعلی حضرت کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ آپ کی وفات کے بعد محبوب علی خانصاحب نے امام اہلسنت کے بکھرے ہوئے کلام کو جمع کیا، خود دیوبندی حضرات کو بھی اس کا اقرار ہے کہ اس کے مرتب مولوی محبوب علی خان ہیں۔ ملاحظہ ہو (بریلوی فتنے کا نیا روپ صفحہ ۲۱۳، بریلوی مذہب اور اسلام ص ۲۸۶، فرقہ بریلویت پاک وہند کا جائزہ ص ۴۲۹، مطالعہ بریلوت ج ۲ ص ۳۳۶)

ان تمام کتب میں یہ اقرار ہے کہ حدائق بخشش حصہ سوئم کے مرتب مولانا محبوب علی خان ہیں۔ اب مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو جس میں صوفی عبدالحمید خان سواتی لکھتے ہیں:

"مولانا عبید اللہ سندھی کی طرف منسوب اکثر تحریریں وہ ہیں جو انکے تلامذہ نے جمع کی ہیں۔ مولانا کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی تحریرات اور بعض کتب دقیق وعمیق اور فکر انگیز ہیں اور وہ مستند بھی ہیں۔ لیکن املائی تحریروں پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور بعض باتیں غلط بھی ہیں جن کو ہم املا کرنے والوں کی غلطی پر محمول کرتے ہیں مولانا کی طرف ان کی نسبت درست نہ ہوگی۔"

(عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار ص ۷۸)

بہرحال یہاں یہ بات ثابت ہوگئی حدائق بخشش حصہ سوئم کی نسبت اعلی حضرت کی طرف صحیح نہیں۔

شرعی استفتاء اور پیر نصیر الدین صاحب پر تنقید

اس کے بعد موصوف نے ''پیر نصیر الدین'' صاحب کے متعلق ''شرعی استفتاء'' از مفتی اقتدار صاحب کی کے چند اقتباسات نقل کیے اور یہ تاثر دیا کہ انہیں وہابی قرار دیا گیا ہے جبکہ یہ تاثر لینا درست نہیں۔ اس لیے کہ نصیر الدین وہابی ہے'' کے آگے واضح طور پر موجود سوالیہ نشان اس بات کی وضاحت کے لیے کافی وشافی ہے کہ یہاں کسی قسم کا فتویٰ موجود نہیں بلکہ سوال کیا جارہا ہے۔ اور مفتی اقتدار صاحب نعیمی کی نقل کردہ تمام تنقید فقط لزوم کے درجہ میں ہے، مفتی صاحب نے اس کتاب میں کہیں بھی کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا، جس کی وضاحت کتاب کے آخر میں موجود ہے، جسے مرتب نے نقل کرنا گوارا نہیں، یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ یوں تو مرتب نے اس رسالہ مذکورہ کے کیے اقتباسات صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیئے مگر مفتی صاحب کی وضاحت پیش کرنے سے گریز کیا، اس سے ہمارے قارئین کو اندازہ ہوجائے گا موصوف کا مقصد فقط کیچڑ اچھالنا ہے، خیر مفتی اقتدار صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''گزارش ہے کہ اس سے قبل آپ کو ایک خط مع ایک استفتا ارسال کیا گیا ہے جو آپ کو تقریبا مارچ ۲۰۰۴ کو وصول ہوچکا ہے۔ اس میں آپ سے کچھ سوالات کیے گئے تھے آپ ہی کی دو کتابوں کے بارے میں چند سائلین حضرات نے ایک استفتاء کے ذریعے مجھ سے فتویٰ طلب کیا تھا۔ میں آداب فتویٰ کے بموجب آپ کو اطلاع دی تھی تا کہ آپ کا دلائل والا جواب موصول ہو تو اس پر غور کیا جائے۔ اس خط میں ایک ماہ کی مہلت بھی دی گئی ہے لیکن آج دو ماہ گزر گئے ہیں کہ آپ کی جانب سے کسی قسم کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ سائلین حضرات بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ شرعی فتویٰ جلد بھیجا جائے۔ میں ان سے یہی کہہ رہا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب مصروف آدمی ہیں جواب میں دیر بھی لگ سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے جواب تیار کر رہے ہوں۔ سائلین میں سے ایک نے مجھ سے یہ کہا کہ انتظار بیکار ہے وقت ہی ضائع کرنا ہے۔ آپ کے خط کا وہ کبھی جواب نہیں دے سکتے کیونکہ وہاں قلم ہے علم نہیں ہے مگر میں انکی اس بات کو تسلیم

نہیں کرتا۔ اس لیے بجائے ایک ماہ کے دو ماہ انتظار کرنے بعد آپ کو دوسرا خط لکھ رہا ہوں تا کہ آپ مجھ کو بتائیں کہ آپ پہلے خط کے جواب کے لیے مزید مہلت چاہتے ہیں یا جواب دینا ہی نہیں چاہتے یا سائل کی یہ بات کہ قلم موجود علم مفقود والی بات درست ہے۔ اس خط کے آپ کو ملنے کے بعد مزید آٹھ دن انتظار کیا جائے گا۔ اگر اب بھی آپ کی طرف سے کوئی کسی قسم کا جواب نہ ملا تو پھر میں شرعی فتوی جاری کر دوں گا۔" (شرعی استفتاء ص ۵۱)

یعنی اقتدار صاحب نے کسی قسم کا فتویٰ جاری نہیں کیا، اس لیے یہ حوالہ جات معترض کو حجت نہیں۔ اور اگر اس قسم کی معاصرانہ چپقلش کو معترض دست وگریباں سے ہی تعبیر کرتے تو ملا علی قاری ابن عربی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:۔

"پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف گروہ کی گمراہی میں توقف نہ کرو، پھر اگر تم پوچھو، کیا انہیں سلام کہنے کی ابتدا کی جاسکتی ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے بلکہ انہیں وعلیکم کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ یہودیوں اور نصرانیوں سے زیادہ برے ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے۔"

(الرد علی القائلین بوحدہ الوجود ص 155)

یہاں سوال نہیں فتویٰ ہے۔

کیا پیر مہر علی شاہ وہابی تھے؟

مفتی اقتدار صاحب نے کہیں بھی پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی نہیں کہا، بلکہ ان کا دفاع کیا ہے، اور واضح لکھا:۔

"آپ نے لکھا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب ابن تیمیہ کا احترام کرتے تھے اور اس کے لیے مغفرت کی دعا بھی کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی فیض احمد وہابی کی شرارت وملاوٹ ہے۔" (شرعی استفتاء ص 28،27)

یعنی ان سب باتوں کو انہوں نے فیض احمد کی شرارت قرار دیا ہے، ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''آپ نے صفحہ 39 پر لکھا ہے کیا حضرت گولڑوی کی شخصیت سند کی حیثیت نہیں رکھتی؟ اقول رکھتی ہے بشرطیکہ ان کی ذاتی تصنیفات پرانا مطبوعہ سے یہ حوالے دکھاؤ۔'' (شرعی استفتاء ص 43)

ایک اعتراض؟

معترض نے پیر صاحب کے حوالے سے اعتراض کیا کہ اگر آپ تاویلات مسموع ہیں تو دیوبندی حضرات کی کیوں نہیں؟ اس کا جواب بھی ہم علمائے دیوبند سے ہی پیش کیے دیتے ہیں، قاضی مظہر ناقل ہیں:۔

''مراد تو قائل کی وہ قبول ہوسکتی ہے جو الفاظ سے ثابت ہو سکے اور مودودی صاحب کی یہ تاویل بھی غلط ہے۔'' (علمی محاسبہ ص 385)

یوسف بنوری لکھتے ہیں:۔

''پھر جب ان پر تنقید کی گئی تو تاویل کر لی کہ بشر کمزوریوں سے مراد بشری خصوصیات ہیں یہ محض تاویل بلکہ محاورہ کی تحریف ہے؟''

(مودودی صاحب کے افکار و نظریات ص 114)

پھر ''ظلمۃ الغیب'' ہو یا پھر ''ازالۃ الریب'' ہو یہ دونوں کتب معاصرانہ چپقلش پر مبنی ہونے کے سبب حجت نہیں، اور نہ ہی اسے دست و گریباں سے تعبیر کیا جانا ہے درست ہے، کیونکہ اسلاف میں ایسی امثال موجود ہیں، جن کی موجودگی میں کسی بھی فرقہ کی تکفیر بے معنی ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد جو ازالۃ الریب کی عبارت کا ذکر کیا تو ناظرین یہاں بھی مکمل عبارت پیش نہیں کی، خود سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آگے جا کر اپنی اس عبارت کی وضاحت کی ہے، ملاحظہ ہو۔ (الۃ الریب ص ٦٦ تا ٧٠)

پھر آخر میں لکھتے ہیں:۔

''آپ (مخالف) نے بندہ کے مقالہ میں سے صرف ایک عبارت سیاق و سباق سے کاٹ کر اور پورے مضمون و مفہوم اور بنیادی مطلب و مقصد کو قارئین سے پوشیدہ رکھ کر جس تحکم اور سینہ زوری اور ظلم و تعدی اور ناانصافی و بے اعتدالی کا

مظاہرہ کیا اور باری تعالیٰ کی حل مشکلات سے سبکدوشی کا عنوان قائم کر کے اس کو میرا عقیدہ قرار دیا اور کفر کا فتویٰ بھی جڑ دیا اس کے متعلق بندہ کی طرف سے آپ [مخالف] کو چیلنج ہے کہ آپ اس عنوان اور اس کے تحت مندرج ادھوری عبارت کو بندہ کا عقیدہ ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا اور آئندہ بھی کچھ لکھنے سے توبہ کر لوں گا اور اگر اس عبارت کا بندہ کا عقیدہ ہونا ثابت نہ ہو سکے بلکہ تمہیں تمہارے دعوے کی رو سے لازم آنے والے غلط اور فاسد نظریے کا بیان ہو تو پھر آپ مصنف بننے کی کوشش ترک فرما دیں۔"

(ازالۃ الریب ص 70)

لہٰذا جناب کی پیش کردہ عبارت "سیالوی صاحب" کی اپنی نہیں۔

سیالوی صاحب کی ایک عبارت پر اعتراض

معترض نے علامہ سیالویؒ صاحب کی کتاب تحقیق کی ایک عبارت پر اعتراض کیا، جبکہ یہ عبارت ان کی اپنی نہیں تفسیر روح البیان کی ہے، اور اس تفسیر کے متعلق کرم الدین دبیر لکھتے ہیں:۔

"کاش وہ متقدمین فضلا کی تصانیف دیکھتے، تو یہ رکیک استدلال پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ فقہاء کرام و محدثین نے کس قدر تحیم کتابیں لکھ کر ان میں علوم و معارف بھر دیئے ہیں۔۔۔۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف موجود ہیں۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھو۔ ایسا ہی روح البیان وغیرہ۔" (تازیانہ عبرت ص 85)

اس کتاب کے متعلق عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

"دوسری مرتبہ اس کی اشاعت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز اور دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری اور مولانا غلام محی الدین دیالوی کی خواہش پر ہوئی۔"

(تازیانہ عبرت ص 17)

مولوی زکریا کاندھلوی کی کتب میں اسی تفسیر روح البیان کے حوالے درج ہیں، پھر تفسیر

روح البیان کو دیوبندی حضرات نے تفسیر صحیحہ میں سے شمار کیا ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۲) اور اس سے استدلال کیا ہے اور مفسر کو عارف باللہ قرار دیا ہے۔ (فتنہ قادیانیت کو پہچانیے ص ۳۱۳) لہٰذا اگر فتویٰ لگانا ہے تو تفسیر روح البیان پر لگاؤ۔ پھر سیالوی صاحب کی حیثیت ناقل کی ہے قائل کی نہیں اور علمائے دیوبند کا اپنا یہ اصول ہے:۔

"قاری محمد طیب صاحب کی حیثیت صرف ناقل کی ہے، قائل کی نہیں۔ لہٰذا جو فتویٰ اس پر لگایا جائے گا وہ اصل قائل پر چسپاں ہوگا نہ کہ ناقل پر۔"

(بریلویت کا شیش محل ص ۳۱)

سید کا نکاح غیر سید سے؟

معترض نے مسئلہ بالا پر پیر نصیر صاحب کا اختلاف دیگر حضرات سے نقل کر کے اسے شدید بھی قرار دیا اور دست و گریباں ہونا بھی سمجھا، جواباً عرض ہیکہ جمہور اہلسنت کا اس مسئلہ میں وہی موقف ہے جو جناب پیر نصیر صاحب نے بیان کیا ہے، پھر اس اختلاف کے خود آپ کے اپنے بھی شکار ہیں۔

"اگر فریقین راضی ہوں، تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونے میں کوئی حرج نہیں، مذکورہ صاحب کا یہ کہنا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہو ہی نہیں سکتا، غلط ہے۔"

(کتاب النوازل ج 8 ص 388)

"سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی جب اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔"

(فتاویٰ دینیہ ج 3 ص 255)

لہٰذا اگر یہ دست و گریباں ہونا ہے تو جناب اپنے گھر والوں کے متعلق اپنے اصول سے کب کتاب لکھنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ آخر میں موصوف کی جانب سے جو پیر نصیر الدین کی تائید میں حوالہ جات نقل کیے گئے ان کے متعلق عرض ہے کہ کسی نے بھی ان کے تفرادت سے آگاہ ہو کر ان کی تائید نہیں کی۔

پیر نصیر صاحب اور مسئلہ تکفیر

ہم اس جگہ پیر صاحب کی چند عبارات بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں، جس کی روشنی میں متعلق آپ کے مسلک کی وضاحت ہو جائے گی، آپ لکھتے ہیں:۔

''مسلک وہابیہ: اس مسلک مین بزرگان دین اور مقبولان خدا کے بارے میں جو تشدد پایا جاتا ہے اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں جو گستاخانہ اسلوب اپنایا جاتا ہے، جیسا کہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان وغیرہ سے واضح ہے، میں اس سے قطعا اتفاق نہیں کر سکتا، بلکہ گستاخ رسول کو کافر و بے دین سمجھتا ہوں، جو انہیں مرمٹی میں مل جانے والا، اصنام کی طرح جامد و ساکت اور ان کے تصور مبارک کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر سمجھتے ہیں۔ اولئك كالانعام بل هم اضل کے قرآنی لقب کا حقدار سمجھتا ہوں۔''

(لطمۃ الغیب ص 8

مزید لکھتے ہیں:۔

''جو لوگ ان محسنین اسلام و مسلمین بزرگان دین کی گستاخی و بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ کبھی حلاوت ایمان سے بہرمند نہیں ہو سکتے، وہابیوں کی جن کتب و تقاریر میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، میں انہیں نہ قابل توجہ سمجھتا ہوں اور نہ ہی قابل اشاعت۔'' (لطمۃ الغیب ص 279)

تکفیر امت اور علماء اہلسنت

جناب نے اعلیٰ حضرت کی وصیت پر اعتراض کیا، جبکہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''ہم نے عقائد میں تو امام تسلیم کیا ہے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اور فروع میں امام تسلیم کیا ہے حضرت حافظ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اور دونوں سے ہم کو صاف اور مبیض علم ملا تو اب معلوم ہوا کہ دیوبندیت منحصر ہے۔ دونوں بزرگوں کی اتباع میں''

(عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۱۷۵)

ضیاء القاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

''میرا مسلک ہے کہ میرے اکابر علمائے دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (قدس سرہ) قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ جس مسائل پر علمی تحقیق کر کے ہمارے لیے راہ متعین کر گئے ہیں میرے جیسے علم وعمل سے عاری افراد کو انہی راستوں پر آنکھیں بند کر کے چلنا چاہئے۔ کیونکہ ان اکابر نے قرآن وسنت کی روشنی میں وہی راستہ ہمیں بتایا ہے۔ جو قرآن حکیم اور سنت رسول کا بے غبار اور صحیح راستہ ہے۔''

(رسائل قاسمی ص ۳۴۲، مکتبہ قاسمیہ فیصل آباد)

لہٰذا مرتب صاحب کو دوسروں پر برسنے کی بجائے اپنے اصول پر عمل کرتے ہوئے گھر کی صفائی کرنی چاہیے۔ اس کے بعد موصوف نے ایک دفعہ پھر ادھوری عبارت پیش کی جو مکمل یوں ہے:

''رہی یہ بات کہ جو اعلحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو، اس کو وہ کافر جانتے ہیں، یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو، وہ کافر ہے۔'' (الصوارم الہندیہ ص ۱۳۸)

یعنی ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والا کافر ہے، مگر موصوف نے حسب عادت ادھوری عبارت پیش کر کے غلط تاثر دینے کی سعی مذموم کی، اس کے عرض ہے کہ کسی عالم دین کی اس کے علم کی وجہ سے توہین کفر ہے، دیوبندی مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہاں اگر کسی عالم دین کی اس کے علم کی وجہ سے تحقیر کرنا مقصود ہو تو فقہا کرام نے ایسے شخص پر کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔'' (فتاویٰ حقانیہ 1/143)

اس کے بعد جو ''دعوت اسلامی'' کے خلاف پروپیگنڈہ کی عبارت نقل کی، یہ کتابت کی غلطی پر مشتمل ہے، حجت نہیں۔ اس کے بعد موصوف نے ''فتاویٰ الحرمین'' سے عبارت نقل کرتے ہوئے ہاتھ کی صفائی کا مکرر استعمال کیا، جناب کی نقل کردہ عبارت کے متصل ہی یہ موجود ہے:۔

"الا ازا اعتقدا انه مباح او يترتب عليه ثواب كما عليه

بعض الشیعة او اعتقد کفر الصحابة فانه کافر بالاجماع"

(فتاویٰ حرمین ص ۱۷)

سب سے اوّل تو یہ بات ہے کہ عبارت مذکوری ملا علی قاری کی ہے، اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

"دراصل فعل کی نوعیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ترک اور انکار یا ارتکاب گناہ اور اسے حلال جان لینا ایک جیسے امور نہیں۔ جیسے کہ تارک الصلوۃ تو کافر نہیں مگر منکر صلوٰۃ کافر ہے۔ اور شرابی کافر ہے نہیں، شراب کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ایک کسی گناہ کو گناہ جانتے ہوئے کر بیٹھتا ہے اور ایک اسی گناہ کو حلال جان لیتا ہے۔ دونوں کی نوعیت ایک جیسی نہیں" (حقیقی دستاویز ص ۱۸۶)

اب سنئے مفتی عبدالحق صاحب لکھتے ہیں:۔

"شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی شان میں گستاخی کرنا اور گالیاں دینا محققین علماء کے نزدیک کفر نہیں ہے البتہ فسق اور گمراہی ضرور ہے"

(فتاویٰ حقانیہ 1/141)

غلام مہر علی صاحب

غلام مہر علی صاحب کے نزدیک حضور ﷺ کی طرف ذنب بمعنی خلاف اولیٰ کی نسبت کرنا کفر و گستاخی ہے۔ (عصمۃ النبی المصطفیٰ ص ۳۲، تاریخی شکست فاش ص ۲۴) جبکہ اس مسئلہ میں راجح یا مرجوح کی بحث تو ہو سکتی ہے، مگر اس کو کفر یا گستاخی قرار دینا محل نظر ہے اور ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہرگز حجت نہیں۔ مولوی محمد نافع لکھتے ہیں:۔

"علماء کے تفردات پر اعتماد نہیں کیا جاتا وہ متروک ہوتے ہیں۔"

(مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین ص ۳۶۱)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

"حضرت یونس کے متعلق بالا عبارت صریح جھوٹ ہے ہم ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اگر کسی غیر ذمہ دار مفسر نے لکھا ہو تو اس کا قصور ہے۔ مجموعی مسلک پر

کوئی اعتراض نہیں۔" (ہم سنی کیوں ہیں ص ۵۲)

ناظرین! مہر صاحب کے اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی ذاتی رائے سے مجموعی مسلک پر اعتراض ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔

محمود عالم صفدر لکھتے ہیں:۔

"ہر عالم کی بات کو جو کاتوں قبول نہیں کیا جاتا۔" (تسکین الاتقیاء ص ۹۱۱)

عبدالحق بشیر لکھتے ہیں:۔

"ہم بھی اسے حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیتے ہوئے اس سے اتفاق نہیں کرتے۔" (عقیدہ حیات النبی ص ۲۹)

عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

"اہل علم جانتے ہیں بعض مسائل میں ان حضرات کے تفردات بھی ہیں۔ ہم ان کے تفرادات کے قول کو قبول نہیں کرتے۔" (تنبیہ الناس ۹۵)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تفرادات قابل قبول نہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ غلام مہر علی صاحب کے نزدیک اس سے صرف لزوم کفر آتا ہے، التزام نہیں۔ چنانچہ اپنے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں نے تو حرام اور کفر ہی لکھا ہے جس میں مرتد قرار دینے کے لیے قائل کا التزام بھی ملحوظ ہوتا ہے۔" (جوابات رضویہ ص ۶۵)

ایسے ہی علامہ غلامہ مہر علی صاحب کی تکفیر قطعی بھی ثابت نہیں، اور پیش گوئی کی وضاحت وہ خود اپنی کتاب جوابات رضویہ کے صفحہ نمبر ۷۰ تا ۷۵ پر وضاحت کر چکے ہیں، قارئین وہی ملاحظہ کریں۔

اس کے بعد جناب نے شاہ ولی صاحب کے حوالے تنقید نقل کی جو ان سے منسوب کی کتب کی بنا پر ہے، جس کی تفصیلات ہماری کتاب کنز الایمان اور مخالفین اور علامہ ارشد مسعود صاحب کی کتاب تحفظ اہل سنت و جماعت میں موجود ہے۔ علامہ صاحب نے خود دیوبندی کتب سے شاہ صاحب پر تنقید نقل کی ہے اور اس اعتراض کی جڑ اکھیڑ دی ہے، ناظرین وہی رجوع کریں۔ باقی

تمام جرح معاصرانہ چپقلش کے بعث حجت نیست اور حدائق بخشش حصہ سوئم کے حوالے سے جو شعر نقل کیا، اس کا تفصیلی جواب ''رد اعتراضات المخبث'' میں موجود ہے۔

اب اس کے مرتب نے الذنب فی القرآن کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی جس میں مصنف نے علامہ غلام رسول سعیدی کے نقد کو نقل کیا ہے، جس خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا استخفاف اور استحقاء کفر ہے، اب اس پر یہ سوال کرتے ہیں کہ پھر صحابی کی توہین کفر کیوں نہیں/تو جواباً عرض ہے کہ جناب پہلے آپ یہ ثابت کرنے کی زحمت تو گوارا کریں کہ عبدالرحمٰن قاری نام کے کوئی صحابی تھے؟ اگر ثابت نہ کر سکیں تو پھر آپ کو شیعہ کی گود میں بیٹھنا مبارک ہو، کیونکہ مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:

''شیعہ حضرات مذہب گھڑنے کے ساتھ اپنی مرضی کے صحابی بھی بنا لیتے ہیں۔''

(معراج صحابیت ص 231)

علامہ غلام رسول سعیدی

ان کے حوالہ سے ہم نے جلد اول میں لکھا تھا:۔

''شارح بخاری مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے شرح صحیح مسلم میں سورۃ الفتح کی آیت میں ذنب کی نسبت حضور کی طرف قائم رکھی اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تغلیط کی، جس پر ان کے خلاف کتب لکھیں گئیں، جس کی بدولت علامہ صاحب نے اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے اس ترجمہ کو عقائد اہلسنت کے مطابق قرار دیا۔ مگر ان کتب میں بھی علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تکفیر نہیں کی گئی، اور جناب نے جو اقتباس پیش کیا، اس میں یہ بات بھی موجود ہے کہ:۔

''مگر یہ بات یاد رہے کہ ہم مولانا سعیدی کی تکفیر نہیں کرتے۔''

(الذنب فی القرآن ص ۲۶)

''لہٰذا ان کے تفردات سے اختلاف تو ممکن ہے مگر ان کی تکفیر ہرگز ثابت نہیں۔ اس کے بعد جناب نے فہرست کو (۳۷) تک پہنچایا یہ بھی جناب کی غلط فہمی ہے، مولانا سعیدی نے ہرگز کسی کی تکفیر نہیں، بلکہ علامہ صاحب کا آخری

موقف اپنے مخالفین کے بارے میں یہی رہا کہ ان کا نظریہ مرجوح ہے اور بس۔ چنانچہ جس کتاب کے اقتباسات اس میں یہ بات موجود ہے:۔

''علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کی جلد ۶ کے مختلف صفحات میں اپنی تحریر میں اس کے بارے میں لکھا تھا ''یہ ترجمہ صحیح نہیں'' اب اسے صحیح مانتے ہوئے ''مرجوح'' قرار دیا ہے۔'' (الذنب فی القرآن ص ۸۱۶)

لہٰذا علامہ صاحب صرف اس موقف کو مرجوح ہی قرار دیا، جہاں تک عطاء خراسانیؒ کی بات ہے تو اس کے متعلق علامہ صاحب لکھتے ہیں:۔

''عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف گناہ کی نسبت کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا سخت ترین حرام کیا ہے۔''

(تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۲۱۶)

''اس عبارت میں واضح تکفیر نہیں، بلکہ احتمال ہے، اس لیے تکفیر کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔'' (جلد اوّل)

بددعا کی نسبت پر اعتراض

اس کے بعد موصوف نے اعتراض کیا کہ علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے حضور ﷺ کی بددعا کی نسبت کو توہین قرار دیا ہے، جبکہ دیگر اکابرین نے اس کو جائز قرار دیا ہے، جواباً عرض ہے کہ یہ موصوف کا جمہور کے بلمقابل تفرد ہے اور تفرادات قابل قبول نہیں جیسا کہ ہم حوالہ جات سے واضح کر چکے ہیں، اس جگہ مزید ایک حوالہ ملاحظہ کر لیں، الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''لیکن جس طرح ہر عالم کی بات کو جوں کا توں قبول نہیں کیا جاتا بلکہ کتاب و سنت اور مقتدمین اکابر کے عقائد و اعمال کے میزان پر پرکھا جاتا ہے۔''

(المہند اور اعتراضات کا جائزہ ص 42)

اب جہاں تک صاحبزادہ ابوالخیر صاحب کی بات ہے، تو موصوف کی تکفیر بھی جمہور اہل سنت کے نزدیک ممکن نہیں، عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ان حضرات نے یہ اقدام کر کے اگرچہ کئی بہت بڑی مذہب کش، علمی اور تحقیقی اغلاط کا ارتکاب کر کے بہت برا کیا ہے تاہم ترجمہ ہذا پر محض اس اعتراض کی

بنیاد پر ان پر حکم کفر لگانا اور ان کی تکفیر و تضلیل یا تفسیق کرنا شرعا درست نہیں،
کیونکہ اس صورت میں تکفیر و تضلیل کی کوئی صحیح، شرعی، معیاری وجہ نہیں پائی جاتی۔
(کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۶۲)

جب واضح ہو گیا کہ زبیر صاحب کی تکفیر ممکن نہیں، ایسے ہی فیصلہ مغفرت ذنب والے احباب پر بھی فتویٰ کفر نہیں، ہاں ان حضرات کا فیصلہ درست نہیں، کیونکہ چہ جائیکہ زبیر صاحب کی تکفیر ممکن نہیں مگر ان کو موقف بھی درست نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، اس کتاب کے اکثر مؤیدین نے رجوع کر لیا تھا، جس کی تفصیل ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کے شماروں میں موجود ہے۔

جامعہ انوار العلوم کے فتویٰ کی وضاحت

موصوف نے جو جامعہ انوار العلوم کے حوالہ سے فتویٰ پیش کیا، اس کا سر دست جواب یہ ہے کہ:

''پہلی گزارش تو یہ ہے کہ مذکورہ تمام فتوے ہاشمی صاحب نے کسی کتاب کے حوالہ سے نقل نہیں فرمائے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔''

(بریلویت کا شیش محل ص 50)

کرنل انور مدنی

موصوف کے حوالہ سے نقل کی گئی تنقید کی کوئی حیثیت نہیں، خود علمائے دیوبند کو اقرار ہے کہ جناب کا انکار کیا گیا ہے۔ (ہدیہ بریلویت ص 253)، ابو الحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''یہ کتاب شیعہ یا آزاد خیال شخص کی یا اہل السنت کے معتبر شخص کی نہیں لہٰذا الزام میں اسے پیش کرنا درست نہیں۔'' (حقیقی دستاویز ص 321)

ان کے نظریات کے متعلق جلد اوّل میں وضاحت ہو چکی کہ موصوف نظریاتی طور پر بھی بریلوی نہیں۔

التصدیقات پر اعتراضات کا جائزہ

اس کے بعد عرض ہے کہ ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرتے ہوئے تاویلی ترجمہ کرنا گستاخی نہیں، اس لیے موصوف کو نقل کردہ حوالہ جات مفید بھی نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ علامہ سید محمد

مدنی نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تغلیط کی ہے، تو یہ بات بھی درست نہیں، کیونکہ اسی جگہ موجود ہے:۔

''جواباً عرض ہے کہ یہ دونوں ترجمے جن سے سوال متعلق دو توجیہیں ہیں ان دونوں توجیہوں کو جلیل القدر مفسرین کی تائید حاصل ہے۔۔نیز۔۔دونوں کا مقصود و مدعا عصمت نبوت کا تحفظ ہے۔دونوں اپنے اس مقصود و مدعا کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہیں۔۔۔لہٰذا۔۔یہ دونوں توجیہیں صحیح ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ ان میں توجیہ کنز الایمان خوب ہے تو توجیہ البیان خوب تر ہے۔''

(التصدیقات ص 64)

جاء الحق اور التصدیقات میں تقابل

ناظرین مفتی صاحب نے اس جگہ صرف اتنا عرض کیا ہے کہ انبیاء سے خطائیں صادر ہو سکتی ہیں، یہی بات عقائد کی کتب میں بھی مذکور ہیں اور خود دیوبندی حضرات بھی مانتے ہیں مگر تفصیل میں جائے بغیر اتنا عرض ہے کہ امکان سے وقوع ماننا لازم نہیں آتا۔اور التصدیقات میں محفوظ ہونے کا تذکرہ ہے، جو صدور کے مخالف نہیں۔

علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب نے اس باب میں علامہ فضل الرسول بدایونی سے دیگر علماء کا اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ذیل میں اس کا جواب حاضر ہے۔

ایمان ابوین شریفین

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ قطعی نہیں اس لیے اس کا قائل اگر تحقیق کی نیت سے ہو تو وہ خطاء پر ضرور ہے مگر تکفیر ہم نہیں کرتے، موصوف نے جو فیض احمد اویسی صاحب کے حوالہ سے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:۔

''ہمارے دور میں جملہ اہلسنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو مومن، موحد جنتی مانتے ہیں۔لیکن یہ سب فضائل، مناقب کے متعلق ہے، اس لیے اس کا منکر کافر نہیں۔'' (ابوین مصطفیٰ ص 9)

اس لیے مسئلہ ہذا کی بناء پر علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر ممکن نہیں۔

مسئلہ آزر

آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرار دینا بھی قطعی مسئلہ نہیں، نہ ہی اس کی بناء پر کوئی تکفیر ہوتی ہے، خود موصوف کے نقل کردہ حوالہ جات میں بھی تکفیر و تضلیل کی بات موجود نہیں۔ اس لیے یہ حوالہ بھی فضول بھرتی کے مترادف ہے۔

لفظ بددعا

اس لفظ مذکور کی نسبت اکابرین اہلسنت کے ثابت ہے، اور اس کی تردید کرنا سعیدی صاحب کا تفرد اور تفرادات حجت نہیں ہوتے جیسا کہ ہم بحوالہ گفتگو کر چکے ہیں۔

سیفی حضرات کا تعارف

مرتب لکھتے ہیں:۔

''یہ بریلویوں ہی کی ایک جماعت ہے۔ اس کے عقائد و نظریات فرقہ بریلویہ والے ہیں۔'' (دست وگریباں ج2 ص212)

قارئین! عرف عام میں بریلوی اسے کہا جاتا ہے جو امام احمد رضا کی تحقیق سے متفق ہو، اور پیر سیف الرحمٰن لکھتے ہیں:۔

''اس فقیر کے بارے میں بدعقیدہ لوگوں نے یہ افتراء بازی کی کہ چونکہ میں بریلوی نہیں کہلواتا اس لیے مجھے اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات سے اتفاق نہیں تو اس فقیر نے بارہا معزز علماء و مشائخ عظام کی موجودگی میں یہ بات بیان کی ہے کہ اس حقیقت سے یہ فقیر آگاہ ہے کہ عظیم المرتبت عاشق ماہ رسالت مجدد دین وملت مولانا الشاء احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تمام زندگی احیائے سنت اور اماتت بدعت کے لیے کوشاں رہے آپ کی محققانہ خدمات اور چشمہ فیض سے لاکھوں لوگ مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور میں یعنی فقیر اخندزادہ سیف الرحمٰن نے خطیب بے مثل مولانا علامہ مقصود احمد قادری صاحب خطیب مسجد حضرت داتا دربار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام کی موجودگی میں بارہا یہ بیان کیا کہ

مجھے اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام فتاویٰ جات سے اتفاق ہے۔''

(حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کا پیغام ص13)

اس کے بعد موصوف نے لکھا:۔

''باقی اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اکابر دیوبند کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ وغیر لکھا ہے تو جواب یہ ہے کہ حسام الحرمین کے فتویٰ من شك فی کفرھم و عذابھم فقد کفر کا مصداق پہلے نمبر پر مولوی احمد رضا خان بریلوی کو ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ حفظ الایمان، جو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس کی ایک متنازعہ عبارت اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے صاف کہا کہ مجھے تو اس میں کوئی گستاخی نظر نہیں آتی۔ پھر اعلی حضرت نے کہا اس طرح دیکھیں تو سمجھ آئے تو انہوں نے کہا مجھے تو اس طرح بھی گستاخی نظر نہیں آتی۔ پھر اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی اور محبت کو برقرار رکھا۔''

(دست وگریباں ج2 ص217)

پہلی بات تو پیر صاحب نے ان الفاظ کو نکال دیا تھا، الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''اب موجودہ ایڈیشن میں رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔''

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ ص18)

خود مرتب نے لکھا:۔

''اب موجودہ ایڈیشن میں رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔''

(دست وگریباں ج2 ص219)

لہٰذا جب الفاظ نکال دیئے تھے تو یہ محنت چہ معنی وارد۔ مگر جناب کا مقصد صرف اپنے اکابر کو کسی طرح مسلمان ثابت کرنا، اور حسام الحرمین کی تغلیط ہے مگر

؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جناب نے جو اعتراض کیا اس کا فی الحال مختصر جواب یہ ہے کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے

تکفیر کردی تھی، سرفراز خانصاحب لکھتے ہیں:۔

''یہ یاد رہے کہ جس دن سے قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گھس گیا ہے، اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہوگیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ۔ندوۃ العلماء والے کافر۔۔مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی۔۔کافر۔''

(عبارات اکابر ص ۲۰)

منظور نعمانی لکھتے ہیں:۔

''(احمد رضا) خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلم دان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہوگیا کہ اللہ کی پناہ! ندوۃ العلماء والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علمائے دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، غیر مقلدین اہل حدیث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر، کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلیکہ الٰہی توبہ! بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔'' (فیصلہ کن مناظرہ ص ۷۵)

لہٰذا یہ اعتراض رفع ہوا۔اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:۔

''تو علماء دیوبند کی رعایت کرنا یہ تو فاضل بریلوی سے ہی چلا آرہا ہے۔''

(دست وگریباں ج2 ص 217)

جبکہ خود جناب اپنے قول کی تغلیط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ساری دنیا کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لے کر ادنیٰ حضرت تک تمام بریلوی علماء دیوبند کو کافر کہتے ہیں۔'' (پانچ سو با ادب سوالات ص ۹)

ایسے ہی خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''اور امت مسلمہ کو تھوک تکفیر کا صدمہ ہر چھوٹے بڑے بریلوی کے ہاتھوں سہنا

پڑا۔" (مطالعہ بریلویت ج ا ص ۴۱۳)

لہٰذا تمام بریلوی علماء دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"آیئے چند مثالیں دیکھئے! 1۔ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات کے ص 804 پر لکھا ہے:۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (دست وگریباں ج 2 ص 217)

جواباً عرض ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ غلام علی صاحب نے جب ابومخنف کی تائید میں یہ حوالہ پیش کیا کہ علامہ ابن کثیر نے اسے رحمۃ اللہ علیہ کہا ہے تو جواباً حصاوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ملک غلام علی فرماتے ہیں ابن کثیر نے ایک روایت میں ابومخنف کو رحمہ اللہ بھی لکھا ہے، حافظ ابن کثیر کا لکھا ہوا تب مانتے جب کتاب کی کتابت انہوں نے خود کی ہوتی، تفسیر کبیر ایران سے چھپی ہے اس میں جہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آیا ہے وہاں علیہ السلام لکھا ہے تو کیا یہ کتاب کے مصنف کا لکھا ہوا ہے؟" (سیدنا معاویہ اور طائفہ ھادیہ ص 38)

2۔ مولانا نور بخش توکلی نے لکھا ہے: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(دست وگریباں ج 2 ص 217)

علامہ ارشد مسعود صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'سیرت رسول عربی ﷺ' کے پہلے ایڈیشن کا عکس الفیصل ناشران وتاجران غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور سے شائع اس ایڈیشن میں قاسم نانوتوی کے نام کے ساتھ کلمہ ترحم مکمل موجود نہیں بلکہ اس کا اختصار "رح" لکھا ہوا ہے یہ کتابت کی غلطی پر موقوف ہے کاتبوں سے اس طرح کی غلطی کا صادر ہونا بعید از امکان نہیں۔"

(دافع ازالۃ الوسواس، ص ۴۱۴)

پھر خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"کاتب لوگ عام طور پر صاحب علم نہیں ہوتے اور جہاں کسی بزرگ یا شخصیت

4۔ مولوی ابوالحسنات احمد قادری لکھتے ہیں: دیوبندی [illegible]

اپنے چار پاروں کا حاشیہ لکھا۔ (ایضا)

عرض ہے کہ یہ بھی کاتب کا سہو ہے اور پرانے ایڈیشنز میں یہ بات موجود نہیں، اس لیے مصنف اس سے بری الذمہ ہیں، پھر خود ابوالحسنات قادری صاحب نے واضح دیوبندی حضرات کی تکفیر کی ہے۔

5۔ پیر محمد چشتی چترالوی لکھتا ہے: محدث کاشمیری مرحوم۔ (ایضا)

مرحوم عرف میں وفات یافتہ کو کہتے ہیں، اس پر تفصیلی تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر چکے ہیں۔

6۔ بریلوی پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے مکتبہ سے چھپنے والی کتاب مجالس علماء کے ٹائٹل پر ہی بائیں طرف سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کا نام لکھ کر نیچے لکھا ہوا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (ایضا)

کتاب مذکورہ مختار عالم حق صاحب کی تالیف ہے، جو ہمارے مسلک کی مقتدر و معتمد شخصیت نہیں اور نہ ہی ان سے مسلک اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے۔ اس کے بعد ذکر کردہ دو کتب غیر معتبر ہیں۔

قصہ ہدایۃ السالکین کا

مختصر عرض ہے کہ کتاب مذکور کے پہلے ایڈیشن میں کچھ قابل گرفت باتیں تھیں جنہیں پیر

صاحب نے للّٰہیت کے تحت نکال دیا تھا، اور جہاں تک پیر محمد چشتی کی تکفیر کا تعلق ہے تو ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ان کے تفرادات سے اختلاف تو ممکن ہے، مگر جمہور اہلسنت انکی تکفیر کے قائل نہیں۔ جس طرح اگر ابن عربی کی تکفیر ہوئی ہے تو جمہور نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

طاہر القادری

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے متعلق ہم پہلی جلد میں تفصیل سے لکھ چکے کہ وہ ہرگز ہمارے مسلک کی معتمد علیہ شخصیت نہیں، اس لیے ان کو زیر بحث لانا ہی درست نہیں۔ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دین ومذہب کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔'' (مطالعہ بریلویت ج4 ص277)

اس حوالہ بالا سے واضح ہوا کہ ڈاکٹر صاحب امام احمد رضاؒ کے مسلک سے ہٹ چکے ہیں، اگر کسی نے تعریف کی تو فقط اسی بناء پر کہ کچھ عرصہ انہوں نے خود کو اہلسنت ظاہر کیا مگر جلد ہی اس سے منحرف ہو گئے جس پر خود دیوبندی شہادتیں پیش کی جا چکی۔ لہٰذا ان کے متعلق جواب دینے کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی۔

مسئلہ ایمان ابی طالب

موصوف لکھتے ہیں:۔

''اگرچہ یہ مسئلہ پیچھے گزر چکا ہے مگر یہاں نئی طرز سے ہے۔''

(دست وگریباں 2 ص274)

مرتب کا مندرجہ بالا فقرہ پڑھ کر ہمیں بھی تجسس ہوا کہ موصوف پتہ نہیں کیا نئی چیز لا رہے ہیں، مگر حسب سابق یہاں بھی حوالہ جات کا اعادہ ہی نظر آیا، خیر موصوف لکھتے ہیں:۔

''یہ مسئلہ بھی دیگر مسائل کی طرح بریلوی حضرات میں ایسا اختلافی بنا کہ بریلوی حضرات کے اصول وضوابط سے ایک دوسرے کی تکفیر ہوتی ہے۔''

(دست وگریباں ج2 ص274)

ہم اوراقِ سابقہ میں یہ بات واضح کر چکے کہ مسئلہ ہذا اختلافی ہے، اس کی بناء پر طرفین میں سے کسی کی تکفیر ممکن نہیں، اب دوبارہ وہی گھسا پٹا اعتراض اور الزام تراشی اس بات کی وضاحت

کے لیے کافی ہے کہ موصوف کی پٹاری خالی ہو چکی ہے۔ خیر موصوف نے پہلے صائم چشتی صاحب کی تائید پر حوالہ جات عرض کرنے کے بعد ان کے رد پر حوالہ جات پیش کیے جس کا کم از کم ایمان ابو طالب کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں۔ جہاں تک بات ہے صائم چشتی صاحب کے رافضی ہونے کی تو جواباً عرض ہے کہ ان کے تفضیلی ہونے کے واضح شواہد موجود ہیں کیونکہ تفضیلیہ رافضیوں کی ہی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے علماء نے ان کو رافضی کہا ہے اور تفضیلی اہل سنے سے خارج ہیں، ان پر کفر کا فتویٰ موجود نہیں، اس مسئلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اب سوال رہ گیا ان کی تائید کا تو کسی نے بھی ان کے تفضیلی عائد ونظریات کی حمایت نہیں کی، خود موصوف کہتے ہیں:۔

''اس لیے کسی بزرگ نے پوری طرح ان کے عائد ونظریات سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کافر نہ کہا تو اس سے بریلوی علماء کو خوش نہیں ہونا چاہیے۔''

(دست وگریباں ج3 ص86)

اسی طرح اگر کسی نے صائم چشتی کے عقائد ونظریات سے واقف ہوئے بغیر تعریف کی ہے تو اس ہمیں نقصان نہیں، اور ان کو تفضیلی فقط ایمان ابو طالب کی بنیاد ہی نہیں کہا گیا، بلکہ اس کی وجوہات دیگر ہیں۔ موصوف اپنی کتاب مشکل کشا میں لکھتے ہیں:۔

''سیدنا صدیق اکبر کو تمام خلفائے راشدین سے پہلے جو خلافت عطاء ہوئی وہ سلطنت اسلامیہ کے نظم ونسق سنبھالنے اور شرعی حدود کے تحفظ ونفاذ سے عبارت ہے۔۔۔۔ جبکہ اس کے بالعکس جو خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی گئی وہ سلطنت روحانیہ کا نظم ونسق چلانے اور حدود طریقت کے نفاذ وتحفظ سے عبارت ہے۔'' (مشکل کشا ص205)

نیز:۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف یہ کہ روحانی خلیفہ ہیں بلکہ خلیفہ وجانشین اوّل ہیں۔'' (مشکل کشا ص207)

یہ وہ نظریہ وعقیدہ ہے جو ان کے تفضیلی ہونے پر مہر ثبت کرتا ہے، ہم کچھ تفصیل پہلی جلد میں عرض کی تھی، مزید آگے آرہی ہے، المختصر صائم صاحب تفضیلی ہیں بریلوی نہیں۔ ان کو ہمارے

خلاف ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا۔

آیت تقلبك فی الساجدین

مرتب نے حضرت علامہ صوفی اللہ دتہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے اعتراض کیا کہ انہوں نے تفسیر کبیر وغیرہ سے نقل کیا کہ مندرجہ بالا آیت سے استدلال کرنا رافضیوں کا کام ہے، جبکہ اس مطلب یہی ہے کہ قطعیت کا استدلال کرنا روافض کا کام ہے۔ علامہ احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:

''امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس مسئلہ کے اعتقادی ہونے کا انکار کیا ہے اور اسرار التنزیل میں اس کے ظنی ہونے کا اثبات کیا ہے۔''

(مقالات سعیدی ص 610)

گوہر شاہی فتنہ

ناظرین گوہر شاہی پر ہمارا فتویٰ واضح موجود ہے جس کو جناب نے نقل کیا، پھر اس کا بریلویت سے کوئی تعلق بلکہ اس نے علیحدہ ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی۔ دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

''واضح رہے کہ انجمن سرفروشان اسلام کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی دین اسلام کے خلاف دشمنانِ اسلام کی جدوجہد کے سلسلے کی ایک ایسی ہی کڑی ہے جس طرح کہ مسیلمہ کذاب یا اس راہِ ضلالت میں اس کے دیگر ہمسفر تھے۔ اس لیے آج کہنے والا اپنے کہنے میں حق بجانب ہے اور عین حقیقت ہے کہ گوہر شاہی کی جدوجہد بھی غلام احمد قادیانی کی جدوجہد کا تسلسل ہے۔ گوہر شاہی نے تصوف وسلوک کا لبادہ اوڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' اس نے اپنی ناپاک زہریلی تعلیمات کے ذریعے اپنے آپ کو نبوت اور الوہیت کے درمیان ثابت کرنے کی کوشش کی' دنیا میں ظہور پذیر ہونے والے خودساختہ جھوٹے نبیوں میں سے ہر ایک نے اپنے مشن کو کرۂ ارض تک ہی محدود رکھا' لیکن گوہر شاہی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے صرف زمین پر ہی نہیں' بلکہ فضاء میں بھی حقائق ساختگی کی جھوٹی اور ناکام کوشش کی' اس نے اس سلسلے میں چاند کو بھی معاف نہیں

کیا اور بے دریغ سیاہی استعمال کرتے ہوئے در و دیواروں پر بھی کھلے عام یہ لکھوانے سے نہ شرمایا کہ: "چاند میں جس کی صورت آئی' گوہر شاہی' گوہر شاہی" گوہر شاہی بالکل اسلام کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کے لیے کسی زہریلے کیڑے سے کم نہیں تھا' اس نے مغربی سرمایہ اور سپوٹ کے ذریعے اپنے باطل عقائد کو امت مسلمہ کے درمیان پھیلانے شروع کر دئے' اللہ جزائے خیر دے علمائے دین کو' جنہوں نے بروقت ہی اس ناسور اور فتنے کا تعاقب کیا۔

ذیل میں گوہر شاہی کے عقائد میں سے چند عقائد پیش کیے جاتے ہیں، جن کو معمولی عقل کا مالک بھی پڑھ کر اور پھر گوہر شاہی کو اس ترازو پر رکھ کر اس کے کفر اور اسلام کے بارے میں فیصلہ کر سکتا ہے' چنانچہ ملاحظہ ہو:

ا: گوہر شاہی کے نزدیک اللہ تعالیٰ شہ رگ کے پاس ہوتے ہوئے بھی (نعوذ باللہ) انسانوں کے اعمال سے لاعلم ہیں' چنانچہ گوہر شاہی اس عقیدے کا اظہار اپنے ملحدانہ کلام میں کچھ یوں کرتا ہے:

قریب ہے شہ رگ کے اسے کچھ پتہ نہیں
بے راز ہوئے محمد کاش تو نے پایا وہ راستہ نہیں

(بحوالہ تریاق قلب ص:۱۸)

۲: جب گوہر شاہی خدا کو لاعلم کہہ سکتا ہے تو ایسے ملعون کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں تحریف کرنا بھی کوئی مشکل نہ ہوگا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

"قرآن مجید میں بار بار آیا ہے کہ "دع نفسك وتعال ترجمہ: "نفس کو چھوڑ اور چلا آ" (بحوالہ مینارہ نور طبع اول ۱۴۰۲ھ) حالانکہ قرآن کریم میں کہیں یہ الفاظ موجود نہیں"۔

۳: جب وہ ایسی جھوٹی آیات اپنی طرف سے گھڑے گا تو اس سے کوئی حوالہ بھی طلب کرے گا' چنانچہ اس نے پہلے سے ہی اس کا بندوبست کر دیا اور کہہ دیا کہ: قرآن کے صرف ۳۰ پارے نہیں' بلکہ کل ۴۰ پارے ہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"یہ موجودہ قرآن پاک عوام الناس کے لیے ہے جس طرح ایک علم عوام کے لیے ہے جبکہ دوسرا علم خواص کے لیے ہے جو سینہ بسینہ عطاء ہوا، اسی طرح قرآن پاک کے دس پارے اور ہیں۔الخ (بحوالہ حق کی آواز ص:۵۲)

۴: گوہر شاہی مخلوق کو خدا کے ذکر سے پھیر کر اپنے ذکر میں لگانے کے لیے کہتا ہے کہ:

"یہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے میرا ذکر کرو وہ پارے (یعنی وہ مزید دس پارے جو موجودہ قرآن کے علاوہ ہیں گوہر شاہی کے ہاں) کہتے ہیں کہ اپنا وقت ضائع نہ کرو اسی کو دیکھ لینا اس کی یاد آئے تو۔

(بحوالہ آڈیو کیسٹ خصوصی خطاب نشتر پارک کراچی)"۔

۵: موجودہ قرآن مجید نے شراب کو حرام قرار دیا' لیکن شاید کہ گوہر شاہی کو اپنے خصوصی ان دس پاروں میں جو صرف اس پر (شیطان کی طرف سے) نازل ہوئے ہیں۔شراب کو حلال قرار دیا گیا ہے' چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ مجھے حضور اسے دو علم عطاء ہوئے ایک تم کو بتادیا' دوسرا بتادوں تو تم مجھے قتل کردو' اس کی تشریح میں گوہر شاہی لکھتا ہے کہ:

"وہ دوسرا علم یہ ہے کہ شراب پیو' جہنم میں نہیں جاؤ گے اور بغیر کلمہ پڑھے اللہ تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے"۔ (بحوالہ یادگار لمحات ص:۹-۱۰)

۶: گوہر شاہی کو زمین پر تو آرام آیا نہیں' اس لیے اس کے نفس نے فضا میں بھی پرواز کی وہ چاند' سورج اور حجر اسود پر اپنی شبیہ کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"چاند سورج اور حجر اسود پر شبیہ اللہ کی نشانیاں ہیں' یہ من جانب اللہ ہے اور ان کو جھٹلانا گویا کہ اللہ کی بات سے نفی ہے"۔ (بحوالہ حق کی آواز ص:۲۶)

۷: دنیا کا اُصول ہے کہ اپنے محسن کی مدح اور تعریف کی جاتی ہے' چونکہ گوہر شاہی بھی اس اصول سے مجبور ہو کر شیطان کی مدح سرائی کرتا ہے تاکہ اس کی طرف سے شیطان کے حق میں کمال ناسپاسی نہ ہو' چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

"شیطان کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گناہ میں لگاتا ہے' لیکن خود کبھی شامل نہیں ہوتا الخ۔" (بحوالہ یادگار لمحات ص: ۴)

۸: جو شخص ہدایت من جانب اللہ سے محروم ہو اور اس کی ہدایت میں کلام خداوندی یعنی قرآن مجید اور فرامین رسول یعنی احادیث مبارکہ کارگر نہ ہو اور وہ ان سے ہدایت نہ لے سکے تو آخر وہ کہاں جائے گا؟ اس سوال کا جواب اگر گوہر شاہی خود دے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کا ہادی نہ خدا ہے اور نہ اس کے رسول اکی تعلیمات' چنانچہ وہ خود لکھتا ہے کہ:

"ایک دن پتھریلی جگہ پیشاب کر رہا تھا پیشاب کا پانی پتھروں پر جمع ہو گیا اور ویسا ہی سایہ مجھے پیشاب کے پانی میں ہنستا ہوا نظر آیا جس سایہ سے مجھے ہدایت ملی تھی"۔ (بحوالہ روحانی سفر ص: ۲)

۹: پوری اُمت مسلمہ کے ہاں زکوٰۃ ڈھائی پرسینٹ ہے' لیکن گوہر شاہی مال وزر کی محبت میں اس قدر آگے بڑھا کہ اس نے اپنے مریدوں پر مزید پچانوے پرسینٹ زکوٰۃ عائد کر دی اور مجموعی طور پر اس کے ہاں زکوٰۃ ساڑھے ستانوے پرسینٹ ہو گئی وہ کہتا ہے کہ یہ (موجودہ) قرآن کہتا ہے کہ:

"زکوٰۃ دے ڈھائی پرسینٹ زکوٰۃ دے وہ یعنی وہ مزید دی پارے جن کا معتقد گوہر شاہی خود ہے کہتا ہے کہ ڈھائی پرسینٹ اپنے پاس رکھ' ساڑھے ستانوے پرسینٹ زکوٰۃ دے"۔ (بحوالہ آڈیو کیسٹ خصوصی خطاب نشتر پارک کراچی)

۱۰: گوہر شاہی کو خطرہ ہے کہ اگر اس کا کوئی مرید حج پر چلا جائے اور حجر اسود پر اس کی تصویر نہ دیکھے تو اس کا جھوٹ کھل جائے گا اسلیے وہ کہتا ہے کہ تم کعبہ کی طرف نہ جاؤ' بلکہ کعبہ تمہاری طرف آئے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

"اس کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام نے گارے اور مٹی سے بنایا ہے تجھے تو اللہ کے نور سے بنایا گیا ہے تو اس کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے وہ کعبہ تیری طرف آئے نا"۔

(بحوالہ مذکورہ) یہ تمام حوالے دور جدید کا مسیلمہ کذاب گوہر شاہی نامی کتاب

میں موجود ہیں "تلک عشرہ کاملہ"

یہ گوہر شاہی کے سینکڑوں ہزاروں گمراہ کن اور ملحدانہ وزندقانہ عقائد میں سے چند عقیدے تھے جن کو دیکھ کر معمولی شعور کا مالک بھی گوہر شاہی کے کفر اور اسلام کا فیصلہ کرسکتا ہے' یہی وجہ ہے کہ ان جیسے عقائد کی بناء پر گوہر شاہی کو مقتدر علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دائرہ اسلام سے خارج ملحد اور زندیق قرار دیا ہے' اس بارے میں آج سے کافی عرصہ پہلے بھی دار الافتاء ختم نبوت' دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی' دار الافتاء دارالعلوم کراچی' دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی اور دیگر مستند اداروں سے فتوے صادر ہو چکے ہیں' لہٰذا انجمن سرفروشان اسلام کا بانی ریاض احمد گوہر شاہی اور اس کی جماعت کے متعلقین جو گوہر شاہی کے مذہب پر عمل پیرا ہیں' وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان میں سے کسی کے ساتھ مسلمان مرد اور عورت کا نکاح جائز نہیں ہے' چنانچہ قرآن مجید میں ارشادی باری تعالیٰ ہے:

۱:"ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه"

(آل عمران:۸۵)

۲:"فحبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة"۔ (آل عمران:۲۲)

۳:"فحبطت اعمالهم فلانقیم لهم یوم القیامة وزناً"۔

(کہف:۱۰۵)

اور نبراس جو کہ شرح عقائد کی شرح ہے' اس میں ہے:

"ورد النصوص بأن ینکر الاحکام التی دلت علیها النصوص القطعیة الی غیر المحتملة للتاویل من الکتاب والسنة ای الحد التواتر کفر لکونه تکذیبا صریحاً لله و لرسوله۔ (نبراس ص:۵۶۶)۔۔۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں

ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔''

(ماہنامہ البینات کراچی ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء، ص 2۔3)

دیوبندی مفتی لکھتا ہے:۔

''انجمن سرفروشان اسلام کا بانی اور قائد ریاض احمد گوہر شاہی اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر، مرتد، ملحد اور زندیق ہے اور جو شخص بھی ایسے عقائد رکھتا ہو یا صحیح جانتا ہو اور مانتا ہو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

(ارشاد المفتین ج ۲ ص ۱۴۹)

یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

''ملت اسلامیہ اور ہندو پاک کے مسلمان اس انگریزی نبی کے انگریزی دین کا زہر ختم کرنے اور اس کے بدبودار لاشے کو دفن کرنے سے ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس کے گماشتوں نے پاکستان میں اس سے ملتا جلتا ایک اور فتنہ برپا کر دیا جس کے بانی ریاض احمد گووہر شاہی نے یک لخت پورے دین کی عمارت کو ڈھا دینے کا اعلان کر دیا۔''

(گمراہ کن نظریات اور صراط مستقیم ص ۲۴۲)

ان دونوں حوالہ جات سے واضح ہوا کہ ریاض احمد گوہر شاہی ایک فرقے کا بانی ہے اور انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اس کا بریلویت سے کوئی تعلق نہیں؟ کیا دیوبندی مناظر صاحب جہمیہ قدریہ، خارجیہ، معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں کے حوالے سے اسلام کو طعن کریں گے؟ پھر جناب خود لکھتے ہیں:۔

''آج تک دیوبندی مسلک میں صرف ایک فتنہ ''مماتی'' حضرات کا آیا جو کہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں اور اس فتنے کا اکابر علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔''

(پانچ سو با ادب سوالات ص ۶)

اب ہم کہتے جناب ایوب صاحب آپ کے گھر سے نکلے ہوئے فتنے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر گوہر شاہی اور اس جیسے دیگر حضرات جنہوں نے مسلک اہلسنت سے اعتزال کیا ہے ان کا

مسلک حق سے تعلق کس طرح ہے؟۔ پھر مرتب کہتے ہیں:۔

''جب وہ خود کہہ رہا ہے کہ میرا مسلک بریلوی ہے تو اس کے قول کو کیوں نہیں مانتے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کیا فرمایا ھلا شققت قلبہ یہی بات ہم کہتے ہیں آپ اس کا دل چیر کر دیکھ لیتے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے یا نہیں۔''

(دست وگریباں ج ۲ ص ۲۸۷)

یہی اعتراض مرزائی اور شیعہ حضرات بھی کر سکتے ہیں کہ وہ جب خود کو مسلمان کہتے ہیں تو پھر آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ انہیں اسلام سے خارج کریں، جو آپ اس سلسلہ میں عرض کریں گے، وہ ہماری طرف سے بھی قبول کریں۔ پھر جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا، اس میں حضرت خالدؓ کے فعل سے برات کے باوجود کسی قسم کی تعزیر یا سزا نہ دی، ایسے ہی مالک بن نویرہؓ کا قتل غلط فہمی سے ہوا اس پر بھی ان کو کچھ نہ کہا گیا کیونکہ انہوں نے ظاہر پر اعتماد کیا۔ اس لیے جب گوہر شاہی کے عقائد اس کے کفر پر دال ہیں تو حکم اسی کے مطابق کے ہوگا۔

چند الزامات کے جواب میں

مرتب لکھتے ہیں:۔

''مولوی احمد رضا خان نے جو انبیاء کرام کی توہین و گستاخی کی ہے وہ آپ حضرات نے ملاحظہ کرنی ہے جو ذیل میں کتب کی فہرست ہم لکھ دیتے ہیں۔''

(دست وگریباں ج ۲ ص ۲۸۶)

جناب یوں تو اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا فتویٰ لگانے پر مصر ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ جناب اپنا مافی الضمیر بھی بیان کرنے سے قاصر ہیں، خیر جناب کا گھر کی کتب سے اعلیٰ حضرت کو گستاخ ثابت کرنا بھی عجیب ہے، اپنے دعویٰ کے تائید میں مخالفین اعلیٰ حضرت کی کتب پیش کی جارہی ہیں، قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:۔

''معلوم ہوتا ہے کہ درویش صاحب کی اپنی کوئی خاص سوچ نہیں ہے۔ کبھی خارجیوں کے کتابچہ ''اصل حقیقت'' کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور کبھی مودودی جماعت اسلامی کے مشہور اہل قلم رہنما کا۔ کبھی کسی کے دریوزہ گر بنتے ہیں اور

کبھی کسی کے۔ جماعت اسلامی والوں نے تو مطعون کرنا ہی ہے کیونکہ رد مودودیت میں میری معتدد کتابیں شائع وہ چکی ہیں۔"

(مشاجرات صحابہ اور راہ اعتدال ص ۹۴)

اس لیے دیوبندی حضرات کیونکہ مخالف ہے ا، اس لیے ان کا الزام لگانا حجت نہیں۔ پھر ان تب کے جوابات بھی الحمدللہ شائع ہو چکے ہیں، چند ایک کتب کے نام ملاحظہ ہوں:۔

(۱) محاسبہ دیوبندیت (دو جلدیں)

(۲) ہدیہ بریلویت پر ایک نظر

(۳) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ پر ۱۴۰ اعتراضات کے جوابات

(۴) آئینہ اہلسنت

(۵) انوار احناف

(۶) قہر خداوندی

(۷) برق آسمانی

(۸) کنز الایمان اور مخالفین

(۹) رد اعتراضات مخبث

(۱۰) دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(۱۱) حسام الحرمین اور مخالفین

اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے شعر "عزت بعد ذلت" پہ اعتراض کیا جبکہ یہ لفظ "بعد" نہیں "بُعد" ہے اور بُعد کا مطلب ہوتا ہے دور، تو اس شعر کا مطلب یہ ہے بنا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کثرت دی ہے وہ قلت (کمی) سے بہت دور [بعد] ہے اور جو عزت ملی ہے وہ ذلت سے بہت دور (بُعد) ہے۔ یاد رہے کہ قدیم علماء کی کتب میں یہ بُعد [دور] کا لفظ بغیر پیش کے بالکل اردو کے لفظ "بعد" کی طرح لکھا ملتا ہے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے مولوی زکریا کی کتاب "تاریخ مشائخ چشت ص ۲۶۳" پر بُعد کا لفظ بغیر پیش اردو کے لفظ "بعد" کی طرح لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب "دعوت عبدیت جلد اول، سیرت

الصوفی ص ۷۰'' پر بھی بُعد کا لفظ بغیر پیش اردو کے لفظ ''بعد'' کی طرح لکھا ہے۔اسی طرح اشرفعلی تھانوی کے افادات ''خوابوں کی شرعی حیثیت: مرتبہ محمد اسلم دیوبند: صفحہ ۱۰ پر بھی بُعد کا لفظ بغیر پیش اردو کے لفظ ''بعد'' کی طرح ہوا ہے۔لہٰذا یہ دیوبندیوں کی خطاء ہے کہ وہ لفظ ''بعد'' (دور) کو اردو کا لفظ ''بعد'' سمجھ رہے ہیں۔دیوبندی حضرات کی طرح پیر نصیر الدین نے بھی یہاں ٹھوکر کھائی ہے۔ لیکن یہ ان کی ذاتی غلطی ہے اور دیوبندی امام سرفراز صفدر [اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب :ص ۱۰۸] اصول کے مطابق شرعاً و قانوناً و اخلاقاً اس کا الزام سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا اب علماء دیوبند کا پیر نصیر کو پیش کر کے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا کر شرعی، قانونی اور اخلاقی جرم کے مرتکب ہوئے۔باقی بعض شارحین نے اگر اردو کا لفظ بعد مراد لیا تو یہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین کے بارے میں اور مراد یہی لی ہے کہ پہلے صحابہ کفر کی ذلت میں ڈھوبے ہوئے تھے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے انہیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور ان کو عزت ملی۔اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔اب آیئے ہم بتاتے ہیں کہ انبیاء کرام کو ہمارے سنی علماء نے نہیں بلکہ وہابیوں نے ذلیل کہا، وہابی امام اسماعیل دہلوی صاحب کہتے ہے کہ ''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صفحہ ۲۵)

معاذ اللہ!

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر تسلیم کرتے ہوئے رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر و معزو بے نہایت عزیز ہیں کہ کوئی مثل ان کے نہوا نہوگا مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے مقابلہ میں وہ بھی بندہ مخلوق ہیں تو یہ سب حق ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۶)

حسین علی لکھتے ہیں:۔

''آدم کو جو تمہارا باپ تھا کسی ذلت دی۔'' (بلغۃ الحیران ص ۱۳۹)

اس کتاب کو بھی غیر معتبر کہا جاتا ہے، جب حقیقت اس کے برعکس ہے، یو بندی امام سرفراز صفدر اس تفسیر کو معتبر مانتے ہیں، کہتے ہیں کہ

''اس دور میں ہمارے استاد و مرشد رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب پیش پیش ہیں کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی حضرت مرحوم اپنی املائی تفسیر بلغۃ الحیر ان میں فرماتے ہیں'' (المسلک المنصور صفحہ ۳۷) یہی مولوی سرفراز لکھتا ہے ''بلغۃ الحیر ان مولانا حسین علی کی املائی تفسیر ہے.....'' (الشہاب المبین ص ۱۱۶) مولوی محمود عالم صفدر دیوبندی نے اس کو معتبر مان کر اس کا دفاع کیا ہے۔ (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۵۷۸) مولوی امین صفدر دیوبندی نے بھی اس کا دفاع کیا ہے۔ (خطبات امین ص ۴۷۴) مولوی الیاس گھمن دیوبندی نے بھی اس کتاب کو معتبر مان کر نہ صرف استدلال کیا ہے بلکہ اس کتاب کے حوالے سے اس نے اپنا مسلک بیان کیا ہے۔ (فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ ص ۳۴۲) اسی طرح ایک اور دیوبندی مولوی نے بھی اس کتاب کو معتبر مان کر اس کا دفاع کیا ہے۔ (حقیقی دستاویز ص ۳۵۸) مولوی مشتاق دیوبندی نے بھی اس کتاب کو دیوبندیوں کی تصنیفی خدمات میں شمار کیا ہے۔ (علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک ص ۹۱) مولوی زاھد الحسینی دیوبندی نے بھی اس کتاب کو حسین علی کی تصنیف مانا ہے۔ (رحمت کائنات ص ۱۹۹) یاد رہے یہ کتاب ''رحمت کائنات'' علماء دیوبند کے مطابق مقبول بارگاہ نبوی ہے اور دیوبندی اصول کے مطابق اس کتاب کی مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔ اسی طرح عطاء الرحمٰن رحمانی نے بھی اس کتاب کو حسین علی کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔ (ماہنامہ الرشید مئی ۱۹۸۳ ص ۲۵) لہٰذا کوئی دیوبندی اس تفسیر کا انکار نہیں کر سکتا۔ پھر یہ تفسیر خود دیوبندی مولوی کی مصدقہ ہیں ''اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔''

(بلغۃ الحیر ان صفحہ ۴، حضرت مولانا غلام اللہ خان

الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''اگر یہ کتابیں آپ کی نہیں ہیں تو پھر ان کتابوں کی تعریف علم خدمات کے

عنوان سے ابو تکی امام خان نوشہروی اور عبد الرشید عراقی اسحاق بھٹی وغیرہ
میں کیوں موجود ہے؟'' (المہند اور اعتراضات کا جائزہ ص 255)

اس کے بعد مرتب نے حدائق بخشش حصہ سوئم سے ایک شعر ''روئے یوسف سے فزوں
حسن روئے شاہ ہے'' پہ اعتراض کیا، جبکہ عرض ہے اولا تو یہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف
نہیں بلکہ آپ کی وفات کے بعد مرتب کی گئی اور ایسی کتب میں خود دیوبندی حضرات کے نزدیک
غلطی کا احتمال ہوتا ہے،، عبد الجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''یہ العرف الشذی کی طرح املائی تقریر ہے، لہٰذا پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا
جاسکتا کہ یہ علامہ کشمیری کا قول ہے۔ یہ املائی تقریریں ان کے شاگردوں نے
ان کی وفات کے بعد شائع کی ہیں۔ اور ناقلین کے سننے یا نقل کرنے میں لغزش
کا امکان ممکن ہے۔'' (تنبیہ الناس ص ۳۹)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''حضرت مرحوم نے اپنے قلم سے وہ نہیں لکھیں اور نہ یہ ان کی تصنیف ہے جس
میں مصنف کی پوری ذمہ داری کارفرما ہوتی ہے اور بوقت ضبط تحریر شاگردوں
سے کی کچھ غلطیاں سرزد نہیں ہوسکتیں؟ اور ان تقریروں کی ذمہ داری استادہ
کیسے عائد ہوسکتی ہے؟'' (راہ ہدایت صفحہ نمبر ۱۳۵)

ظہور احمد الحسینی لکھتے ہیں:۔

''یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ العرف الشذی اور فیض الباری وغیرہ حضرت
علامہ انور شاہ کاشمیری کی اپنی تصانیف نہیں ہیں کہ یہ یقین سے کہا جائے کہ
علامہ کشمیری نے یہ بات ضرور ارشاد فرمائی ہوگی بلکہ یہ کتابیں تو حضرت کی
املائی تقاریر کا مجموعہ ہیں جن کو ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے
کتابی صورت میں شائع کر دیا اب ظاہر بات ہے کہ ناقلین کے سننے یا نقل
کرنے میں غلطی کا امکان موجود ہے۔'' (حقیقی دستاویز ص ۳۶۸)

مجیب الرحمٰن صاحب اپنے مماتی دیوبندی سے مخاطب ہوکر لکھتے ہیں:۔

''ہمیں درجہ یقین میں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ یہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی بات نہیں لگتی بلکہ بلا برگردن راوی یا کاتب''، (فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت بقول جناب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی نہیں تو حجت نہیں تو کوکب دری بھی ان کی لکھی ہوئی نہیں تو حجت کیوں ہے؟ (عقیدہ حیات النبی اور صراط مستقیم ص ۱۵۴)

ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''ان کتب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی نے بعض تقاریر مولانا کی جمع کر کے شائع کر دیں مگر ظاہر ہے کہ یہ تقاریر امالی کی قبیل سے ہوں گے اور ان میں موجود تمام مندعجات کا بلفظہ مندرج ہو جانا ضروری نہیں امکان ہے کہ بعض عبارات الحاقی ہوں بعض جگہ سامع کو بات سمجھنے میں یا اسے نقل کرنے میں مغالطہ لگ گیا ہو تو پھر انہیں کس طرح قطعی طور پر مولانا کی طرف منسوب کر کے برسر عام انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔''

(ترجمان احناف ج2 شمارنمبر 5 جنوری 2015 ص 48)

دوئم اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ حسن علی رضوی لکھتے ہیں:۔

''یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ شعر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نہیں بلکہ حضور نبی اکرم رسول محترم ﷺ کی شان رفیع میں ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے۔

ہے بجا مہر و قمر پر ناز روئے آئینہ
چاند طیبہ کا ہے روشن ساز روئے آئینہ

بتایئے چاند طیبہ کا کون ہے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ یا حضور پر نور نبی اکرم نور مجسم ﷺ ظاہر ہے طیبہ کا چاند حضور ﷺ ہیں'' (قہر خداوندی ص ۱۹۲)

دعوت اسلامی اور مسلک اہلسنت

ناظرین عرض ہے کہ دعوت اسلامی سے فروعی مسائل میں اختلافات اپنی جگہ حق ہیں مگر ان

کی تکفیر و تضلیل حتیٰ کے تفسیق بھی کوئی نہیں کرتا، ''ابلیس کا رقص'' نامی کتاب جھوٹی ہے، جس کی وضاحت خود علامہ اختر رضا خان نے کر دی ہے لہٰذا اس کو ہمارے خلاف ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور ابوداؤد صادق صاحب نے چند فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے مگر تکفیر و تضلیل غیرہ ہرگز نہیں کی۔ اور نہ ہی دیوبندی حضرات اس کو ثابت کر سکتے ہیں۔

سپاہِ صحابہ

دیوبندی ماہنامہ میں ہے:۔

''اس لیے کہ تمام مسجدوں، حلقوں میں ان ہی اختلافی امور پر بحث ہو گئی اور امت کے باقی مسائل سے توجہ ہٹ گئی۔ پاکستان میں جیش محمد، سپاہ محمد اور سپاہ محمد تشکیل بھی موساد کی اسی کاروائی کے نتیجہ میں ہوئی۔''

(ماہنامہ لولاک فروری 2011، ص19)

الیاس بالاکوٹی لکھتے ہیں:۔

''ہم حضرت مولانا اللہ وسایا جیسے محقق، صاحب علم و کمال شخصیت سے عرض کریں گے کہ آپ سے یہ توقع نہ تھی کہ آپ بھی مغلوب الغضب ہو کر ایسے غدار وطن اسرائیلی ایجنٹ کا انٹرویو ایسی سرخی لگا کر اپنے رسالے میں جڑ دیں گے۔ گویا کہ آپ اس عنوان سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ آمدہ مضمون سے جو کچھ مترشح ہو رہا ہے وہ ہمارے ادارے کا موقف ہے اور یہاں اس مضمون کا شائع کرنا اس کے اظہار کے لیے ہے۔ (زلزلہ لولاک اور آفٹر شاکس ص123)

سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''آپ نے اپنی تحریک کو اشتعال انگیز نعرے دے کر اب تک کیا کھویا کیا پایا؟ کیا اکابر علماء دیوبند کا یہی طریقہ رہا ہے؟ آپ کا قیمتی سرمایہ اس اشتعال کی نذر ہو گیا اور بے شمار علماء صلحا اور نوجوان آپ کی اس پالیسی کی بھینٹ چڑھ گئے دشمن منظم ہو گیا اور اس نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی سے کاروائیاں شروع کر دیں، آپ کیا اس پالیسی کا بھیانک اور لرزا دینے

والا یہ نتیجہ پوری دنیا میں عام ہوا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام باڑوں اور مسجدوں میں لاشیں گر رہی ہیں، زخمی تڑپ رہے ہیں، دونوں جگہ حفاظت کے لیے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں، بہت سے لوگ خوف کی وجہ سے نماز کے لیے مسجدوں میں نہیں آتے اور یہ سلسلہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آ رہا، کیا یہ صورتحال اور اس کا تسلسل آپ کو اور آپ کی جماعت کو پسند ہے؟ اگر پسند نہیں ہے تو بتایئے کہ اس کے سدباب کے لیے جماعت نے کیا اقدامات کیے ہیں، آپ کے اشتعال انگیز نعروں اور ان کے مکروہ و مذموم نتائج نے حضرات صحابہ کرام کو بدنام کیا، بد باطن معاند کہتا ہے کہ جب سپاہ صحابہ دہشت گرد ہے اور اس کے کرتوت یہ ہیں تو سمجھ لو کہ صحابہ کیسے ہوں گے، یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اس جماعت نے اپنے مقاصد ہورے کرنے کے لیے ڈاکے ڈالے، چوریاں کیں اور اغواء کے مرتکب ہوئے یقیناً یہ حرکتیں آپ کے علم میں ہیں اور آپ بھی ان کو غلط سمجھتے ہیں۔'' (ماہنامہ الشریعہ جون 2014، ص 152)

سپاہ صحابہ کا نعرہ اور علمائے دیوبند

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''اگر اس کو کافر اپنے لیے گالی سمجھیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔ اور ایک ہے کہ انہیں دیکھ کر نعرے لگانے شروع کر دے کافر، کافر شیعہ کافر۔ کافر، کافر شیعہ کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلتا ہے۔''

(ذخیرۃ الجنان ج 6 ص

انہی کے ملفوظات میں ہے:۔

''اور ایک ہے کہ ان کو دیکھ کر نعرے لگانے شروع کر دے کافر، کافر شیعہ کافر۔ کافر، کافر شیعہ کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلتا ہے، اسی طرح عیسائی بھی کافر ہیں یہودی بھی کافر ہیں مگر ان کو دیکھ کر کوئی شرور

ہو جائے کافر، کافر عیسائی کافر۔ کافر، کافر یہودی کافر یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔
۔۔۔اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ انداز چڑانے کا ہے۔"

(ملفوظات صفدر ص 199)

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

"لیکن یہ جو بہت سے جوشیلے لوگوں نے یہ نعرہ اختیار کر لیا ہے کہ کافر کافر شیعہ کافر شرعا اس کی اجازت نہیں ہے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے، اس کا نتیجہ سوائے فتنہ، لڑائی جھگڑا اور نفرتیں پھیلانے اور ان کے اندر ضد اور عداوت پھیلانے کے کچھ نہیں ہوگا۔"

(درس صحیح بخاری ج 1 ص 304۔305)

حق نبی کہو یا سنو چپ رہو

پس منظر

اس اختلاف کا پس منظر یوں ہے کہ امام اہلسنت، سرمایہ دین وملت کے نبیرہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم جب پاکستان تشریف لائے، تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں کہ لوگ دعا میں، امام وخطیب اور مقرر کی تقریر میں آیت درود شریف پڑھتے وقت، دوران قرات حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں، تو اس پر علامہ صاحب نے نکیر فرمائی، مگر ڈاکٹر ابوالخیر زبیر نے اس کی تائید میں ایک رسالہ حق نبی ترتیب دیا اور اس پر علماء کی تصدیقات لیں، جواباً علامہ اختر رضا خان صاحب نے جناب زبیر صاحب کے دلائل کا تجزیہ سنو اور چپ رہو نامی رسالہ میں پیش کر دیا۔

محل نزاع کا تعین

اس مسئلے میں اصل اختلاف عند القرۃ حق نبی کہنے پر ہے، مطلقا حق نبی کہنے پر طرفین میں کوئی اختلاف نہیں۔ مفتی اختر رضا خان لکھتے ہیں:۔

"ہم جو نعرہ لگاتے ہیں حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہ جائز ہے، کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ ہمارے دل کی آواز ہے، جو ہمارے منہ سے، ہمارے لبوں سے، ہماری زبان سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے۔"

(سنو چپ رہو ص 25)

اختلاف کی نوعیت

مسئلہ ہذا میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے، علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

''مسئلہ حق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں طرفین کے دلائل نظر سے گزرے، اگرچہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا صاحب مدظلہ، کا موقف زیادہ علمی اور احتیاط پر مبنی ہے۔ مگر دوسری طرف بھی گنجائش اور عقیدت کا اظہار ہے۔ اور علماء اہلسنت کی ایک جماعت بالخصوص مولانا مفتی احمد یار خان گجراتی اور مولانا مفتی خلیل صاحب برکاتی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں شدت کی ضرورت نہیں۔'' (سنو چپ رہو ص 141)

لہٰذا، یہ مسئلہ فروعی ہے، اور ایسے مسائل میں اختلاف ہرگز مذموم نہیں۔

مفتی شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی لکھتے ہیں:۔

''اور دوسرا اختلاف وہ ہے جو اجتہادی مسائل میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہوتا ہے اور ایسا اختلاف صدرِ اول صحابہ کے زمانے سے برابر چلا آرہا ہے؛ بل کہ اس قسم کا اختلاف خود دور رسالت میں بھی حضرات صحابہ کے درمیان ہوا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کی دونوں جہتوں کی تصویب فرمائی ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی) کیوں کہ خود دلائل میں دونوں جہتوں اور شقوں کی گنجائش ہوتی ہے ایک بات منصوص اور فیصل نہیں ہوتی، ایسے اختلاف کو اجتہادی وفروعی اختلاف کہا جاتا ہے یہ اختلاف نہ مذموم ہے نہ ممنوع ہے؛ بل کہ یہ فطری وطبعی ہونے کے ساتھ باعث رحمت بھی ہے۔''

(نفائس الفقہ ج 5 ص 173_174)

مفتی اختر امام عادل قاسمی صاحب رقم طراز ہیں:۔

''فروعی اختلاف دین میں توسع کی علامت: اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس امت کو جس خصوصی امتیاز سے نوازا گیا وہ ہے قیاس واجتہاد کی اجازت، قرآن و حدیث میں بالعموم مسائل واحکام سے صرف اصولی طور پر تعرض کیا گیا ہے،

جزئیات وفروع سے بحث نہیں کی گئی ہے، بلکہ ان کی تطبیق وتشریح امت کے اجتہاد واستنباط پر چھوڑ دی گئی ہے، جب کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی لوگ دو چار ہوتے تھے، مگر ان کے جواب میں بھی عموماً اصولی اور کلی انداز بیان اختیار کیا گیا، اور جزئیات کو امت کے اجتہاد کے لیے چھوڑ دیا گیا، دراصل جزئیات کی تعیین سے مسئلہ محدود ہو جاتا ہے، اور لوگوں کے لیے صرف ایک راہ عمل متعین ہو جاتی ہے، جب کہ اللہ نے اس دین کا عمومی مزاج توسع کا رکھا ہے، تنگی خدا کو پسند نہیں ہے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو باتوں میں سے ایسی بات کا انتخاب فرماتے تھے، جس میں عام لوگوں کے لیے سہولت ویسر کا پہلو غالب ہوتا اور اپنے نمائندوں کو بھی ہمیشہ اس کی تلقین فرماتے کہ: ''تم کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تم لوگوں کی مشکلات آسان کرو نہ اس لیے کہ ان کے لیے تنگیاں پیدا کرو''۔

اور صحابہ کرام پیغمبر اسلام کے مزاج سے پوری طرح واقف تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہ مخواہ کے فروعی سوالات نہیں کرتے تھے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت سے جتنی باتیں ارشاد فرماتے انہی پر وہ قناعت کر لیتے تھے، انہیں علم کی طلب ضرور تھی وہ پیاس بھی رکھتے تھے، اسی لیے ان کو خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دیہاتی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو اور سوالات کرے تو نئی معلومات حاصل ہوں، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن خود سوالات کرنے کی ان میں ہمت نہیں تھی، وہ اس معاملے میں کافی محتاط تھے، اور سوائے ضروری باتوں کے وہ سوالات سے گریز کرتے تھے، قرآن نے ان کا ایک عمومی مزاج بنایا تھا۔

لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤ کم الآیۃ۔ (بقرۃ)

تم ان چیزوں کے بارے میں سوالات نہ کرو کہ اگر کھول کر بیان کر دی جائیں تو تم کو بری معلوم ہوں۔

قرآن نے بنی اسرائیل کی وہ منفی تصویر بھی سامنے رکھی تھی، جس میں انہوں نے ایک واقعۂ قتل کی تحقیق کے لیے ''بقرہ'' سے متعلق بہت سی ناخوشگوار جزئیات حضرت موسیٰ سے دریافت کرنے کی کوشش کی تھی اور جس کی ان کو سخت سزا ملی تھی۔ غرض اجتہاد اس امت کا خاصہ ہے اور اس کا لازمی نتیجہ فروعی اختلاف ہے اور روایات وواقعات بتاتے ہیں کہ اجتہادی اختلاف کی کسی صورت پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، بلکہ اس میں ہمیشہ توسع کو راہ دی گئی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اجتہادی مسائل میں حق کو دونوں جانب دائر رکھا گیا ہے، اور کسی جانب تغلیط کی نسبت پسندیدہ نہیں ہے۔''

(حضرت شاہ ولی اللہ اپنے فقہی نظریات وخدمات کے آئینے میں 95_96)

مفتی شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

''وسرا اختلاف وہ ہے جو اجتہادی مسائل میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہوتا ہے اور ایسا اختلاف صدرِ اول صحابہ کے زمانے سے برابر چلا آرہا ہے، بل کہ اس قسم کا اختلاف خود دور رسالت میں بھی حضرات صحابہ کے درمیان ہوا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کی دونوں جہتوں کی تصویب فرمائی ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی) کیوں کہ خود دلائل میں دونوں جہتوں اور شقوں کی گنجائش ہوتی ہے ایک بات منصوص اور فیصل نہیں ہوتی، ایسے اختلاف کو اجتہادی وفروعی اختلاف کہا جاتا ہے یہ اختلاف نہ مذموم ہے نہ ممنوع ہے؛ بلکہ یہ فطری وطبعی ہونے کے ساتھ باعث رحمت بھی ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔'

فروعی اختلاف مذموم نہیں

''اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان دونوں قسم کے اختلاف کا حکم ودرجہ یکساں نہیں ہے بل کہ دونوں کے درجہ میں ایسا ہی فرق ہے جیسے زمین وآسمان میں اور حق وباطل میں اور حرام وحلال میں ہے۔ مگر بعض لوگ اس فرق کو نظر انداز کرکے دونوں اختلافات کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں اور دونوں کو

مذموم وحرام قرار دیتے ہیں اور ان آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں
جو اختلاف کی قسم اول کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ان آیات و
احادیث سے صرف اس اختلاف کی مذمت وبرائی ثابت ہوتی ہے جو بغیر دلیل
شرعی نفسانیت وشرارت سے کیا جائے اور بنیادی ومسلمہ عقائد ومسائل میں ہو
لیکن دوسری قسم کا اختلاف جو دلائل کی روشنی میں کیا جائے۔ اور اجتہادی و
فروعی مسائل میں ہو ان سے اس کا مذموم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر
قرآن میں متعدد جگہ فرمایا کہ ''آپس میں اختلاف نہ کرو''۔ (آل عمران: ۱۰۳)
ایک جگہ فرمایا کہ ''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اختلاف کیا اور
متفرق ہو گئے۔ (آل عمران: ۱۰۵) ان آیات میں جس اختلاف سے ممانعت کی
گئی ہے وہ وہ اختلاف ہے جو کفار کی طرح عقائد ومسلمات میں کیا جائے جس
سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا یا کم از کم سنت کی شاہراہ سے ہٹ کر
بدعت کی گمراہی میں ملوث ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیات میں سے آل
عمران کی آیت ۱۰۳ کی تفسیر میں مشہور اہل حدیث عالم مولانا جونا گڑھی کے
ترجمہ قرآن پر حواشی میں مولانا صلاح الدّین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"وَلَا تَفَرَّقُوا" اور پھوٹ نہ ڈالو'' کے ذریعہ فرقہ بندی سے روک دیا گیا، اس
کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذکورہ دو اصولوں (تقویٰ اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا)
سے انحراف کرو گے تو تمہارے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی اور تم الگ الگ
فرقوں میں بٹ جاؤ گے، چنانچہ فرقہ بندی کی تاریخ دیکھ لیجئے، یہی چیز نمایاں ہو
کر سامنے آئیگی قرآن وحدیث کے فہم اور اسکی توضیح وتعبیر میں کچھ باہم
اختلاف پر فرقہ بندی کا سبب نہیں ہے، یہ اختلاف تو صحابہ وتابعین کے عہد میں
بھی تھا لیکن مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے۔'' مذکورہ تشریح سے
[illegible] ہو گئی کہ ہر اختلاف مذموم نہیں ہے۔''

(حاشیہ تفسیر محمدی [illegible] ص 328

سید احمد ومیض صاحب ندوی نقشبندی رقم طراز ہیں:۔

''فروعی اختلافات صحابہ کے درمیان بھی پائے جاتے تھے لیکن صحابہ نے ایسے مسائل کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا، اختلاف کے باوجود ان کے دل آپس میں ملے رہتے تھے، علامہ ابن تیمیہؒ فروعی مسائل میں اختلاف کے موقع پر صحابہ کے طرز عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں ''صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تھے تو اللہ کے حکم "ففروا الی اللہ" (سورہ زاریات ۳۱:) کی اطاعت کرتے تھے اور وہ مشورہ اور خیر خواہی کے طور پر کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ فرماتے تھے، اور کبھی ان میں کسی علمی یا عملی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو آپس میں محبت بھائی چارگی اور احترام باقی رہتا تھا، احکام میں تو بے شمار اختلافات واقع ہوئے ہیں اگر ایسا ہوتا کہ جب کبھی دو مسلمان میں اختلاف ہو وہ دونوں ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیتے تو پھر مسلمانوں کے درمیان بھائی چارگی باقی نہ رہتی۔ صحابہ کے درمیان بے شمار اختلافات ہوئے لیکن انہوں نے طریقہ نبوی کی روشنی میں اختلافات کو رنجش اور ناچاقی کا مسئلہ نہ بنایا، حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان کئی فروعی مسائل میں اختلاف تھا، ابن مسعودؓ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے درمیان کر لیتے تھے اور گھٹنوں پر رکھنے سے روکتے تھے، اور عمرؓ گھٹنوں پر رکھتے تھے، اور درمیان میں رکھنے سے منع فرماتے تھے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "انت علی حرام" تم مجھ پر حرام ہو تو ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ یہ قسم ہے اور عمرؓ فرماتے کہ یہ ایک طلاق ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کے مطابق ان کے درمیان سو سائل میں اختلاف تھا (۱) لیکن اتنے سارے مسائل میں اختلاف کے باوجود آپسی احترام اور تعلق خاطر کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تشریف فرما تھے اتنے میں ابن مسعودؓ آئے آپ کو آتے دیکھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا علم وفقہ سے بھری ہوئی شخصیت اور ایک روایت کے مطابق علم سے ایسے بھرے ہوئے کہ میں اہلِ قادسیہ پر انہیں

ترجیح دیتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کا فروعی مسائل میں اختلاف اس لیے نہیں تھا کہ سارے معاملات ومسائل صحابہ آپ سے رجوع کر کے حل کرلیا کرتے تھے، صحابہ فروعی مسائل میں اجتہاد کرتے تو اگر ان کا اجتہاد صحیح ہوتا تو آپ اس کی تصویب فرماتے ورنہ صحیح حکم بیان فرماتے، اس سے اختلاف کی بنیاد ختم ہوجاتی۔ (موجودہ حالات میں سیرت رسول کا پیغام ص 241۔242)

مرتب کی نقل کردہ عبارت

مرتب صاحب کی نقل کردہ اکثر عبارات میں مطلقا حق نبی کہنے کی ممانعت پر گفتگو ہے، جبکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب اس کے قائل نہیں۔ اس لیے معترض صاحب کے نقل کردہ حوالہ جات ان کو مفید نہیں، اور ہمیں مضر نہیں۔

مسئلہ افضلیت ابوبکر صدیق اور حق چار یار

اہلِ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں اور آپ کو افضلیت کلیہ، مطلقہ کاملہ حاصل ہے، اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث، اجماع صحابہ اور اقوال اسلاف سے ثابت ہے۔

اس مسئلہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''یعنی یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر شیعہ مذہب کے ابطال کا دار ومدار ہے، ان کا پہلا اصول ہی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں، جو افضل ہو خلافت کا حقدار وہی ہوتا ہے، اور جو حقدار کو خلافت نہ دے وہ غاصب اور ظالم ہوتا ہے، اور جو ظالم ہو ہو عادل نہیں ہوتا اور جو عادل نہ ہو اس کا روایت کردہ دین بھی معتبر نہیں ہوتا۔ شیعہ مذہب کے پاس عوام کو گمراہ کرنے کی یہ ترتیب ہے۔ اس عقیدے کا فساد معتزلہ، جبریہ اور ان جیسے مذاہب سے بڑھ کر شدید ہے، لہٰذا علماء پر واجب ہے کہ افضلیت کے مسئلے کو خصوصی اہمیت دیں۔۔۔۔ اس مسئلے کو خاص اہمیت دینے کے لیے تمہارے پاس یہی دلیل کافی ہے کہ علماء شیخین کی افضلیت اور ختنین کی محبت کو اہلِ سنت علامت قرار دیا ہے۔ (نبراس صفحہ ۳۰۲)

دلائل کے لیے کتب اہلسنت کی طرف مراجعت کی جائے، اس جگہ ہم صرف اسلاف کے اقوال پر اکتفا کرتے ہیں۔

☆ علامہ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اہل سنت و جماعت نے کہا ہے کہ انبیاء و رسل اور فرشتوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔'' (تمہید ابوشکور سالمی، ص ۴۶۳)

☆ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''نبی کریم روف رحیم ﷺ کے بعد امام برحق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔'' (احیاء العلوم، کتاب قواعد العقائد، الرکن الرابع، الاصل السابع، ج ۱، ص ۸۵۱)

☆ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر ﷺ کے بعد امام برحق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت سیدنا عمر، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی، پھر حضرت سیدنا علی المرتضی رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ اور اس پر احادیث سے بے شمار دلائل موجود ہیں جو مجموعی طور پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔'' (الیواقیت والجواہر، المبحث الثالث والاربعون، الجزء الثانی، ص ۹۲۳)

☆ حضرت امام قاضی عیاض مالکیؒ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو تمام جہانوں پر ماسوائے انبیاء و مرسلین کے منتخب فرمایا ہے اور ان میں سے چار کو میرے لیے چن لیا ہے وہ چار ابوبکر، عمر، عثمان، علی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے میرا بہترین ساتھی بنایا اور میرے تمام صحابہ میں خیر ہے۔'' (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج ۲، ص ۴۵)

☆ محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں: ''عشرہ مبشرہ میں سے افضل ترین چاروں خلفاء راشدین ہیں اور ان میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ زور ان چاروں کے لیے نبی کریم ﷺ سے خلافت ثابت ہے۔'' (الغنیۃ، العقائد والفرق الاسلامیۃ، ج ۱، ص ۷۵۱)

☆ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُن کے بعد حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔'' (ارشاد الساری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عثمان بن عفان، تحت الحدیث: ۸۹۶۳، ج ۸، ص ۵۱۲)

☆ میر سید عبدالواحد بلگرامیؒ فرماتے ہیں: ''اس پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبیوں کے بعد دوسری تمام مخلوق سے بہتر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اُن کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے بعد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے بعد سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔'' (سبع سنابل، ص ۷)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''خلفائے اَربعہ کی افضلیت اُن کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے یعنی تمام صحابہ سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق ہیں پھر سیدنا عمر فاروق پھر سیدنا عثمان غنی پھر سیدنا علی المرتضی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔'' (تکمیل الایمان، ص ۴۰۱)

☆ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''صوفیاء کرام نے ترک دنیا اور حرص و منزلت کے چھوڑنے کو فقر پر اور ترک ریاست کی تمنا کو اس لیے پسند کیا کہ دین میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مسلمانوں کے امام ہیں اور طریقت میں آپ تمام صوفیا کے امام خاص۔'' (کشف المحجوب ص ۱۱۷، مترجم)

☆ ایسے ہی ایک اور صوفی بزرگ لکھتے ہیں:۔ ''آدمیوں میں سب سے بزرگ، بعد وجود مبارک حضرت رسول خدا ﷺ کے، حضرت ابوبکر صدیق بن قحافہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بعد ان کے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بعد ان کے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ۔ بعد ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب ہیں۔'' (عقائد نظامیہ ص ۱۸)

☆ علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ فرماتے ہیں: ''صوفیاء کرام کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ

☆ صدرالافاضل حضرت مولانا مفتی نعیم الدین مرادابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرامؑ کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہیں اُن کے بعد حضرت عمر اُن کے بعد حضرت عثمان اور اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔"
(سوانح کربلا، ص ۸۳)

☆ صدرالشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمیؒ فرماتے ہیں: "بعد انبیاء ومرسلین، تمام مخلوقات الٰہی انس وجن وملک (فرشتوں) سے افضل صدیق اکبر ہیں، پھر عمر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولی علیؓ۔" (بہارشریعت، ج۱، ص ۱۴۲)

سیدنا صدیق اکبر وعمر فاروق کی افضلیت قطعی ہے:

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خانؒ ارشاد فرماتے ہیں: "(حضرت سیدنا صدیق وعمر کی افضلیت پر) جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب ہے۔" (مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، ص ۱۸)

"دیگر اکابر نے بھی اس عقیدہ کو قطعی قرار دیا ہے۔"
(قراۃ العینین ص 26، الطریقۃ المحمدیہ ص 8)

☆ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خانؒ ارشاد فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلہ صحابہ کرام مراتب ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو

بھی ہوں افضل ہیں اور ان کی شان ارفع واعلی ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہوگئیں، اس لیے کہ صدیق اکبر امام القوم سیدی محی الدین ابن عربیؒ کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کے لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے اور ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ ﷺ درمیان کوئی نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج ۸۲، ص ۳۸۶)

یہی عقیدہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے (افضلیت خلیفہ اوّل، ص 7، فتاویٰ مسعودی ص 93، سراج العوارف ص 73، تزک مرتضوی ص 6، تصفیہ مابین سنی شیعہ ص 22، آفتاب ہدایت ص 42، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص 92، تمہید ابوشکور ص 366، شان صحابہ ص 96، قصیدہ بدء الامالی ص 32، کبار صحابہ ص 65، الحاشیہ الرمضان آفندی ص 313، عمدۃ القاری ج 5، فتاویٰ محدث اعظم ص 241، تفسیر نور العرفان ص 983، توضیح العقائد ص 85، فتاویٰ نوریہ ج 1 ص 320، فتاویٰ شارح بخاری، ج 2 ص 16، مراۃ العاشقین ص 32، تحفہ اثناء عشریہ ص 14، فضائل صحابہ واہلبیت ص 142 از شاہ عبدالعزیز)

اجماع امت بر تفضیل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں:۔

"اجتمع المهاجرون والانصار على ان خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر و عمر و عثمان یعنی تمام مہاجرین اور انصار کا اس پر اجماع ہے کہ اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور عمر اور عثمان۔"

(مرقاۃ ج 11 ص 334)

امام شرف الدین نوویؒ فرماتے ہیں:

"اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ہیں۔"

(شرح صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، ج ۸، الجزء: ۵۱، ص ۸۴)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"اہل سنت و جماعت کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ خلفاء راشدین میں فضیلت اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے خلافت ہے (یعنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں کہ وہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں اس کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق، اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی، اس کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔"

(فتح الباری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب لو کنت متخذا خلیلا، تحت الحدیث: ۳۶۷۸، ج ۷، ص ۹۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ابوبکر اور عمر کی افضلیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔" (الاعتقاد ص 369)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"فهو افضل الاولياء من الاولين ولاخرين وقد حكى الاجماع

یعنی صدیق اکبر اولین و آخرین تمام اولیاء سے افضل ہیں، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص 61)

میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:۔

"اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابوبکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذوالنورین، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں۔" (سبع سنابل ص 7)

منکر کا شرعی حکم:

ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔

"پھر یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ تمام روافض اور اکثر معتزلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ پر فضیلت دینے کے قائل

ہیں۔'' (شرح فقہ اکبر، ص 138، مترجم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

نیز لکھتے ہیں:۔

''اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینا اہلسنت والجماعت کے مذہب کے خلاف ہے اور اس پر تمام اسلاف کا اجماع ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص 139)

شیخ جیلانی فرماتے ہیں:۔

''ان کو شیعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو سارے اصحاب پر فضیلت دیتے ہیں۔'' (غنیۃ الطالبین ص 176)

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:۔

''غنیۃ الطالبین شریف میں کہ مشہور بذات پاک حضرت غوث اعظم ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقیدہ روافض میں مرقوم:۔

ومن ذلك تفضيلهم عليا على جميع الصحابة۔

(غنیۃ الطالبین ص 180)

امام ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں بیان کیا ہے کہ غنیۃ میں بیشمار الحاقات ہوئے، اس لیے اس کے حوالہ جات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ (زبدۃ التحقیق ص 174)

صاحب نبراس لکھتے ہیں:۔

''یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر شیعہ مذہب کے ابطال کا دارومدار ہے، ان کا پہلا اُصول ہی یہ ہے کہ حضرت علی سب سے افضل ہیں، جو افضل وہی خلافت کا حقدار ہوتا ہے، اور جو حقدار کو خلافت نہ دے وہ غاصب اور ظالم ہے، اور جو ظالم ہو وہ عادل نہیں ہوتا اور جو عادل نہ ہو اس کا روایت کردہ دین بھی معتبر نہیں ہوتا۔ شیعہ مذہب کے پاس عوام کو گمراہ کرنے کی یہ ترتیب ہے۔ اس عقیدے کا فساد معتزلہ، جبریہ اور ان جیسے مذاہب سے بڑھ کر شدید ہے، لہٰذا علماء پر واجب ہے کہ افضلیت کے مسئلے کو خصوصی اہمیت دیں۔۔۔ اس مسئلے کو

خاص اہمیت دینے کے لیے تمہارے پاس یہی دلیل کافی ہے کہ علماء نے شیخین کی افضلیت اور ختنین کی محبت کو اہل سنت کی علامت قرار دیا ہے۔"

(نبراس ص 302)

امام شعرانی لکھتے ہیں:۔

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر سے افضل ثابت کرنے والے رافضی ہیں۔" (الیواقیت الجواہر ج 2 ص 437)

امام ابن ہمام فرماتے ہیں:۔

"روافض کے بارے میں حکم یہ ہے کہ جس نے سیدنا علی المرتضیٰ کو تین خلفاء پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے۔" (فتح القدیر ج 1 ص 360)

میر سید عبدالواحد بلگرامی لکھتے ہیں:۔

"جو شخص حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص کہ انہیں حضرت امیر المومنین ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے۔" (سبع سنابل ص 62)

نہیں۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

"اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الاولیاء مرجع العرفاء امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی اکرام واضل واتم واکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی شیعی رافضی مانتے ہیں۔" (عرفان شریعت ص ۸۷)

مزید فرماتے ہیں:۔

"حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وصدیق واجماع امت سے ثابت، جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان خطرہ ہو۔انتہائی عجب اس سے جو اجماع صحابہ وتابعین وکافہ اہل سنت کا خلاف کرے اور خود کو سنی جانے۔"

(مطلع القمرین ص 129، کتب خانہ امام احمد رضا)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:۔

''جو شخص حضرت علی کو حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے وہ رافضی ہے۔''

(تذکرۃ المحدثین ص 282)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی تفضیلی حضرات کو شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (السیف المسلول ص ۲۲)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عقیدہ کے حامل شخص پر غالی شیعہ اور رافضی ہونے کا اطلاق کیا۔ (تہذیب التہذیب ج 1 ص 94، ہدی الساری ج 2 ص 240)

امام سیوطی نے بھی اس عقیدہ کے قائل کو رافضی اور اس عقیدہ کو خبیث قرار دیا۔ (الحاوی الفتاویٰ ج 1 ص 318) شامی اور عالمگیری میں اسے بدعتی شمار کیا گیا۔ (فتاویٰ شامی ج 1 ص 360) ائمۂ اہلِ سنت نے حضرت ابوبکر کی تفضیل کو اہلِ سنت کی پہچان اور علامت قرار دیا۔ (مرقاۃ ج 2 ص 77، تکمیل الایمان ص 87، شرح عقائد نسفی ص 150، نبراس ص 302) الحاصل یہ حضرات بدعتی ہیں، اہلِ سنت سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (کنز الدقائق ص 82، فتاویٰ رضویہ ج 4 ص 53، فتاویٰ نوریہ ج 1 ص 320)

الغرض یہ اہلِ اسلام کا متفقہ اور اہم عقیدہ ہے، اس کا منکر اہل سنت سے خارج اور بدعتی ہے، اس لیے اسے اہل سنت کے خلاف ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تفضیلی حضرات کی نشاندہی:

شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں:۔

''فقیر کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے برحق ہے اور اس حیثیت سے آپ افضل الامت ہے۔''

(زبدۃ التحقیق ص 199)

صائم چشتی لکھتے ہیں:۔

''سیدنا صدیق اکبر کو تمام خلفائے راشدین سے پہلے جو خلافت عطاء ہوئی وہ سلطنت اسلامیہ کے نظم و نسق سنبھالنے اور شرعی حدود کے تحفظ و نفاذ سے عبارت ہے۔۔۔۔ جبکہ اس کے بالعکس جو خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا

"اس حسین عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ سلفیین کی پیروی
اس میں اس زمانے کے تفضیلیوں کا رد ہے جو جھوٹ اور بہتان کے بل پر سنی
ہونے کے مدعی ہیں اس لیے کہ انہوں نے فضیلت میں ترتیب کے مسئلے کو (ظاہر
سے) اس طرف پھیرا کہ خلافت میں اولیت (خلافت میں زیادہ حقدار ہونے کا
کا معنی دنیوی خلافت کا زیادہ حقدار ہونا، اور یہ اس کے لیے ہے جو شہروں کے
انتظام اور لشکر سازی، اور اس کے علاوہ دور سے امور جن کے انتظام وانصرام کی
سلطنت میں حاجت ہوتی ہے ان کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اور یہ باطل خبیث
قول ہے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔"
(المعتمد المستند ص 286)

عبدالقادر شاہ تفضیلی ہے:

عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

"پاکستان میں دیوبند، بریلوی اور اہل حدیث تین بڑے مسالک ہیں اور اس
قوت ان تینوں کو اپنی نظری تطہیر کرنے کی ضرورت ہے۔ دیوبند مسلک سے
خارجی فتنے کا ظہور ہوا، جس کی بھرپور تردید ہوئی، علمی تعاقب ہوا اور خارجی فتنہ
نے عبرت ناک پسپائی اختیار کی۔ جب ان کا اعتماد علماء دیوبند پر نہ رہا تو لامحالہ
انہیں دیوبندی کہلوانے کا حق بھی نہ رہا۔ اسی طرح بریلوی مسلک سے "تفضیلی

پیدا ہو رہے ہیں، یعنی حضرت علیؓ کو حضرات شیخین پر فضیلت دینے والا گروہ ظاہر ہو چکا ہے۔ بظاہر اس تفضیلی'' گروہ کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری ہیں، ہو ابتدا مولانا کہلواتے تھے، پھر علامہ کہلوانے لگے۔ آج ڈاکٹر اور شیخ السلام کہلوا کر اپنے مضطرب من کو تسکین دینے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اہل تشیع کی مجلسوں میں بے تکلف خطاب کرتے رہے، ایمان ابو طالب پر شیعوں کی ہمنوائی کی، حضرات شیخین رضی اللہ عنہم یا دیگر صحابہ کرام پر تو لب کشائی نہیں، تاہم وسیع تر تعلقات کے پیش نظر تفضیلیت کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد تو ایک آندھی چل پڑی ہے۔ بریلوی مسلک میں جانبین سے کئی ایک کتب شائع ہو چکی ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ عبد القادر گیلانی اور ظہور احمد فیضی اسی قبیل کے لوگ ہیں۔''

(دفاع حضرت حسین ص ۲۰۸۔۲۰۹)

عبد الجبار صاحب کے بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ عبد القادر شاہ تفضیلی ہے، اور تفضیلی اہل سنت سے خارج ہیں، اب ہم دیوبندی خانہ جنگی کی بھی ادنیٰ سی جھلک دکھلائے دیتے ہیں خالد محمود لکھتے ہیں:

''پس اس کا بیان بھی لازم ہے۔ جو شخص حضرت صدیق اکبر کی علی الاطلاق افضلیت کا قائل نہیں، اوہ اہل بدعت میں شمار ہوتا ہے اور اہلسنت سے خارج ہے۔''

(عبقات، ج 1 ص 84)

جبکہ ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

یہ ٹھیک ہے کہ فتنوں سے پاک ماحول میں تفضیل علی کا قول قابل اعتراض نہ ہوتا اور اسے محض رائے کا درجے پر رکھا جاتا۔ (سیدنا معاویہ ص 33)

خالد صاحب تو اس کے منکر کو بدعتی کہتے ہیں، جبکہ ان صاحب کے نزدیک یہ قابل اعتراض نہیں، اب اس الجھن کی سلجھن ہم دیوبندی حضرات پر چھوڑتے ہیں۔

نعرہ حق چار یار اور دیوبندی خانہ جنگی:

اس مسئلے پر کافی سے زائد مواد موجود ہے، مگر ہم اس جگہ مختصر گفتگو پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اس نعرہ کے متعلق قاضی مظہر حسین صاحب ضیاء الرحمٰن فاروقی سے نقل کرتے ہیں:۔

''بات تو ہی ہے کہ ہر صحابی نبی ﷺ کا یار ہوسکتا ہے، خلافت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یار کے لیے خلافت شرط ہے، یہ خوامخواہ کی زبردستی ہے اور لفظ یار کا استعمال سوئے ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کے شایان شان بھی نہیں ہے۔ اگر خلافت کی وجہ سے یا نبی کہا جاسکتا ہے تو پھر چار یار کی اصطلاح بالکل غلط ہے۔''

(عقیدہ خلافت راشدہ اور عقیدہ امامت ص 70

ایسے ہی قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:۔

''مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو حق چار یار کی اصطلاح ہی کے خلاف ہیں۔ اور ہم خلافت راشدہ اور حق چار یار کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔''

(عقیدہ خلافت راشدہ اور عقیدہ امامت ص 61

حضور غزالی زماں اور علامہ ابوداؤد صادق کے اختلافات کی حقیقت:

دونوں شخصیات اہل سنت کی مقتدر شخصیات ہیں، ان کے درمیان اختلاف ہوا ضرور ہوا تھ مگر بعد میں صلح بھی ہوگئی تھی جس کا تفصیلی ذکر پیر محمد چشتی صاحب نے اپنی کتاب پیری مریدی کی شرعی حیثیت میں کیا ہے، جس کا مرتب کو بھی اقرار ہے، ہاں موصوف نے یہ اعتراض ضرور کیا کہ:۔

''بریلوی علماء اپنے مسلک کے کتنے خیر خواہ ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر کہہ کر غیر مشروط صلح نہ صرف کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس قسم کی غیر مشروط صلح جس میں کوئی فاتح ہو نہ مفتوح نہ کوئی کافر ہو نہ کوئی مسلمان۔''

(دست و گریباں، ج 2 ص 338

اس پر عرض ہے کہ موصوف خود ایک بھی ایسا حوالہ پیش کرنے سے قاصر رہے کہ جن میں طرفین میں سے کسی نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہو، جہاں تک یہ بات کہ حضرت جبرائیل علیہ

السلام حضرت صدیق اکبر سے افضل ہیں تو یہی عقیدہ قبلہ غزالی زماں کا ہے، اس لیے جناب کے نقل کردہ فتاویٰ جات سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی، اور نہ ہی کسی نے ان کی تکفیر کی ہے۔ نفس مسئلہ پر تو اختلاف تھا بھی نہیں، کیونکہ معترض صرف نقل مارنے پر اکتفاء کرتے ہیں اس لیے مسئلہ کی اصل حقیقت جاننے سے اکثر محروم رہتے ہیں۔ باقی ہم ماقبل میں علامہ ابن عربیؒ کی تکفیر ملا علی قاری کے ہاتھوں نقل کر چکے ہیں، اب معترض کی ذمہ داری ہے کہ ان کا رجوع دیکھائے، اگر نہ دیکھا پائے تو پھر قلم کو جنبش دیتے ہوئے اہل اسلام باہم دست و گریباں کے عنوان سے کتاب لکھے، اگر نہ لکھ سکے تو ہم انہیں توبہ کرنے کا مشورہ ہی دے سکتے جو ان کی حرکات سے سود مند نظر نہیں آتا۔ آخر میں موصوف نے جو اتمام حجت نامی کتاب کے حوالہ جات پیش کیے تو یہ سب بھی معاصرانہ چپقلش کی قبیل سے ہے اور حجت نیست۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب پر الزامات کی حقیقت:

مرتب دست و گریباں نے مشائخ چورا شریف والوں کے حوالے سے پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے متعلق بیانات نقل کیے، جواباً عرض ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے متعلق جو بھی بیانات نقل کیے گئے، ان سب کا ماخذ شورش کاشمیری کی پس دیوار زنداں ہے، جو کہ ہمارے نزدیک حجت نہیں، سرفراز خانصاحب لکھتے ہیں:۔

''وہ غیر معتبر کتاب ہے لہٰذا اس پر کسی دعویٰ کی بنیاد رکھنا ہی درست نہیں۔''

(اظہار العیب ص 110)

پھر یہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولوی محمد طاہر صاحب نے کچھ باتیں تو حضرت عثمانیؒ سے حاصل کیں اور بہت سے باتیں اپنی طرف سے ملا کر مکالمۃ الصدرین کے نام سے طبع کرا دیا۔''

(اظہار العیب ص 100)

ایسے ہی نقل کرتے ہیں:۔

بلکہ مرتب صاحب (مولوی محمد طاہر مسلم لیگی) نے اپنی روانی طبع سے اس کو گھڑ کر اس لیے میری جانب منسوب کرنا ضروری سمجھا۔ (اظہار العیب ص 111)

خود مرتب لکھتے ہیں:۔

تو ہم اس بات کو کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ مولانا احمد رضا بجنوریؒ نے کچھ باتیں امام العصرؒ کی طرف خوامخواہ منسوب کی ہیں جو کہ ان کی نہیں ہیں۔

(دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص 101)

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ دیوبندی حضرات جب ایک دوسرے پر الزامات گھڑ سکتے ہیں، تو ان کے معاندان سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اور تذکرہ امیر ملت کے واقعات بھی الزامات کو صحیح ثابت نہیں کرتے، ان سے مرتب کی دعویٰ ہرگز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

کلموں پر خانہ جنگی کا الزام

جناب نے اس جگہ مختلف کتب سے چشتی رسول اللہ وغیرہ کی عبارات نقل کیں جن کے متعلق کچھ وضاحت تو ہم اسی کتاب میں کر چکے ہیں مزید عرض ہے کہ خود دیوبندی حضرات کو تسلیم ہے کہ ان حضرات واقعتاً اپنا کلمہ نہیں پڑھایا تھا، جناب اوصاف رومی لکھتے ہیں:۔

''اس توجیہ وحقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ان حضرات نے چونکہ واقعتاً اپنا کلمہ نہیں پڑھوایا تھا اس لیے ان کو کافر کہنے تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' (دیوبند سے بریلی ص ۱۰۱)

سب کلمات اور ہفت اقطاب کے اشعار غلبہ حال کے کلمات ہیں، جن کے متعلق منیر احمد منور لکھتا ہے:۔

''دین میں فقہا کی بات معتبر ہوتی ہے نہ کہ صوفیاء کی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم اس صوفی بزرگ کا حترام کر کے اس پر فتویٰ نہیں لگائیں کہ شاید اس پر حال آیا ہوا ہو جو ایک خاص کیفیت ہوتی ہے جس میں ہوش وحواس نہیں رہتے۔''

(نور سنت کنز الایمان نمبر ص 140)

لہٰذا غلبۂ حال کی وجہ سے ان پر فتویٰ نہیں لگتا۔ دوئم ان واقعات کے الحاقی ہونے کے متعلق بھی علماء کی تصریحات موجود ہیں۔ ہم نے اپنا مضمون کلمہ تھانوی کی تائید کا جائزہ شامل کتاب کر دیا

ہے، قارئین مضمون ہذا کی طرف مراجعت کریں۔

خوابوں کے متعلق تبصرہ

یہ بات یادرہے کہ اگر کسی جگہ پر علمائے اہل سنت نے دیوبندی خواب کو نقل کر کے اس کو گستاخی کہا ہے تو اس سے یہ مت سمجھا جائے کہ انہوں نے خواب پر فتویٰ لگایا ہے۔ بلکہ انہوں نے دیوبندی گستاخانہ عقائد کی روشنی میں ان خوابوں کو من گھڑت سمجھ کر ان پر فتویٰ لگایا ہے جیسے فیض احمد اویسی صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے فرماتے ہیں:

''بعض بیوقوف اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ خواب میں ہوا۔ میں کہتا ہوں بیداری پر بھی یہی کلمہ کہہ رہا تھا اور یہی ہمارے نزدیک قابل گرفت ہے۔''

(بلی کے خواب میں چھچھڑے ص ۲۶)

یہاں وضاحت کر دی خواب پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا آگے لکھتے ہیں:

''اس من گھڑت خواب کو مدرسہ کی سند بنایا''

(بلی کے خواب میں چھچھڑے ص ۳۰)

یہاں وضاحت ہوگئی کہ انہوں نے گستاخی من گھڑت خواب کو کہا ہے۔ اور یادرہے ہم نے یہ گفتگو دیوبندی اصول کے تحت کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک من گھڑت گستاخانہ خواب پر گستاخی کا فتوی لگتا ہے۔ (رضا خانی مذہب ج ۱ ص ۵۳۔ ۵۴)

جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بارے میں خود دیوبندی حضرات لکھتے ہیں:

''جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی شکل وصورت میں دیکھے تو یہ اس کے ایمان کے کامل اور عقیدہ کے درست ہونے کی علامت ہے، اور جو شخص اس کے خلاف دیکھے، تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری اور فساد عقیدہ کی علامت ہوتی ہے۔''

(معارف ترمذی ج ۲ ص ۱۵۰)

ایسے ہی مفتی سید نجم الحسن لکھتے ہیں:۔

''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔'' (نجم الفتاویٰ 1 / (334)

مولوی عبدالغفور صاحب لکھتے ہیں:

''ہم جانتے ہیں کہ خواب ایک بے اختیاری چیز ہے ایسے گندے خوابیا تو خواب دیکھنے والے کی باطنی کیفیت کی عکاسی کرتے ہیں یا شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتے۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ مفتی صاحب نے اس نا معقول اور حد درجہ گندے اور کافرانہ خواب کو جس میں سرور دو عالم کی حد سے بڑھ کر توہین وتذلیل ہے اپنے مقلدوں کو اپنی طرف مزید متوجہ کرنے کے لیے اس کی تعبیر یوں کر دی۔ (زہریلے تیر ص13)

پھر جو لوگ بیداری میں گستاخانہ عبارات لکھ چکے ہوں اور توبہ کی توفیق سے محروم رہے ہوں، تو ان کو ان گستاخانہ خوابوں کی کوئی درست تعبیر کیوں کر فائدہ دے سکتی ہے، پھر اگر دیوبندی حضرات کے بارے میں یہ کہا جائے:۔

''رات شیطاں کو خواب میں دیکھا ساری صورت جناب کی سی تھی''

اب کیا دیوبندی حضرات اس جگہ کسی تعبیر کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟

الحمدللہ! موصوف کی دوسری جلد کا جواب بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا ہم انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں موصوف کے پیش کردہ شبہات کا ازالہ کر دیا ہے، اگر زندگی رہی تو تیسری جلد میں عباراتِ اکابر کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ پر کیے گئے، موصوف کے اعتراضات کا جواب ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس حقیر کی کاوش کو قبول فرمائے۔ اور جو کوئی اس سے نفع اُٹھائے ہمارے لیے دعا کرے۔

ہماری مطبوعات

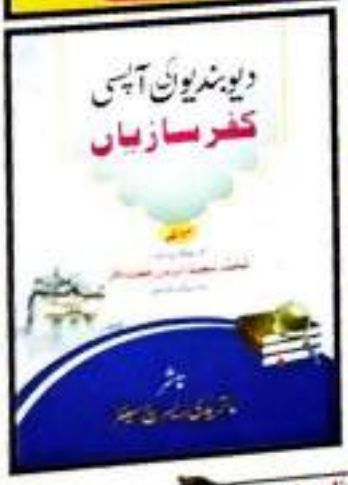

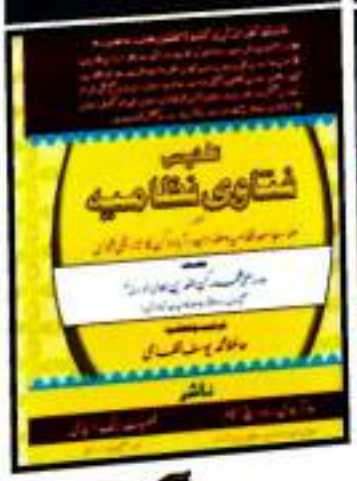

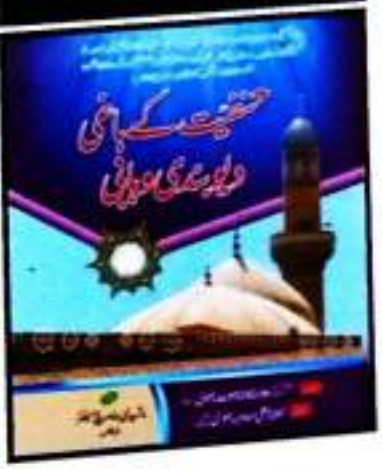

عنقریب منظر عام پر

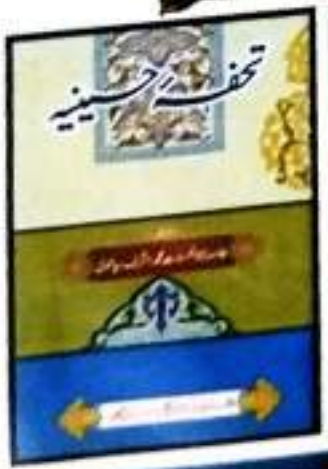

Distributed by,

₹ 300/-

Published by
Maturidi
Research Centre